بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر (اللہ تعالیٰ) کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے
اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور کتاب اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھاتا ہے

احسانِ عظیم

شائع کردہ

بزمِ اُویسیہ ○ ۱۲۲-فیروزپور روڈ-لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احسانِ عظیم

شائع کردہ

بزمِ اویسیہ ۱۲۰ فیروزپور روڈ۔ لاہور

نام کتاب ـــــــ احسانِ عظیم

کتابت ـــــــ محمد اسحاق قریشی ، محمد رشید

تصحیح ـــــــ سید ضیاء الدین شاہ (عربی متن)

طابع ـــــــ سٹار لائٹ پریس

ناشر ـــــــ صوفی غلام حسین امینی اویسی نقشبندی

مہتمم بزم اویسیہ ۱۲۲ فیروز پور روڈ اچھرہ لاہور

فہرست

نعتِ جامیؒ

وصلّی اللہ علیٰ نورٍ کزو شد نورہا پیدا
زمیں از حُبِّ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا

محمدؐ حامد و محمود وے را خالقش بستود
از و شد جُودِ ہر موجود وزو شد دیدہا بینا

اگر نام محمدؐ را نیاورد ے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوحؑ از غرق نجینا

دو چشم نرگسینش را کہ مازاغ البصر خوانند
دو زُلفِ عنبرینش را کہ واللّیلِ اذا یغشٰے

ز سِرِّ سینہ اش جامیؔ اَلم نشرح لک برخواں
ز معراجش چہ می پرسی کہ سُبحان الّذی اسرٰے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّهَیِّیٔۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ؕ

اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت (فضل) عطا کر اور ہمارے لئے (اس کام میں) درستی کا سامان کر دے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ کَشَفَ لِاَوۡلِیَآئِہٖ بَوَاطِنَ مَلَکُوۡتِہٖ وَکَشَفَ لِاَصۡفِیَآئِہٖ سَرَائِرَ جَبَرُوۡتِہٖ وَاَرَاقَ دَمَ الۡمُحِبِّیۡنَ بِسَیۡفِ جَلَالِہٖ وَاَذَاقَ سِرَّ الۡعَارِفِیۡنَ رَوۡحَ وِصَالِہٖ۔ هُوَ الۡمُحۡیِیُ الۡاَمۡوَاتِ الۡقُلُوۡبِ بِاَنۡوَارِ اِدۡرَاکِ صَمَدِیَّتِہٖ وَکِبۡرِیَآئِہٖ وَالۡمُنۡعِشُ لَهَا بِرَاحَۃِ رُوۡحِ الۡمَعۡرِفَۃِ بِنَشۡرِ اَسۡمَآئِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ ط

تمام محامد اس ذات باری تعالیٰ کو ہیں جس نے اپنے مقربین خاص پر عالم ملکوتی کے امور منکشف فرمائے اور اپنی صاف باطن ہستیوں پہ عالم جبروتی کے راز کھولے اور اپنی شمشیر جلالی و بے نیازی سے اپنے محبوبوں کے خون بہائے اور عارفان کامل کو اپنے وصلی تقرب کا ذائقہ چکھایا۔ وہی ذات مقدس مردہ دلوں کو اپنے صمدیت اور کبریائی کے نور سے زندہ فرمانے والی ہے اور وہی ان زندوں کو اپنے عرفان کی راحت روح حیات ابدی عطا فرمانے والی ہے اور اپنے اسماء ذاتی کے اثرات ان پہ طاری و ساری فرمانے والی ہے اور صلوٰۃ بے غایت اور سلام بے نہایت اس کے خاص رسول پہ، جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان کے متبعین اور اولاد اطہار پہ اور اُن کے اصحاب کبار پہ اور ازواج مطہرات پر ہیں آمین !

(از کشف المحجوب)

پیش لفظ

زیر نظر کتاب "احسان عظیم" پیر طریقت جناب صوفی غلام حسین صاحب کی تالیف و تصنیف ہے صوفی صاحب ایک ایسے مرد درویش ہیں جنہیں قدرت کی طرف سے بہت سی نعمتیں میسّر ہیں وہ بیک وقت صوفی، عالم، ادیب اور نعت گو شاعر ہیں، طریقت میں قطب العصر حضرت مخدوم حافظ محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں اور آپ کے خلیفہ مجاز ہیں مخدوم حافظ صاحب سلسلہ عالیہ اویسیہ نقشبندیہ کے معروف مشائخ میں سے تھے اور نسبت اویسی میں منفرد حیثیت کے حامل تھے، ان کے فیض صحبت اور توجہ کا خصوصی مرکز صوفی صاحب کی ذات رہی ہے جس کی جھلک صوفی صاحب میں بدرجۂ اتم موجود ہے، صوفی صاحب کا رنگ اپنے شیخ کی نگاہِ کرم سے نہ صرف نکھرا ہوا ہے بلکہ باغ و بہار ہے، صوفی صاحب کا علمی مذاق دو آتشہ یعنی عالمانہ اور عارفانہ ہے اور یہ کتاب اس مذاق علمی کا نتیجہ ہے، گو اس کتاب میں انہوں نے مشاہیر علماء و صوفیاء کی تصانیف سے انتخاب کیا ہے مگر یہ منتخب مواد ان کے حُسن ذوق، عظمتِ اعتقاد اور لذّت شوق کا آئینہ دار ہے اور جہاں ضرورت پڑی ہے انہوں نے حاشیہ میں اپنی کیفیت اور حُسن عقیدت کو پنہاں نہیں رکھا اور حقیقت حال کی خوب ترجمانی کی ہے، اگرچہ انداز ادیبانہ نہیں مگر واردات قلبی کے اظہار کے لئے قلم کی زبان گونگی ہوتی ہے اور جو کچھ قفس کاغذ میں مقید ہو جائے عشاق کیلئے وہی غنیمت ہے، اور اسی میں ہی حقیقت کی چاشنی ہے، اس کتاب کو جزوی طور پر سیرت کی کتاب کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس کے اچھوتے عنوانات عظمت و مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حُبّ رسول ؐ اطاعت و توسل رسول ؐ، نسبت اور ضرورت شیخ ہیں اور ان تمام عنوانات کو عرفان و تقرب الٰہی کے حصول کے لئے مؤلف نے بخوبی ترتیب دیا ہے اور اوّل سے آخر تک اس کی یہی کوشش ہے کہ راہ سلوک کے طالب اس سلسلہ عنوانات سے نشان منزل ہی نہیں بلکہ گوہر مقصود تک پہنچ جائیں اور یہی وجہ ہے کہ عباراتِ حال میں تکرار ہے تاہم گرانبار نہیں، مدعا واضح ہے اور اس میں قارئین کے لئے کس قدر نفع ہے یہ ہر قاری

کے ذوق مطالعہ اور فکری معیار پر مبنی ہے، بہر حال میری ناقص رائے میں صوفی صاحب کی یہ اچھی کوشش ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

صوفی صاحب ایک اچھے نعت گو شاعر بھی ہیں، ان کی شاعری کا دائرہ مدحت و منقبت نبوی تک محدود ہے اور یہ اُن کے حُسن انتخاب کی بے مثل دلیل ہے، سماع نعت اور محافل نعت کے انعقاد کا پیہم ذوق اس پر مستزاد ہے۔ ان کا نعتیہ کلام دلپذیر اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہے، جسے سن کر ان کے واردات قلبی کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے ورنہ بحر عشق کے غواصوں کو سمجھنا ادراک سے پرے کی شئے ہے۔ سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کے ارادتمندوں کے لئے بالخصوص اور اہل ذوق کے لئے یہ کتاب ایک گراں قدر سرمایہ ہے اور اس کا مطالعہ یقیناً انھیں سیرت نبوی اور تصوف کے اہم مسائل و مشاغل سے نہ صرف لطف اندوز کریگا بلکہ ان پر تصوف کی حقیقتوں کو بھی واضح کرے گا، مولا کریم صوفی صاحب کی اس سعی کو مقبول و مشکور فرمائے آمین

پروفیسر قاری مشتاق احمد
گورنمنٹ کالج آف سائنس
وحدت روڈ لاہور

قارئین سے التماس ہے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ (صلعم) صلعم تحریر ہو وہاں پورا درود شریف پڑھیں۔۔۔ شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اس کتاب کے لکھنے میں میں نے مندرجہ ذیل کتب ہائے تفاسیر، سیر اور تصوف سے استفادہ کیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتب ہائے تفاسیر سیر و تصوف	
۱	تفسیر ضیاء القرآن	
۲	معارف القرآن	
۳	تفسیر مظہری	
۴	تفسیر نعیمی	
۵	مدارج النبوت	سیرت
۶	معارج النبوت	"
۷	طبقات ابن سعد	"
۸	پیغمبر آخر و اعظم	"
۹	رسول رحمت	"
۱۰	کشف المحجوب	تصوف
۱۱	مفتاح العلوم مثنوی مولانا روم	
۱۲	فیوض الحرمین	
۱۳	احیاء العلوم	
۱۴	مراۃ العارفین	
۱۵	دلائل السلوک (افادات)	
۱۶	تبلیغی نصاب	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولانا محمد و اصحابہ وسلم

اما بعد:۔ میں نے اپنی تحریر کا آغاز حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے کیا ہے جو کشف المحجوب کے ابتداء میں لکھی گئی ہے اس لئے کہ مجھے راہِ طریقت سے آشنا کرنے والی آپ ہی کی ذات بابرکات ہے۔ آپ ہی کی نگاہ کرم نے مجھ جیسے پریشان حال اور سرِراہ پڑے ہوئے گنہگار کو محبت حقیقی سے ہمکنار کیا۔ آج جس حال میں مجھے دنیا والے دیکھتے ہیں یہ آپ کا ہی باطنی فیض ہے۔ یہ آپ ہی کی عنایت تھی کہ طریقت کے رازوں کو جاننے والے شیخ الشیوخ حضرت حافظ محمد امین رحمۃ اللہ تعالیٰ اویسی نقشبندی کی غلامی کا شرف عطا فرمایا۔ آپ اپنے وقت کے قطب، فنا فی الرسول اور منزل مقصود کے رازوں کو پائے ہوئے تھے۔

آپؒ کی نسبت (حافظ صاحبؒ) نے مجھے ثنا خوان مصطفیٰ بنا دیا۔ زمانہ حاضرہ میں جب لوگ سلسلہ اویسیہ سے ناآشنا تھے مجھ جیسے حقیر کو اویسیت کی سند عطا فرما کر اس سے دوبارہ آشنا فرمایا۔ آپ ہی کی نگاہ کرم سے گمنام زندگی بسر کرنے والا صوفی کہلانے لگا (سب سے پہلے مجھے حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار عالیہ سے صوفی کہہ کر پکارا گیا جب کہ میں لفظ صوفی کے معنی سے بھی ناآشنا تھا) آپ کی نسبت نے میری زندگی کے فسانے میں وہ رنگ بھرا جو مٹنے والا نہیں ہے (انشاء اللہ تعالیٰ) کیونکہ جب نگاہِ لطف و کرم سے اللہ اور اس کے محبوب کی محبت کا رنگ چڑھتا ہے تو پھر وہ کبھی پھیکا نہیں پڑتا (صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ) رحمت الٰہی جب کسی کو اپنی آغوش میں لیتی ہے تو پھر اُسے دن رات نوازتی چلی جاتی ہے اور یہ اس کا خاص کرم ہے۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ والا وہ بوٹا نہیں لگاتا جس نے پھلنا پھولنا نہ ہو نسبت سے نجس بھی پاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ گندی نالی کا پانی جب دریا کے پانی سے ہمکنار ہوتا ہے تو اس میں سے نجاست دور ہو جاتی ہے پھر لوگ اُسے اس کی نسبت سے یاد کرتے ہیں نہ کہ اس کی اصل کو۔

جب لوہے کو گرم کر کے خنجر یا تلوار بنا دیا جائے تو پھر اُسے لوہا نہیں کہتے بلکہ اُسے اس کی ہیئت سے پکارتے ہیں۔ یہی حال صاحب نسبت کا ہوتا ہے کہ لوگ اُسے اس کی نسبت سے پکارتے ہیں۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حاشیہ ص۹ پر

حقیقت

اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ جب تک باطن سے وابستگی نہ ہو ظاہر کا سبب پیدا ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میں نے اپنی عملی زندگی میں دیکھا ہے جب مولا کریم اپنے کسی بندے پر اپنی عنایات کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بندے کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور حضور پُرنور شافع یوم النشور علیہ تحیۃ والسلام اولیائے امت میں سے کسی کو حکم فرماتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں پر نظر رکھو۔ جب وہ صاحب ولایت اس کی طرف دیکھتا ہے اس کے دل میں جستجو پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنی منزل کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ نگاہ لطف وکرم اُسے اس کی منزل کے نقطہ آغاز سے ہمکنار کر دیتی ہیں۔ یعنی جس کے توسل سے اس نے اپنی منزل کو طے کرنا ہوتا ہے۔ اس کے آستانہ عالیہ کا جاروب کش بنا دیتی ہے۔ مقصود کو پا لینے کے بعد اس کی فکر سے گزرا ہوا زمانہ خواب بن کر رہ جاتا ہے۔ یعنی اسے بھولے سے بھی یاد نہیں آتا (توبہ ایسی کرو کہ لذت گناہ اُٹھ جائے)

بندہ اپنے باطن کو مقصود کی طلب میں دن رات سنوارتا ہے یہاں تک کہ وہ خود مقصود بن جاتا ہے۔

(جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو مخدوم بنانا چاہتا ہے تو کسی کا خادم بنا دیتا ہے (کشف المحجوب) حضرت داتا گنج بخش رح اپنے پیرو مرشد حضرت ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کرا رہے تھے۔ دل میں خیال آیا کہ اگر اللہ نے مجھے کچھ عطا ہی کرنا ہے تو بندے کی خدمت کرنے کے کیا معنی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے آپ کے دل کی یہ کیفیت جان کر آپ کو فرمایا کہ اے ابوالحسن جب اللہ کسی کو مخدوم بنانا چاہتا ہے تو اپنے دوستوں کی خدمت میں لگا دیتا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ تمام احسان کا ہے کہ کس طرح قادر مطلق اپنی مخلوق کو نوازنے کے لئے احسان کے دروازے کھول دیتا ہے تاکہ اسے راہ محبت میں صعوبتیں بھی راحت نظر آئیں۔ اور اس پر احسان کے دروازے کھلتے جائیں۔

پھر اُسے ہر دیکھنے والا فنافی الشیخ فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کہنے لگ جاتا ہے۔ اس کا کلام اس کے حال کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ تو اسرار طریقت ہیں جسے صاحب طریقت اچھی طرح جانتے ہیں۔

مجھ جیسے حقیر کا اس سلسلہ میں کچھ کلام کرنا بھی انہی کا تصرف ہے ؎

وادیٔ عشق کہاں اور من غریب کہاں

اب میں اس وادیٔ محبت میں داخل ہونے کا وہ طریقہ تحریر کرتا ہوں جو مجھ گنہگار پر منکشف ہوا۔

ماہ رجب کے آخری ایام میں میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ خالق کائنات کی ان عنایات کا تذکرہ لکھوں جو احاطۂ قلم سے باہر ہیں۔ تاہم میں اپنی ہمت کے مطابق جو اس کی عنایات کر دہ ہے تحریر کروں۔ یکم رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی یہ سب کچھ اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم میرے پیشوا کی دعاؤں اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے فیضان کا نتیجہ ہے جس نے مجھے زادِ راہ کے لئے یہ چند سطور تحریر کرنے کا شرف عطا فرمایا۔

میں نے اس کتاب کا نام احسان عظیم رکھا ہے۔ فرمان خداوندی ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم

ہم نے مومنوں پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ جب انہی میں ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا)

جب خدا نے اس کائنات کو بنانے کا ارادہ فرمایا (کنت کنزاً مخفیا) تو سب سے پہلے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو تخلیق فرمایا (اول ما خلق اللہ نوری) جو خاص طور پر رحمت ہی رحمت ہے۔ کیونکہ خالق مطلق کے علم میں تھا کہ میں جس مخلوق کو پیدا کر رہا ہوں وہ میرے جلال کی متحمل نہیں۔ اس لئے اس نے اپنی شان کریمی کا ظہور پہلے فرمایا۔ اور اس نور سے عرش و کرسی لوح و قلم انبیاء علیہم السلام صدیقین۔ شہدا غرضیکہ تمام کائنات کو پیدا فرمایا (کلٌ خلائق من نوری وانا من نور اللہ) تمام مخلوق میرے نور سے اور میں اللہ کے نور سے ہوں۔ آپ کو شاہد بنایا گیا کہ میں ہی اس بزم ہست و بود کو پیدا کرنے والا اور میں اوّل و آخر ظاہر و باطن ہوں۔ آپ کے نور مبارک کو پیدا کر کے اس پر درود و سلام پڑھا۔ اور اپنے جوار رحمت میں رکھا اس نور اوّل کا صدقہ یہ کائنات جلال خداوندی کی متحمل ہوئی (اللہ نور السمٰوات والارض) درود و سلام کے نور نے اس کو جذب کر لیا۔

جہاں شاہد ہے وہاں مشہود ہے۔ اور جہاں مشہود ہے وہاں شاہد ہے یعنی ارض و سماء میں شاہد اور مشہود کے نور کا تذکرہ ہے اسی سے کائنات قائم ہے۔ جب ملائکہ کو آپ کے نور سے پیدا فرمایا

گیا تو حکم فرمایا کہ میرے محبوب پر درود و سلام پڑھو۔ حبیب مولائے کریم نے الست بربکم فرمایا تو سب سے پہلے قالوا بلیٰ کہنے والی ذات بابرکات نور مجسم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ تحیہ والثناء کا نور اطہر ہی تھا۔

جو ذات بابرکات اپنے بندوں کو سیدھی راہ دکھاتی ہے اسے محسن کل نہ کہوں تو کیا کہوں اور جس کی ذات سے وابستگی کے بعد خالق حقیقی کی رضا مل جائے اور اس کی عنایات کی بارش ہونی شروع ہو جائے اسے احسان عظیم نہ کہوں تو کیا کہوں۔ کیونکہ یہی تمام کائنات کا نقطۂ مرکز اور مقصود ہے جس کی اس کے ساتھ وابستگی ہو گی۔ اسی کو قرب الٰہی حاصل ہو گا۔ اور وابستگی بغیر درود و سلام کے نہیں ہو سکتی اور وہ بھی متواتر۔

؎ روزے اُسی کے نمازیں اسی کی جو تیرے دامن رحمت سے وابستہ ہوا۔

اسی کی برکات زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہیں اس کی لذت وہی جانتا ہے جو اسے اختیار کرتا ہے خالق مطلق نے ہمیں پیدا فرمایا۔ ہم پر کیا کیا احسان نہیں کئے۔ اگر ایک احسان کے بدلہ میں ہم تمام زندگی سر بسجود رہیں پھر بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ کیا اس کا یہ احسان کم ہے کہ اس نے ہمیں بہترین مخلوق پیدا فرمایا۔ (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) کیا یہ اس کا احسان نہیں کہ اس نے بہترین مخلوق پیدا فرمانے کے بعد بہترین امت میں پیدا فرمایا یعنی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف عطا فرمایا۔ پھر یہ کیا اس کا احسان عظیم نہیں کہ اس نے راہ نجات بھی بتا دی۔ (ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ) اس کے صدقہ میں تمہیں دنیا و آخرت میں نعمتیں عطا فرماؤں گا اور اس محبت کے اظہار کے لئے اور بھی واضح فرما دیا۔ ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما) اور یہ سند ہے۔ اسی سے شفاعت کے مستحق ہوں گے کیونکہ تعلق کے بغیر شفاعت نہیں ہو سکتی اور درود پاک کے بغیر تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔ محبت کے رموز بھی اسی وقت کھلیں گے جب آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر اتباع خداوندی میں درود و سلام پڑھیں گے۔ اگر اس کی بتائی ہوئی راہ پر ہم نہ چلیں اور اس پر بھی تاویلیں نکالیں تو یہ ہماری بدبختی ہے۔ احسان کا بدلہ احسان (القرآن) محسن کو بھولنے والے ہمیشہ پریشان حال رہتے ہیں اور محسن کے احسان کو نظروں میں رکھنے والے دنیا و آخرت میں ہمیشہ شادمان رہیں گے۔

اب میں خالق مطلق کے احسان عظیم کا تذکرہ حسب توفیق لکھتا ہوں۔ شیطان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہٖ وسلم۔

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪

میں اپنی اس سعی کو اپنے پیر طریقت حامیٔ شریعت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سلطان الحفاظ الحاج حافظ محمد امین اویسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں جن کی نگاہ لطف نے اس کتاب کے لکھنے کا شرف بخشا جو آقائے دوجہاں سرور کونین شافع یوم النشور حبیب رب العلمین رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کی نسبت اور آپ سے توسل کے متعلق ہے۔

؎ گر قبول افتد زہے عزو شرف

احقر

صوفی غلام حسین

" حاشیہ :۔ یہ اشارہ کس کا تھا؟ کیسے ہوا؟ اس کی عجیب داستان ہے۔ یہ رازِ محبت آشکارہ کرنے کو دل نہ مانتا تھا، لیکن ایسا نہ کرنا کتمانِ حق ہوتا، لہٰذا اُسے نہایت اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔ علم وشہادت کی دُعا مانگنا، گریہ وزاری کرنا اور حیات وکائنات پر غور وفکر کرنا میرا بچپن سے معمول تھا۔ دل کو کس کی آرزو تھی؟ شوق کیا چاہتا تھا؟ مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ آخر ۱۹۴۲ء میں میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس نے میری کایا پلٹ کے رکھ دی۔ وہ رات ہزار لیلۃ القدر سے بہتر تھی جس میں مجھے وہ واقعہ پیش آیا میں ایک نہایت وسیع وحسین مسجد میں کھڑا تھا۔ دفعتاً برقِ حُسن لہرائی اور حُسنِ انسانی کا چاند جلوہ افروز ہوا۔ دل نے پہچان لیا کہ میرے ہادی وآقاؐ ہیں۔ آپؐ نے دور ہی سے اپنا دست مبارک دکھایا اور برق نور لہرائی۔ زبان سے نکلا، یدِبیضا میرے قلب ونظر نہ تو حریفِ نظارہ ہوسکتے تھے اور نہ ہوئے۔ میں غش کھا کر گرا، تڑپا اور مرگیا۔ یہ موت میرے لئے ہزار زندگیوں سے افضل اور ہزار شہادتوں سے احسن تھی۔ کیونکہ اس سے میں حُسنِ آقا کا شہید ہوگیا تھا اور اس کے عوض مجھے آپؐ کی چاکری کی سعادت اور حیات محض ملنے والی تھی۔

اس عالم میں برق حسن آواز لہرائی اور مجھے زندہ کرگئی۔ یہ آواز فردوسِ گوش وجان آفریں تھی یا یہ میرے مسیحا کی آواز "کُن آسا" تھی، یہ میرے آقا کا ارشاد تھی: اُٹھ ناصر تفسیرِ کبیر پڑھ! اُٹھ ناصر! تفسیرِ کبیر لکھ!" حسن آواز کی تاثیر تھی کہ میں زندہ بیدار ہوگیا اور دیکھا کہ میں حضور پُر نورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں پڑا ہوں۔ دل نے چاہا کہ رفتارِ زمانہ ختم ہوجائے اور میں قدموں میں پڑا رہوں، لیکن جسم میں زندگی کی ایک لہر اٹھی اور میں خود بخود کھڑا ہوگیا۔ میں اٹھا تو قیامت گزر گئی۔ میرے آقا، میرے مسیحا تشریف لے جاچکے تھے۔ دل پر کیا گزری؟ اللہ نفس جبرائیل دے تو بیان کروں۔ میں سارا دن ایک عجیب عالمِ کیف وسرور میں رہا۔ رات آئی تو پھر یہی معاملہ پیش آیا۔ میں شہید نظارہ ہوکر پھر زندہ ہوا مجھے پھر وہی حکم ملا۔ پیغمبرِ اعظم وآخرؐ۔

میں نے ملازمت چھوڑ دی اور اس ارشاد کی تعمیل میں لگ گیا۔ "حُسن" کی شرح وتفسیر پڑھتا اور لکھتا رہا۔ ۱۹۵۲ء میں میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا اور مجھ پر اسرارِ حُسن کھلتے چلے گئے۔ قرآن مجید میرے لئے ناطق ہوگیا اس میں مجھے حُسن کا ایک عجیب جہاں نظر آیا۔ میں اس کی تفسیر پڑھتا اور لکھتا رہا۔ آخر ۱۹۶۲ء میں آپکے حُسنِ سیرت کی تفسیر لکھنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ اندر سے مسلسل یہ آواز آتی رہی کہ آپؐ کی سیرت ہی حسن وقرآن کی تفسیرِ کبیر ہے۔ اُٹھ اور اُسے لکھ! میں سوچنے لگا کہ کیا لکھوں؟ حیران تھا کہ اتنی زیادہ اور مستند واعلیٰ کتبِ سیرت کی موجودگی میں کیا لکھوں؟ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا شعور تھا۔ اسی سوچ اور غم میں دو برس گزر گئے۔ خلوتِ شب میں آہ وفغاں اور گریہ زاری کرنا مقدر بن گیا۔ آخر قسمت کا تارا ایک بار پھر چمکا ۱۹۶۴ء کا ایک سال اور رمضان المبارک کی ایک رات میں، جو میرے لئے ہزار لیلۃ القدر

سے بہتر تھی، بائیس برس کے اس مہجور پر "آقا" کی نظرِ کرم ہوئی۔ وہ ماہِ حُسنِ مجسّم جلوہ افروز ہوا۔ شبستانِ دل اس حُسن و نور سے حُسن المآب بن گیا۔ شاید یہ تقدیرِ محبت ہے کہ فراق کا زمانہ جتنا طویل و صبر آزما ہوتا ہے، وصل کی گھڑیاں اتنی ہی مختصر و گریز پا ہوتی ہیں۔ عیدِ نظارہ آئی اور گزر گئی اور فراق انتظار کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ لیکن اب کے اس عالمِ فراق میں بھی قرب و حضوری کا عالم تھا۔ آپ کی سیرتِ طیبہ کے نئے نئے گوشے آشکارہ ہونے لگے اور زندگی کے شب و روز ان کو دیکھنے اور ان پر غور و فکر کرنے میں گزرنے لگے۔ اس عالمِ حسن و سرور میں مشاہدات و واردات کی کثرت نے کیا رنگ اختیار کیا؟ اس کی داستان نہ پوچھیے۔

محبت کی باتیں بھی عجیب ہوتی ہیں اور وہ ایسے ایسے رنگ اختیار کرتی ہے کہ دل حیران رہ جاتا ہے۔ یہ دولت بیش بہا میسر آئی تو دل مچل گیا۔ اس نے اپنے اللہ سے کہا حُسنِ مجسّم کی تفسیرِ کبیر لکھنے کا آغاز روضہ مبارک پر جا کر کروں گا اور اس کا بند و بست بھی تجھے ہی کرنا ہے۔ دل کو اپنی عبدیت پر ناز تھا، لیکن "دوست" ٹھہرا بے نیاز۔ اس نے بارہ برس خوب تڑپایا اور رلایا، لیکن اس کی رحمت برابر میری آتشِ شوق کو تیز، عزم کو پختہ اور مجھ پر سیرتِ طیبہ کے اسرار و رموز آشکارہ کرتی رہی۔ اس عالمِ انتظار میں کہ دوست روضہ مبارک پر لے جائے۔ دل پہ قیامتیں ٹوٹتی رہیں۔ ایک ایک لمحہ لمحہ جاودانی بننے لگا۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اعضاء مضمحل ہونے لگے۔ شوق مقتضی تھا کہ سیرت کا کام جلد شروع کروں لیکن دلِ آشنا کو یہ ضد تھی کہ روضہ مبارک پہ جاؤں تو اس کی ابتدا کروں۔ آخر اس عالمِ اضطراب میں ایک رات سجدہ و گریہ نے خوب کام کیا۔ "دوست" کو ترس آ ہی گیا۔ شاید اس کی مشیت ہی یہ تھی ۱۱ - ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ کی درمیانی رات تھی جو میرے لئے شبِ مبارک بن کر آئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں نماز پڑھنے کے لئے بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ جگہ کم اور اہلِ محبت کا ہجوم تھا۔ نماز پڑھی تو "دوست" سے روضہ مبارک پر لے جانے کی دعا کی۔ اس کی رحمت کا سمندر جوش پر تھا۔ میں دوسرے لمحے روضہ مبارک کے ایک دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ یہ آرزو بھی پوری ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک بہت بڑے کمرے کی دہلیز پر کھڑا ہوں۔ بزمِ اصحابؓ آراستہ ہے آپؐ میرِ مجلس بھی ہیں اور شمعِ محفل بھی۔ بزم آپ ہی کے حُسن و نور سے حُسن و رنگ کی جنت بنی ہوئی تھی۔ یہ نظارہ کتنا دلآویز، نظر افروز اور سرور انگیز تھا، بیان نہیں ہو سکتا۔ خود میرا دل حسن و سرور کا فردوس بن گیا۔

دل میں اتنی تیز سرور انگیز ٹھنڈک پیدا ہوئی کہ میں بیدار ہو گیا۔ میں عالمِ حیرت و مستی میں تھا کہ آواز آئی تیری توقع سے زیادہ تیری آرزو پوری ہوئی اور تجھے وہ کچھ عطا ہوا جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا اب اُٹھ اور حُسنِ مجسم کی تفسیرِ کبیر لکھ!" ۱۲ ربیع الاول کی صبح ہوئی، میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ یہ دن میرے لئے ہزار عیدوں سے زیادہ پُرمسرت و مبارک تھا۔ میں نے جسم و لباس اور قلم و قرطاس کو عطر میں بسایا اور "دوست" کے نام سے اس کے "دوست" کی سیرتِ حسنہ لکھنے کا آغاز کر دیا۔ (از پیغمبر۔ آخر و اعظم) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

"اوّل ما خلق اللہ نوری" حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ :۔ اللہ مجدہ، تعالیٰ نے جو سب سے پہلے پیدا فرمایا میرا نور ہے۔

★

آں دم کہ خانہ بر سر کوئے تو ساختم
آدمؑ ہنوز محرم خلدِ بریں نہ بود

آں دم کہ ما ببار امانت در آمدیم
جبرئیلؑ در خزانہ رحمت امیں نہ بود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰے رسولہ الکریم

امابعد! یہ کھلی حقیقت ہے کہ اوّل مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ تخلیق عالم و آدم علیہ السلام کا واسطہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تمام کثرتوں کا صدور اسی وحدت سے ہے اور اسی جوہر پاک سے ساری مخلوق کا ظہور ہوا۔ اس حقیقت کے اظہار کے لئے اہل علم حضرات نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار مختلف پیرائے میں کیا جن سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

اس ضمن میں ہم شیخ سعید سید گا ذرونی اور شیخ المشائخ شیخ سعدالدین حموی کی کتاب وسیلۃ الصدیقین سے بعض نکات بیان کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ موجودات سے پہلے رب کریم نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ رسول خدا نے فرمایا هُوَ نُوْرُ نَبِيِّكَ اے جابر وہ تمہارے نبی کا نور تھا۔ یعنی پہلے اس نور کو پیدا فرمایا پھر تمام اشیاء اس سے پیدا فرمائیں۔ جب یہ نور پر سرور اپنے مرکز سے منصہ شہود پہ آیا تو دس ہزار سال تک اس کو قرب خاص میں رکھا۔ اور اس کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ سے عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے حصہ سے حاملان عرش کو اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام محبت میں رکھا۔ اس کے بعد اس قسم چہارم کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سے قلم دوسرے حصہ سے لوح۔ تیسرے حصہ سے جنت کو تخلیق فرمایا اور چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ لیکن تقسیم سے قبل اس کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اس کے پہلے حصہ سے ملائکہ دوسرے سے آفتاب تیسرے سے ماہتاب کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام رجا میں رکھا اور اس کے بعد اس کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصہ سے عقل دوسرے حصہ سے علم وحلم تیسرے سے عصمت و توفیق کو بنایا اور چوتھے حصہ کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال رکھا اس کے بعد اس پر خصوصی توجہ فرمائی جو غایت حیا میں پانی پانی ہوگیا جس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرے ٹپکے اور ہر ہر قطرے سے ارواح انبیاء پیدا ہوئیں اور جب ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اس سے اولیاء، شہداء، صلحاء، سعداء اور اطاعت کرنے والوں کی ارواح کو پیدا کیا۔

اس تشریح کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرش و کرسی۔ انبیاء و رسل کی ارواح صلحاء

احوال وصفات ہوں کیونکہ سارے جہان سے نورِ مصطفوی کی اوّلیت ثابت ہے۔ اور مَا یَکُوْنُ سے مراد وہ کائنات ہیں جو دنیا میں بعد میں ظاہر ہوں، اور اس عالمِ ظہور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہے جیسا کہ فرمایا کنت نَبِیًّا وَ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم روح جسم کے درمیان تھے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ انی عند اللہ مکتوبٌ خاتم النبیین ان اٰدم لمنجدل فی طینتہٖ رشکوٰۃ بے شک میں اللہ کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے۔ اور لوگوں کی زبان پر یہ مشہور رہے کہ "وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ یعنی آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے"، لیکن محدثین فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مرتبۂ صحت کو نہیں پہنچا۔ مگر معنی ایک ہی ہیں اور ہر تقدیر پر تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ہونا مراد ہے۔ اگرچہ علم الٰہی میں تمام نبیوں کی نبوت ثابت ومسلم ہے لیکن حضور کی نبوت، فرشتوں اور روحوں کے درمیان ظاہر ومعلوم تھی اور دیگر نبیوں کی نبوت مخفی وپوشیدہ تھی بلکہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اس جہاں میں تمام نبیوں کی روحوں کی تربیت فرمانے والی اور ان پر علوم الٰہیہ کو پہنچانے والی تھی جس طرح کہ دنیا میں تشریف آوری کے وقت تمام بنی آدم کی طرف مبعوث ومرسل ہیں۔ لہٰذا اُس جہان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل خارج میں نبی ورسول تھے نہ کہ صرف علم الٰہی میں اور ممکن ہے نَحْنُ السَّابِقُوْنَ الْاٰخِرُوْنَ۔ کا اشارہ اسی معنی کی طرف ہو۔۔۔ اور بعض کہتے ہیں کہ روزِ میثاق میں بھی آپ اسی صفت پر تھے۔

اگر یہ بات مرتبۂ صحت بھی رکھتی تو عقل کا ہونا ایک صفت ہے اور صفت کا موصوف کے ساتھ رابطہ ہے کیونکہ موصوف کے بغیر اظہار نہیں ہو سکتا۔ تو معلوم ہوا موصوف پہلے ہے جس کے ذریعہ سے اس کا عمل ہوتا ہے تو اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور کا نور مبارک اس سے پہلے تھا۔ یہاں بات بھی ظاہر ہوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرکزِ کل ہیں تمام کائنات عرش کرسی لوح وقلم اور مخلوق ہی کی وجہ سے ہے۔ عقل کل کا مرکز بھی آپ ہی ذات بابرکات ہے جس کا ایک حصہ سے تمام انبیاء علیہم السلام، صدیقین، فقہاء۔ علماء اور مخلوق کو عطا کی گئی اب اگر تمام کائنات کے دانشور صاحب علم اکٹھے ہو جائیں تو بھی آپ کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ بلکہ عاجز آ جائیں گے۔ کیونکہ کل جز پر غالب ہے۔ اس لئے وہ اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بایں ہمہ جتنی بھی حضور پُر نور شافع یوم النشور کی صفات بیان کی جائیں۔ اس کے باوجود بھی آپ کے مدارج نبوت اور روحانی مرتبہ کو بیان کرنا عقل کی حدوں سے ماورا ہے۔ مؤلف (حسوفی)

احادیث میں مروی ہے کہ جب نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا گیا اور آپ کے نور سے تمام انبیاء علیہم السلام کے انوار نکالے گئے تو حق تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ ان انوار کی جانب نظر فرمایئے۔ جب حضورؐ نے ان پر نظر فرمائی تو ان تمام کے انوار پر آپ کا نور غالب آگیا اور دوسرں کے نور ماند پڑ گئے۔ وہ عرض کرنے لگے کہ "اے رب ہمارے! یہ کس کا نور ہے جس کے آگے ہمارے انوار ماند پڑ گئے"۔ حق تعالیٰ نے فرمایا "یہ نور، محمد بن عبد اللہ کا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو ہم تمہیں نبی بنائیں گے۔ سب نے بیک زبان عرض کیا" اے رب ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے"۔ اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر گواہ ہوں۔ یہ معنے حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے ہیں فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ الایہ (اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا۔ کہ میں جب تم کو کتاب وحکمت دوں پھر وہ رسُول تشریف لائے جو تمہارے پاس کی ہر چیز کی تصدیق کرنے والا ہو تو اس وقت اس رسُولؐ پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء علیہ وعلیہم السلام ہیں اس کی حقیقت آخرت میں ظاہر کی جائے گی جس وقت کہ تمام انبیاء آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اسی طرح شب معراج ظاہر ہوا کہ آپ نے تمام نبیوں کی امامت فرمائی اور اگر زمین میں حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کو اپنی زندگی میں آپ کے شرفِ ملاقات کا اتفاق ہوتا تو ان سب پر اور ان کی اُمتوں پر واجب ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت واعانت فرمائیں۔ جس پر حق تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا۔

جب حق تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اسے حکم فرمایا کہ ساقِ عرش، ابواب جنت، اس کے پتوں، اس کے قبول اور اس کے محلوں پر لکھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ایک تعالیٰ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ اس کے بعد حکم ہوا کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے لکھ قلم نے سب کچھ لکھ دیا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جَفَّتِ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ

جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ لکھ کر قلم خشک ہو گیا۔

جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی کنیت ابو محمد رکھی۔ منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خاص قسم کی لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے مناجات کی "اے رب بواسطہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میری اس لغزش کو معاف فرما دے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا "تم نے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم اکو کہاں سے جانا ؟" حضرت آدمؑ نے عرض کیا اسی زمانہ میں جب کہ تو نے مجھے پیدا فرمایا تھا اس وقت میری نظر عرش اور الباب جنت پر پڑی تو لکھا دیکھا۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ محمّد رّسول اللّٰہ میں نے جان لیا کہ ضرور تیرے نزدیک ساری مخلوق سے برگزیدہ ہستی یہی ذات کریم ہوگی جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔" اس پہ ندا فرمائی گئی کہ یہ نبی آخر الزمان ہیں جو تمہاری ذریت یعنی اولاد سے ہیں، ان کا اسم گرامی آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے، اگر یہ نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین کو پیدا نہ کرتا۔ اے آدمؑ میں نے تمہیں انھیں کی طفیل پیدا فرمایا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جبرئیل نے بارگاہ رسالت میں آکر عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے تو تمہیں حبیب بنایا ہے۔ اور میں نے اپنے نزدیک تم سے زیادہ برگزیدہ کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ اور یہ دنیا جہان کو اسی لئے پیدا فرمایا ہے کہ وہ جان لیں کہ میرے نزدیک تمہاری کتنی قدر و منزلت اور مرتبت ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔"

اس کے بعد حق تعالیٰ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشانی آدمؑ میں رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی پشت میں رکھا جو ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ پھر تمام اعضاء میں سرایت کیا اور حق تعالیٰ نے اس نور کی برکت سے آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے اسماء تعلیم فرمائے اور فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔

★★

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی

"تابانیاں"

عالمِ وجود میں آنے سے پہلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم

جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

کتب سابقہ میں نبی آخر الزماں حضور سید عالم کے اوصاف حمیدہ ایسے واضح اور صاف الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں جن سے علمائے اہل کتاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ حضور کے منصب عالی کو اتم یقین کے ساتھ جانتے تھے۔ احبار یہود میں سے عبد اللہ بن سلام مشرف باسلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آیہ یعرفونہ میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی کیا شان ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا۔ اور میرا حضور کو پہچاننا اپنے بیٹوں کے پہچاننے سے بدرجہا زیادہ اتم اور اکمل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیسے۔ انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کی طرف سے اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ان کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف بھیجی ہوئی تورات میں بیان فرماتے ہیں بیٹے کی طرف سے ایسا یقین کس طرح ہو عورتوں کا حال ایسا قطعی کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ماتھا چوم لیا۔ معلوم ہوا کہ اہل کتاب ظاہری اور باطنی طور سے حسب و نسب سے آپ کو پہچانتے تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار ۝

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں۔ عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اور آسمان اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہیں بنایا۔ پاکی ہے تجھے۔

تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اس کائنات میں آنے والے دن ہونے والے واقعات میں تدبر کرتے ہیں وہ اس کی کھلی نشانیاں آنے والے واقعات میں روز روشن کی طرح دیکھتے ہیں کہ کیا ظہور پذیر ہونے والا ہے۔

خلاصۃ السیر میں ہے کہ رسول اللہ صلعم بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملک شام کی طرف گئے۔ مقام بصریٰ میں پہنچے تو بحیرا راہب نے آپ کا حلیہ دیکھ کر پہچان لیا اور دست مبارک پکڑ کر کہا کہ یہ رب العالمین کے رسول ہیں اللہ ان کو انسانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ راہب سے دریافت کیا گیا تم کو اس کا کیسے علم ہوا، راہب نے کہا جب تم لوگ گھاٹی سے نکل کر آرہے تھے تو میں نے دیکھا کہ ہر شجر اور پتھر ان کی طرف کو جھک رہا تھا اور ایسا صرف نبی کے لئے ہی ہوتا ہے ہم نے اپنی کتابوں میں ان کے حالات پڑھے ہیں۔ پھر ابو طالب سے بحیرا نے کہا اگر تم ان کو لے کر شام کو گئے تو یہودی ان کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ راہب کے مشورے سے ابو طالب نے رسول اللہ صلعم کو بصریٰ سے ہی واپس کر دیا (یا ساتھ لے کر واپس لوٹ آئے) دوبارہ حضرت خدیجہؓ کے غلام کو ساتھ لے کر تجارت کی غرض سے آپ ملک شام کو گئے اس وقت سن مبارک پچیس سال کا تھا اور حضرت خدیجہ سے نکاح نہیں ہو پایا تھا، شام میں پہنچ کر ایک راہب کے گرجے کے پاس اترے راہب نے اُوپر سے میسرہ کی طرف جھانک کر دریافت کیا تمہارے ساتھ یہ کون شخص ہے میسرہ نے کہا باشندگان حرم میں سے ایک قریشی شخص ہے۔ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کبھی کوئی اور نہیں اترا۔ بعض روایات میں آیا کہ راہب رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور کہا میں ایمان لے آیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ (ہی نبی) ہیں جن کا ذکر اللہ نے توریت میں کیا ہے، پھر مہر نبوت کو دیکھ کر چوما اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول نبی، امی ہاشمی عربی مکی ہیں آپ ہی صاحب حوض ہیں آپ ہی شفاعت کرنے والے ہیں آپ ہی کے ہاتھ میں لواالحمد ہوگا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ میسرہ نے بیان کیا دوپہر کا وقت ہوا گرمی سخت ہوگئی تو دو فرشتے اتر کر آپ پر سایہ کرنے لگے تاکہ گرمی (اور سورج کی تیزی) سے آپ کو تکلیف نہ ہو آپ اس وقت اپنے اونٹ پر سفر کر رہے تھے حضرت خدیجہ نے میسرہ کا جب بیان سنا تو آپ کے دل میں حضورؐ سے نکاح کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔

سہیلی نے راہب مذکور کے قول کا مطلب اس طرح بیان کیا۔ راہب کی مراد یہ تھی کہ اس وقت اس درخت کے نیچے پیغمبر ہی فروکش ہوا ہے۔ سہیلی کو اس تاویل کی ضرورت اس لئے پڑی کہ انبیاء کے دور کو گزرے ایک طویل مدت (تقریباً پانچسو سال) گزر چکے تھے اتنی طویل مدت کسی ایک درخت کا باقی رہنا بعید از عقل تھا پھر درخت بھی سرراہ تھا آنے جانے والے ضرور اس کے نیچے آرام لیتے رہے ہوں گے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لب راہ درخت کے نیچے کوئی مسافر سوائے نبی کے کبھی نہ اترا ہو۔ سہیلی کی توجیہ ٹھیک ہے لیکن یہ توجیہ لفظ قطّ کے خلاف ہے قطّ کا تو یہ معنی ہے کہ کبھی اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہیں اترا حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی قدرت ہمہ گیر ہے غیر معمولی حالات اللہ کی قدرت سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی کبھی نہ اترا ہو۔ اللہ کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں (سہیلی کی توجیہ کا یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ یہ درخت جس کی عمر دس بیس یا پچاس برس ہے اس مدت میں کوئی شخص کبھی اس کے نیچے نازل نہیں ہوا اس وقت صرف پیغمبر ہی فروکش ہوا اور حسب صراحت توریت اس کے نیچے پیغمبر ہی اتر سکتا تھا) واللہ اعلم یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے یہاں مشیت الٰہی کی قید اُس نورِ فطرت کے لئے نہیں جو ہر انسان میں رکھا ہے بلکہ نورِ قرآن کے لئے ہے جو ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا بجز اس خوش نصیب کے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق نصیب ہو۔ ورنہ انسان کی کوشش بھی بلا توفیق الٰہی بیکار بلکہ بعض اوقات مضر بھی پڑ جاتی ہے۔

اذالم یکن عون من اللہ للفتیٰ فاوّل مایجنی علیہ اجتہادہٗ

یعنی اگر اللہ کی طرف سے بندہ کی مدد نہ ہو تو اُس کی کوشش ہی اُس کو اُلٹا نقصان پہنچا دیتی ہے۔

نورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور امام بغوی ؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے کعب احبار سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر میں آپ کیا کہتے ہیں مثلُ نورہٖ کمشکوٰۃ الآیۃ کعب احبار جو تورات و انجیل کے بڑے عالم مسلمان تھے انھوں نے فرمایا کہ یہ مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی بیان کی گئی ہے۔ مشکوٰۃ آپ کا سینہ اور زجاجہ (قندیل) آپ کا قلب مبارک، اور مصباح (چراغ) نبوت ہے۔ اور اس نورِ نبوت کے اظہار و اعلان سے پہلے ہی اس میں لوگوں کے لئے روشنی کا سامان ہے پھر وحی الٰہی اور اس کے اعلان کا اس کے ساتھ اتصال ہو جاتا ہے تو یہ ایسا نور ہوتا ہے کہ سارے عالم کو روشن

کرنے لگتا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اظہار نبوت وبعثت بلکہ آپ کی پیدائش سے بھی پہلے جو بہت سے عجیب و غریب واقعات عالم میں ایسے پیش آئے جو آپ کی نبوت کی بشارت دینے والے تھے جن کو اصطلاح محدثین میں ارہاصات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ معجزات کا لفظ تو اس قسم کے ان واقعات کیلئے مخصوص ہے جو دعویٰ نبوّت کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پیغمبر کے ہاتھ پہ جاری کئے جاتے ہیں اور جو دعویٰ نبوت سے پہلے جو اس قسم کے واقعات دنیا میں ظاہر ہوں ان کو ارہاصات کا نام دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے بہت سے واقعات عجیبہ روایات سے ثابت ہیں جن کو شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے خصائص کبریٰ میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور دوسرے علماء نے بھی اپنی مستقل کتابوں میں جمع کر دیا ہے۔

متذکرہ بالا تین مثالیں دینے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں نور کل ختم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کا عالم وجود میں ظہور ہونے سے پہلے اس کی تابانیاں برگزیدہ خاندانوں، برگزیدہ شخصیتوں۔ (انبیاء علیہم السلام) کی پیشانیوں سے جلوہ فگن نظر آتی تھیں۔ جس سے کسی قسم کا شک وشبہ ان کو نظر نہیں آتا تھا یہی وجہ تھی کہ جب حضور آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا تو اہل بصیرت کو آپ کے نور کی تجلیاں ارض وسماء میں نظر آتی تھیں۔ جس نے آتش کدۂ ایران کو ٹھنڈا کر دیا اور جس کی جلالت نے قیصر وکسریٰ کے تاج کو سرنگوں کر دیا۔ اور جہاں سے ہر قسم کی ظلمتیں اور تاریکیاں اس طرح دور ہوتی چلی گئیں جس طرح صبح صادق کے وقت سے ہی ہر ذی شعور شخص کو سورج کے طلوع ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ وہ روایات جو اس باب میں بیان کی گئی ہے انھیں جب متذکرہ بالا قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو وہ کسی سند کی محتاج نظر نہیں آتیں کیونکہ حضور کی شان مبارک عقل کی حدوں سے ماورا ہے۔ جس کو نگاہ عشق ہی دیکھ سکتی ہے۔ جہاں تک کہ اس کے عشق کا تقاضا ہے کیونکہ آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام

محبت کل ہیں۔ محبوب خدا ہونے کی وجہ سے۔ لہذا ہماری محبت آپ کے مقام روحانیت کو سمجھنے اور بیان کرنے سے قاصر ہے ویسے بھی محبت ایک ایسا ولولہ اور جذبہ ہے۔ جو ہر شخص اپنے دل اپنے مقدور کے مطابق محسوس کرتا ہے۔ لیکن اسے بیان نہیں کر سکتا اور محبت کرنے والا اپنے محبوب کو کیا سمجھتا ہے وہ وہی بتا سکتا ہے۔ جس کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے نہ تو وہ قال قال کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔ نہ دلائل کے ترازو میں تولا جا سکتا ہے۔ جب آپ ہی کی ذات وجہ کائنات ہے تو یہ مان لینے میں تردد نہیں کرنا چاہیئے کہ جہاں شاہد وہاں مشہود ہے۔ گویا جمال وجلوہ کے انوار و تجلیات سے یہ کائنات بنی ہوئی ہے لیکن اسے محبت کرنے والے جانتے ہیں۔ جن کا اس کے ساتھ تعلق ہے اور وہ اسے بغیر کسی دلیل کے مانتے ہیں اور تقاضائے محبت بھی یہی ہے کہ جب کسی کے ساتھ محبت کی جاتی ہے تو بغیر کسی دلیل کے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ راسخ الایمان رفیق سید الانام سوائے انبیاء کے سب کے بادشاہ امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مبارک میں ارشاد ہے

والذی جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المتقون ۰

اور جو لوگ صدق سے آئے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق جانا تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں جب سرور کونین نے فرمایا کہ میں پیغمبر خدا ہوں تو وہ کسی معجزہ کا مطالبہ کئے بغیر ہی ایمان لے آئے۔ اور جب معراج کی سعادت حاصل ہوئی تو انہوں نے تصدیق کی اور کہا کہ اگر سرور عالم یہ فرماتے کہ تمام اہل خانہ سمیت مجھے معراج حاصل ہوا ہے تو میں یقیناً قبول کرتا۔

ز صدق وصفا گفت او مقتدیٰ   کہ گنجید در غارے با مصطفیٰ

عقل ومحبت کا فرق

جب ابو جہل نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص ایک ہی رات میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس میں جا سکتا ہے اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کر کے رات کو ہی واپس آسکتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ ابو جہل نے کہا کہ تو پھر تمہارے دوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کہتے ہیں۔ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ فرماتے ہیں تو یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔

مولائے رومؒ نے فرمایا

علم نقلی سراسر قیل است وقال

نے ازو کیفتے نے استحال

علامہ اقبالؒ نے

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں

میرے مولا مجھے صاحب جنون کر

محب کو محبوب کی جلوہ گریاں کائنات کے گوشے گوشے اور ذرہ ذرہ میں نظر آتی ہیں

انا بشر مثلکم تک ہی بات نہیں۔ اس کے آگے بھی کچھ ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

ان کا سایہ اک تجلی ان کے نقش پا چراغ

وہ جدھر گزرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

مجھے امید ہے ہر وہ شخص کہ جس کے دل میں محبت سرکار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام موجزن ہے وہ اس باب کو پڑھکر ضرور محظوظ ہوں گے۔ اور ان کے دل میں شوق زیارت جناب احمد مصطفیٰ علیہ التحیہ والسلام پیدا ہوگا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و بارك وسلم

حضرت آدم سے حضرت عبد اللہ تک

چونکہ آدم علیہ السلام انسانِ اوّل تھے اور تمام افراد جو آپ کی اولاد تھے آپ کی صُلب میں ذرات کی صورت میں مجموعی طور پر مندرج تھے اُن ذرات میں سے جو حصہ جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم عنصری کا تھا وہ ایک نورِ عظیم کی شکل میں حضرت آدم کی پیشانی میں چمکتا تھا پھر وہ صلب آدم سے حضرت حوا علیہا السلام کے رحم میں منتقل ہوا۔ وہاں سے پھر شیث علیہ السلام کی صلب میں، اور اسی طرح پاک و مقدس لوگوں کے اصلاب سے نیک و پارسا بیبیوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔ پھر ان پاک ارحام سے نیک و پارسا اصلاب میں آتا رہا اور وہ نور پیشانی در پیشانی منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تک نوبت پہنچی جب وہ جزو نسلی اُن کی صلب میں ودیعت ہوگیا اور اس نور نے ان کی پیشانی سے چمکنا شروع کیا تو آپ اتنے حسین وجمیل نظر آنے لگے کہ قریش کی تمام عورتیں آپ پر فریفتہ و شیفتہ ہوگئیں اور شادی کی درخواست کرنے لگیں۔ لیکن وہ دولت حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کو نصیب ہوئی جس کا ذکر آگے ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کہتے ہیں کہ شام میں یہودیوں کے پاس سفید صوف کا بُنا حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا خون آلود جُبّہ تھا جس کے متعلق انھوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ اس میں سے قطرہ قطرہ خون گرتا رہے گا اور جب سفید ہو جائے گا تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ہونگے، کی ولادت ہوگی۔ جب وہ علامت ظاہر ہوئی تو ان کو تحقیق کی رُو سے حضرت عبداللہ کی ولادت کا علم ہوگیا۔ ابھی یہ چند علامات ہی ظاہر ہوئی تھیں کہ قریش کی ایک جماعت تجارت کی غرض سے شام میں گئی۔ احبارِ یہود اُن سے حضرت عبداللہ کے متعلق پوچھتے تھے اور یہ لوگ حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کی تعریف کرتے تھے اور اس نور کا ذکر کرتے تھے جو ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ احبارِ یہود کہتے وہ نور عبداللہ کا نہیں ہے بلکہ وہ تو محمد بن عبداللہ کا نور ہے جو ان کی صلب سے پیدا ہوں گے اور بتوں کو توڑیں گے۔ جب قریش مکہ ان کی زبان سے ایسی باتیں سنتے تو علامات و امارات جن کا وہ مشاہدہ کر چکے تھے کے سبب کہتے رب کعبہ کی قسم ہے احبارِ یہود سچ کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ پر معاندینِ رسول کا حملہ

جب یہود کو بہ تحقیق یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت عبداللہ پیدا ہو چکے ہیں۔

تو احبار یہود اور ان کے خاندان کے ستر آدمیوں نے باہم عہد کیا کہ مکہ جا کر جب تک حضرت عبداللہ کو قتل نہ کر دیں واپس نہ آئیں گے، چنانچہ رات کو وہ سفر میں رہتے اور صبح کو چھپ رہتے۔ مضافات مکہ میں پہنچ کر موقع کے منتظر رہنے لگے۔ ہر وقت فرصت نگاہ رکھتے۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے حضرت عبداللہ کو صحرائے مکہ میں شکار کھیلتے دیکھ لیا فوراً انھیں ہلاک کرنے کے ارادے سے دوڑے۔ وہب[1] بن عبد مناف کو خبر ہوئی تو عربوں کی ایک جمعیت لے کر حرکت میں آگئے۔ کہنے لگے اس بات کو ہم کیسے روا رکھ سکتے ہیں کہ اشراف قریش میں سے کوئی آدمی احبار یہود کی ذمت پر ہلاک ہو، چنانچہ اپنے مطیع و منقاد لوگوں کی ایک جماعت لے کر حضرت عبداللہ کو چھڑانے کے لئے دوڑے۔ دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت اتری ہے جو اہل زمین سے مشابہ نہیں تھی اور یہود کی اس جماعت کے دفع و قتل میں سعی بلیغ کر رہی تھی۔ وہب نے دیکھا تو فوراً گھر آ کر اپنی بیوی برہ کو حضرت عبداللہ سے اپنی لڑکی آمنہؓ کے نکاح کی پیش کش کے لئے بھیجا جب برہ عبدالمطلب کے پاس گئیں تو غرض و غایت بیان کی۔ عبدالمطلب نے اسے قبول کر لیا اور کہا کہ جس لڑکی کے نکاح کے لئے تم آئی ہو عبداللہ کے سوا اس کا نکاح کسی سے مناسب نہیں چنانچہ اسی جلدی میں حضرت آمنہؓ جو زنان قریش میں عفت و جمال کے لحاظ سے سردار تھیں کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہو گیا

نور مصطفیٰ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں

جب حضرت آمنہؓ کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہوا تو مدت تک وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی میں درخشاں رہا اور اس نور کے اوصاف شام کے اطراف و اکناف میں شہرت تامہ پا گئے تو شاہِ شام کی لڑکی مسماۃ فاطمہ جو اپنے حسن و جمال اور حشمت و جلال میں یکتا تھی اس نور سے اقتباس کرنے کے لئے مکہ آئی اور اپنے حشم و خدم اور لونڈیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ عبداللہ سے ملاقات کی۔ ان کی پیشانی میں نور مصطفیٰ دیکھا تو اس کے عشق سے مجبور ہو کر اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر حضرت عبداللہ سے نکاح کے لئے استدعا کی حضرت عبداللہ نے جب اس کا حسن و جمال کامل اور شوق غالب دیکھا تو اس کی استدعا کو قبول کر لیا لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ کام میرے والد محترم حضرت عبدالمطلب کے مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتا فاطمہ نے بھی اس بات کو پسند کیا۔ جب حضرت عبداللہ

---

[1] وہب جناب ہاشم کے بھائی اور حضرت عبداللہ کی بیوی حضرت آمنہ کے والد تھے۔

رات کو گھر واپس آئے تو حضرت آمنہؓ سے خواہش مجامعت پیدا ہوئی نتیجۃً وہ جزو نسل محمدی آپ کی صلب سے حضرت آمنہؓ کے رحم میں منتقل ہو گیا اور وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی سے غائب ہو گیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ نے فاطمہ شامیہ کا قصہ حضرت عبدالمطلب سے بیان کیا آپ نے رضامندی ظاہر کردی حضرت عبداللہ فاطمہ کے پاس آئے تاکہ اپنے والد کی رضامندی سے اسے اطلاع دیں۔ فاطمہ کو وہ نور ان کی پیشانی میں نظر نہ آیا تو ان کے دل سے دو وساں آہ نکلی پھر کہا اے عبداللہ! وہ نور جو تیری پیشانی میں مجھے محسوس ہوتا تھا اس کا اقتباس کسی اور نے کر لیا ہے اور وہ گوہر جو تیرے وجود کے صدف میں میں نے دیکھا تھا کوئی اور اڑا لے گیا ہے چلتے بنئے کہ اب تجھ سے مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ میری خواہش کا ستارہ ڈوب گیا ہے اور میری آرزو کی چنگاری بجھ گئی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بے نیل و مُرام اپنے وطن مالوف اور مسکن مانوس کو واپس چلی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ جس وقت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو نکاح کے لئے لئے جا رہے تھے تو وہ ایک کاہنہ جس کا نام فاطمہ خشعمیہ تھا کے پاس سے گزرے اس نے حضرت عبداللہ میں نورِ نبوت کا مشاہدہ کیا اور کہنے لگی اے عبداللہ اگر تم مجھ سے اسی وقت مجامعت کر دیں نہیں ایک سو اونٹ دوں گی، حضرت عبداللہ نے جواب دیا اگر بطریق حرام چاہتی ہے تو مجھے منظور نہیں۔ اور اگر بطریق حلال چاہتی ہے تو میرے واپس آنے تک انتظار کر۔ کیونکہ مجھے اس میں کچھ اندیشہ ہے۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہو گیا تو تین دن کے قیام کے بعد دونوں باپ بیٹا اسی جگہ سے گزرے، اچانک انھیں فاطمہ خشعمیہ کا خیال آیا اور اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگی اے جوان! تو نے یہاں سے جانے کے بعد کیا کیا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میرے والد نے حضرت آمنہؓ بنت وہب کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور میں ان کے ساتھ تین روز تک رہا ہوں۔ وہ بولی۔ خدا کی قسم! میں بدکار عورت نہیں ہوں۔ بات یہ تھی کہ میں نے تیری پیشانی میں ایک نور دیکھا تھا اور مجھ میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے لیکن خدا نے جس کی طرف چاہا منتقل کر دیا۔

بوجہ نور مصطفٰے کے جس عورت نے حضرت عبداللہ پر اپنے آپ کو پیش کیا تھا

اس باب میں جو روایتیں اور خبریں ہم کو ملی ہیں ان میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ تھی، بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اور کوئی کہتا ہے فاطمہ بنت مرالخثعمیہ تھی عروہؓ بن زبیر، محمد بن صفوانؓ اور سعید بن محمد بن جبیر کہتے ہیں۔

یہ عورت جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب پر پیش کیا تھا، ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بن نوفل تھی وہ دیکھ کے اپنے لیئے بَر (شوہر) پسند کرتی تھی عبداللہ بن عبدالمطلب (ایک دن اتفاقًا) قتیلہ کے پاس سے گزرے اس نے اپنی ذات سے انھیں تمتع حاصل کرنے کے لیئے بلایا اور ان کا کنارہ دامن پکڑ لیا عبداللہ نے انکار کیا کہ مجھے واپس آجانے دو۔ وہاں سے جلدی جلدی نکل کے آمنہؓ بنت وہب کے پاس آئے اور ان سے ملے چنانچہ حمل ٹھہر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا بطن میں استقرار ہوا لعد کو اس عورت کے پاس لوٹے تو اس کو منتظر پایا، پوچھا۔

تو نے مجھ پر جو پیش کیا تھا آیا اس پر راضی ہے ؟

اس نے کہا۔

نہیں، تو یہاں سے گزرا تھا تو تیرے چہرے پر ایک نور چمک رہا تھا اب واپس آیا تو وہ نور ندارد ہے، بعض لوگ بجائے اس کے یہ روایت کرتے ہیں کہ قتیلہ نے (عبداللہ سے) کہا جس طرح گھوڑے کی پیشانی چمکتی ہے اسی طرح جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان چمک تھی، ایک تابندگی درخشاں تھی، اب جو واپس آیا ہے تو چہرے میں وہ بات نہیں

ابن عباس کہتے ہیں، جس عورت نے عبداللہ بن عبدالمطلب پر جو بات پیش کی تھی وہ ورقہ بن نوفل کی بہن اور خاندان اسد بن عبدالعزیٰ کی ایک عورت تھی۔

ابوالغیاض الخثعمی کہتے ہیں :

عبداللہ بن عبدالمطلب قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جسے فاطمہ بنت مرلو کہتے تھے یہ بہت ہی نوخیز و نوجوان و باعصمت و عفیف و پاکدامن عورت تھی اور اس نے کتابیں بھی

پڑھی تھیں، نوجوانان قریش میں اس کے چرچے تھے، عبداللہ کے چہرے میں اس کو نبوت نظر آئی تو پوچھا: تو کون ہے؟

عبداللہ نے حقیقت بیان کی تو کہا: کیا تو مجھ سے متمع ہونے پر راضی ہے؟ میں تجھے اونٹ دوں گی۔

عبداللہ نے اس کی طرف دیکھ کے کہا۔

الحرامُ فالمماتُ دونَہٗ والحِلُّ لاحِلَّ فاستبینہٗ

مال حرام تو ممکن نہیں، بجائے اس کے مرجانا قبول ہے، اور حلال کی کوئی صورت نہیں کہ اس کی سبیل نکلے)

فکیف بالامر الذی تنوینہٗ

(پھر وہ امر کیونکر ہو جو تیری نیت ہے)

عبداللہ اس کے بعد آمنہ بنت وہب کے پاس جاکے رہے پھر جو (فاطمہ) الخثعمی اور اس کے حسن وجمال کا خیال آیا کہ اس نے ان پر کیا بات پیش کی تھی تو اس کے پاس آئے مگر اب کے مرتبہ اس کی وہ توجہ نہ دیکھی جو پہلی بار دیکھی تھی، پوچھا:

تو نے جو مجھ سے کہا تھا کیا اس پر اب بھی راضی ہے؟

فاطمہ نے جواب دیا قد کان ذالک مرۃً فالیوم لا۔ (وہ ایک مرتبہ کی بات تھی، اب نہیں یہ مقولہ) اسی وقت سے ضرب المثل مشہور ہوگیا،

اس نے یہ بھی پوچھا۔

میرے بعد تو نے کیا کیا؟

عبداللہ نے کہا: میں اپنی بیوی آمنہؓ بنت وہب سے ملا،

اس نے کہا: خدا کی قسم میں ایسی عورت نہیں جس کے چال چلن میں شک وشبہ کی گنجائش ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے تیرے چہرے میں دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہے چاہا تھا کہ یہ نور مجھ میں آجائے مگر خدا نے جو چاہا اور اس نے اس کو وہیں منتقل کیا جہاں ہونا تھا۔

فاطمہ نے عبداللہ پر جو پیش کیا تھا اور عبداللہ نے اس سے انکار کیا تھا نوجوانان قریش کو بھی اس کی خبر ملی، انھوں نے اس سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا:

انی رایت مخیلۃ عرضت فتلالات بحناتم القطر

(میں نے دیکھا ایک گھٹا سامنے ہے جو تیرہ و تار (یعنی بابرکت ابر باراں سے روشن ہو گئی ہے ۔

فلما لہا نور یضئی لہ ماحولہ کاضاءۃ الفجر

اس کی پیشانی میں ایک ایسا نور ہے جس سے اس کے اردگرد اسی طرح روشنی ہو رہی ہے جس طرح صبح صادق کی روشنی ہوتی ہے

ورأیتہ شرفا البوع بہ ما کل قادح زندہ یوری

(میں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی عزت ہے جو مجھے حاصل کرنی چاہیے لیکن ہر شخص جو چقماق جھاڑتا ہے ضروری نہیں کہ وہ کامیاب ہی ہو)

للہ ما رھریۃ سلبت ثوبیک ما استلبت وما تدری

(قبیلہ بن زہرہ کی وہ خاتون کیسی خوش نصیب ہے جس نے اے عبداللہ تجھ سے یہ دولت حاصل کر لی اور تجھے خبر تک نہ ہوئی)

اسی سلسلہ میں اس نے یہ بھی کہا ۔

بنی ھاشم قد غادرت من اخیکم امینۃ اذ للباہ یعتلجان

(اے بنی ہاشم تمہیں خبر بھی ہے تمہارے بھائی کا نور وضو (چھوٹی سی آمنہ نے اس سے لے لیا)

کما غادر المصباح بعد خبتوہ فتائل قد میثت لہ بدھان

(اس کی مثال ایسی ہے جس طرح چراغ کے بجھ جانے کے بعد بتیاں اس کے روغن میں تر رہتی ہیں)

وما کل ما یحوی الفتی من تلادہ بحزم ولا فاتہ لتوانی

(انسان جو کسی متاع کہن پر حاوی ہو جائے تو یہ ہمیشہ اس کے عزم و دور اندیشی کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہیئے اور جو بات اس سے رہ گئی اس کو اس کی سستی و غفلت ہی پر محمول نہ کرنا چاہیئے۔

فاجمل اذا طالبت امرا فانہ سیکفیکہ جدان الصطرعان

جب تو کسی امر کا طلبگار ہو تو اس میں خوبی اور خوش اسلوبی کو ملحوظ رکھ کر دو باہم آویز نصیبوں کے نتائج تجھے کفایت کریں گے۔

سیکفیکہ اما ید مقضعلۃ واما ید مبسوطۃ بنات

(جو مٹھی بند ہے یا جو کھلے ہوتے ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیرے لئے کافی ہوگا اور عنقریب کافی ہوگا۔

ولما قضت منه آمینۃ ما قضت　　فنا بصری عنه وکلّ لسانی

چھوٹی سی آمنہ نے جب اس سے فراغت حاصل کر لی تو پھر اس نوجوان کی جانب سے میری بصارت کند اور زبان گونگی ہوگئی یعنی اس واقعہ کے بعد اس کی طرف مجھ کو رغبت نہیں رہی۔

ابویزید مدنی کہتے ہیں :

مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس نے دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور تاباں ہے کہ اس کی چمک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے، یہ دیکھ کے اس نے عبداللہ سے کہا۔

ھَل لکَ فیَّ (کیا تو مجھ سے تمتع اٹھانے میں راغب ہے؟)

عبداللہ نے کہا

نعم وحتّیٰ ارمی الجمرہ (ہاں مگر میں پہلے رمی جمرات کر لوں)

عبداللہ نے یہ کہہ کے رمی جمرات کے مناسک ادا کیے، پھر اپنی بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس گئے پھر وہ خثعمیہ عورت یاد آئی تو وہاں پہنچے، اس نے پوچھا :

ھَل اتیتَ امرأۃً بعدی (کیا میرے بعد تو کسی عورت کے پاس گیا ہے)

عبداللہ نے کہا : ہاں

فَلاحاجۃ لی فیک اِنّک مررت وبین عینیک نورٌ ساطعٌ الی السماء فلما وقعت علیھا وھب، فاخبرھا انھا حملت خیرا ھل الارض۔

(اب مجھے تیری ضرورت نہیں جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تابفلک تاباں تھا، جب اس سے ملا تو وہ نور جاتا رہا اس کو اطلاع دے دے کہ وہ بہترین اہل زمین کی حاملہ ہے)

حمل آمنہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی تھیں۔

ہم لوگ سنا کرتے تھے کہ آمنہ بنت وہب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاملہ ہوئیں تو کہتی تھیں

مجھے یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں حاملہ ہوں، نہ ویسی گرانی کا احساس ہوا جیسی عورتوں کو ہوا کرتی ہے البتہ بات ایام کی بندش تھی وہ بھی گاہے بند ہو جاتے گاہے عود کر آتے۔

ایک مرتبہ میں سوتے جاگتے کی درمیانی حالت میں تھی کہ آنے والے نے آ کے مجھ سے کہا:

تو نے محسوس بھی کیا کہ تو حاملہ ہے؟

میں نے گویا اس کا یہ جواب دیا۔

میں کیا جانوں

اس نے کہا:

تو اس اُمت کے سردار اور پیغمبر کی حاملہ ہے اور یہ واقعہ یعنی استقرار حمل دوشنبہ کو ہوا ہے

آمنہ کہتی ہیں کہ یہی بات تھی جس نے مجھ کو حمل کا یقین دلایا۔ پھر ایک زمانہ تک سکوت رہا تاآنکہ ولادت کا وقت قریب آیا تو وہی پھر آیا اور اس نے کہا:

کہہ: أُعِيذُهُ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ (میں ہر ایک حاسد کے شر سے اس بچہ کے لئے خدائے واحد و صمد سے پناہ مانگتی ہوں)

آمنہ کہتی ہیں:

میں (اس تعلیم کے مطابق) یہی کہا کرتی تھی عورتوں سے تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا اپنے دونوں بازوؤں اور گلے میں لوہا لٹکا لے، لوہا لٹکا تو لیا مگر یہ چند ہی روز لٹکا رہا پھر میں نے اس کو کٹا ہوا پایا تو پھر نہ لٹکایا

زہری کہتے ہیں۔

آمنہ کہتی تھیں کہ میں حاملہ ہوئی تو وضع حمل تک کسی قسم کی مشقت نہ پائی۔

ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں: آمنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاملہ ہی تھیں کہ انھیں حکم ملا، احمد نام رکھنا۔

حضرت عبد اللہ کی وفات

محمد بن کعب اور ایوب بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں۔

قریش ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ کہ ملک شام میں تجارت کے لئے جا رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بھی نکلے اور غزہ تک گئے اہل قافلہ تجارت سے فارغ ہو کے واپس آئے مگر حضرت عبداللہ نے یثرب مدینہ کے قریب وصال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی ارسل الینا شاھدًا ومبشرًا و نذیرًا و داعیا الیٰ اللہ باذنہ سراجًا منیرًا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تسلیمًا کثیرا

ربنا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لاالضالین ط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

ابوجعفر محمدؐ بن علیؓ کہتے ہیں۔

ماہ ربیع الاوّل کی دس شبیں گزریں تھیں کہ دوشنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اصحاب فیل اس سے پہلے نصف ماہ محرم میں آچکے تھے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور واقعہ فیل کے درمیان پچپن شبیں گزر چکی تھیں۔

محمد بن عمر کہتے ہیں ابومعشر نجیح المدنی کہا کرتے تھے۔

ماہ ربیع الاوّل کی دو شبیں گزری تھیں کہ دوشنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں۔

تمہارے پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عقلمۃ بن الفواء، عبداللہ بن عباس محمد بن کعب، عمران بن مناح، سعید بن جمیر، بنت ابی تجراۃ، اور قیس بن مخرمہ کہتے ہیں؛

رسول اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے (یعنی جس سال اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا اور ابرہہ نے کعبہ شریف زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً پر چڑھائی کی اسی سال آنحضرت صلواہ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی)

ابن عباس کہتے ہیں؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفیل میں پیدا ہوئے یوم الفیل سے عام الفیل مراد ہے۔

زہری محمد بن کعب القرظی المسور ابو رجرہ، مجاہد، ابن عباسؓ جن کی روایتیں باہم مخلوط ہوگئی ہیں کہتے ہیں آمنہ بنت وہب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) نے کہا۔

میں اس بچے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بار دار ہوئی تو وضع حمل تک میں نے کوئی مشقت محسوس نہ کی۔ مجھ سے جدا ہونے پر ایک ایسا نور ان کے ساتھ ہی نکلا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اس کی روشنی پھیل گئی بعد کو اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے زمین پر آئے تو ایک مشت خاک لے کے آسمان کی جانب سر اٹھایا۔

بعض کہتے ہیں۔

زمین پر آئے تو اپنے دونوں زانوؤں پر جھکے ہوتے تھے، سر آسمان کی جانب بلند۔ ان کے ساتھ ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ شام کے محل و بازار روشن ہوگئے حتیٰ کہ میں نے بُصریٰ میں اُونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے کہا۔

ان کے پیدا ہوتے ہی مجھ سے ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ ملک شام کے قصر و ایوان اس سے روشن ہوگئے، پیدا ہوئے تو پاک وصاف و طاہر و مطہر پیدا ہوتے، زمین پر آتے تو فرش خاک پر اپنے ہاتھ کے سہارے بیٹھے ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق ابن القبطیہ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ السلام کی والدہ کہتی تھیں۔

میں نے دیکھا کہ گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے کہ زمین اس سے روشن ہوگئی ہے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی والدہ سے پیدا ہوتے تو پتھر[1] کے ایک کونڈے کے نیچے انھیں الٹا دیا گیا مگر کونڈا پھوٹ گیا، میں نے دیکھا تو وہ آنکھ پھاڑ کے آسمان

---

[1] پتھر کا کونڈا، اصل میں برمہ کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں قدر من الحجارۃ، پتھر کی دیگ۔

کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ابوالعجفا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے پیدا ہوتے وقت میری والدہ نے دیکھا کہ ان سے ایسا نور تاباں ہے کہ بصریٰ کے قصر و ایوان روشن ہو گئے ہیں۔

ابوامامۃ الباہلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری والدہ نے دیکھا گویا ان سے ایسا نور برآمد ہوا ہے جس سے شام کے قصر و ایوان روشن ہو گئے۔

حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں اور دونوں زانوؤں پر ٹیک لگائے آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ختنہ شدہ ناف بریدہ تھے۔ عبدالمطلب کو اس پر مسرت آمیز تعجب ہوا۔ ان کے نزدیک رسول اللہ علیہ وسلم کی قدر بڑھ گئی اور انھوں نے کہا۔

میرے اس لڑکے کی ایک خاص شان ہوگی، چنانچہ فی الواقع آنحضرت ﷺ کی خاص شان ہوئی۔

یزید بن عبد اللہ بن زمعہ کی بہن کہتی ہیں۔

آمنہ بنت وہب کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آمنہ نے عبدالمطلب کو خبر کرائی خوشخبری دینے والا ایسے وقت میں ان کے پاس پہنچا کہ وہ حجر[1] میں اپنے بیٹوں اور قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے، اطلاع دی کہ آمنہ کے لڑکا پیدا ہوا، عبدالمطلب خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب اٹھے آمنہ کے پاس آئے تو جو کچھ انھیں نظر آیا تھا، جو ان سے کہا گیا تھا اور جس کا حکم ملا تھا عبدالمطلب کو سب کچھ سنا دیا، عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کو لئے ہوئے کعبہ میں آئے وہاں کھڑے ہو کر خدا سے دعا کی اور خدا نے جو نعمت بخشی اس کا شکر کرتے رہے۔

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس دن عبدالمطلب نے یہ کہا تھا۔

---

[1] حجر وہ مقام جس پر حطیم شامل ہے جو شمالی جانب سے کعبہ کو محیط ہے۔

الحمد للّٰہ الذی اعطانی　　　　ھذ الغلام الطیّب الاردان

(اور ہر طرح اور ہر قسم کی حمد و ثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے یہ پاکدامن لڑکا عنایت فرمایا)

قد ساد فی المھد علی الغلمان　　　　اعیذہ باللّٰہ ذی الارکان

(یہ وہ لڑکا ہے کہ گہوارہ ہی میں تمام لڑکوں پر سردار ہوگیا اس کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔

حتیٰ اراہ بالغ البنیان　　　　اُعیذُہ من شرّ ذی شنئان

(میری خواہش ہے کہ اس کو تابہ بنیاد رسیدہ دیکھوں، میں اس کی نسبت بغض رکھنے کے اور اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں)

من حاسدٍ مضطرب العنان

(میں اس حاسد سے پناہ مانگتا ہوں جو مضطرب العنان ہو، یعنی ایک روش پر اسے قرار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

خیثمہ کے آزاد غلام سہل، مریس کہ نصرانی تھے اور انجیل پڑھا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت موجود ہے کہ وہ اسماعیل خاندان سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔

ابو جعفر محمد بن علیؓ سے روایت ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز لبطن مادر ہی میں تھے کہ۔

آمنہ کو حکم ہوا:

ان کا نام محمد رکھنا۔

محمد بن علی، یعنی ابن الحنفیہؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو یہ کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرا نام احمد رکھا گیا۔
جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ کہتے سنا۔ میں محمّد ہوں، احمد ہوں حاشرؐ ہوں، ماحی ہوں، خاتم ہوں عاقب ہوں۔

لے احاشروہ پیغمبر جو قرب قیامت کے زمانے میں مبعوث ہو۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وعن ابی ھریرۃ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ من صَلّٰی عَلَیَّ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرًا (رواہ مسلم ابو داؤد وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم وکذا فی الترغیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود شریف بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اور سب تعریف واسطے اللہ کے لئے ہے جو پروردگار ہے عالموں کا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُوْرِ الْھُدٰی وَالْقَآئِدِ اِلَی الْخَیْرِ وَالدَّاعِیْ اِلَی الرُّشْدِ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَاَمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَکَ وَنَصَحَ لِعِبَادِکَ وَتَلَا اٰیَاتِکَ وَاَقَامَ حُدُوْدَکَ وَوَفٰی بِعَھْدِکَ وَاَنْفَذَ حُکْمَکَ وَاَمَرَ بِطَاعَتِکَ وَنَھٰی عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَوَالٰی وَلِیَّکَ الَّذِیْ تُحِبُّ اَنْ تُوَالِیَہٗ وَعَادٰی عَدُوَّکَ الَّذِیْ تُحِبُّ اَنْ تُعَادِیَہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

الٰہی درود بھیج اوپر سردار ہمارے محمد کے جو نور ہدایت ہیں اور کھینچنے والے طرف نیکی کے اور بلانے والے طرف راستی کے نبی رحمت کے اور امام پرہیز گاروں کے اور رسول پروردگار عالموں کے نہیں کوئی نبی بعد آپ کے جیسا پہنچایا پیغام تیرا اور نصیحت کی واسطے بندوں تیرے کے اور پڑھیں آئتیں تیری اور کھڑا کیا حدود تیرے کو اور پورا کیا عہد تیرے کو اور جاری کیا حکم تیرا اور امر کیا ساتھ طاعت تیری کے اور منع کیا گناہ تیرے سے اور دوستی کی اس دوست تیرے سے کہ دوست رکھتا ہے تو یہ کہ دوستی کرے تو اس سے اور دشمنی کی اس دشمن تیرے سے کہ دوست رکھتا ہے۔ تو یہ کہ دشمنی کرے تو اس سے اور درود اللہ کا اوپر سردار ہمارے محمد کے۔

آیۂ میثاق

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ط قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری ط قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین فمن تولیٰ بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون o

یہ آیہ کریمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت فضل وکرامت پر دلالت کرتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پہ لاکھوں درود اور سلام، آپ کی ذات وجہ کائنات، تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت آپ کے لئے اللہ مجدہ، تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ اگر ان کی موجودگی میں آپ تشریف فرما ہوں تو ان پر لازم ہے کہ وہ آپ کی رسالت پر ایمان لائیں اور امت میں شمولیت کا شرف حاصل کریں۔ اور آپ کے دین کی تائید ونصرت کریں۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں سے عہد لیا۔ یہ آیۃ کریمہ رب العزت کی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار کرتی ہے۔ اس کے جلووں میں محبوب اور محبوب کے جلووں میں وہ نظر آتے ہیں۔ بظاہر دو ذاتیں ہیں۔ مگر چاہنے والوں کی نگاہیں محبوب اور محب میں کوئی فرق نہیں دیکھتیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

میں تو مالک ہی کہونگا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا
وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے
وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

یہ راز ونیاز کی باتیں وہی جانتے ہیں۔ جن کی گردن میں ان کی غلامی کا پٹہ ہے اور جن کی نگاہیں شافع محشر، ساقی کوثر کی سرگیں نگاہوں سے فیض یاب ہیں۔ آپ کی شان نبوت اور رسالت اس آیہ میثاق سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کی ہی ذات ابتداء اور آپ ہی ذات انتہا۔ جب آپ آچکے تو دین مکمل ہوگیا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً جب دین مکمل ہوگیا تو پھر کسی اور کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس آیۂ کریمہ آپکے ختم رسالت کی واضح دلیل ہے

جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ تو آیۂ میثاق کے ماتحت آپ ہی کے امتی بن کر آئیں گے۔ اور وہ بھی قرآن حکیم اور آپ ہی کے احکام شریعت پر عمل کرینگے۔ اور دوسروں کو بھی تلقین کریں گے آپ سے پہلے دعوت حق قریہ قریہ تھی۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ کی نبوت اور رسالت تمام عالموں کے لئے ہے جس کی تائید پہلے انبیاء علیہم السلام کرتے چلے آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے تین عہد ہیں۔ پہلا الست بربکم کے تحت کیا گیا۔ اس عہد کا مقصد یہ تھا کہ تمام بنی نوع انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھیں۔ دوسرا عہد۔ واذاخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الیٰ آخرہ۔

تیسرا عہد

واذاخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ط قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم اصری ط قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین ہ فمن تولیٰ بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون ہ

حضرت سیدنا علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں سرور عالم و عالمیان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور کی رسالت پر ایمان لا کر آپ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور کے دین کی تائید و نصرت کرے اور تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔

السید المحقق محمود الالوسی صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں۔ ومن ھنا ذھب العارفون الیٰ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ھو النبی المطلق والرسول الحقیقی والمشرع الاستقلالی وان من سواہ من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فی حکم التبعیۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبی مطلق رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور جملہ دیگر انبیاء حضور علیہ السلام کے تابع ہیں (روح المعانی)

شب معراج تمام انبیاء کرام کا بیت المقدس میں مجتمع ہو کر حضور فخر کائنات کی امامت میں حضور کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا اسی بلند مرتبت عہد کی عملی توثیق تھی۔ اور امام الانبیاء والمرسلین کی عظمت شان اور جلالت قدر کا صحیح اندازہ قیامت کے روز ہوگا جب ساری مخلوق خوف خدا سے لرزہ براندام ہوگی اور

مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا رلوار حمد ہاتھ میں لیئے مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ اللّٰھم صل علیٰ حبیبک و صفیک صاحب لواء الحمد والمقام المحمود و بارک وسلم۔

اور حضور کو خبر دی گئی ہے کہ جو آدم علیہ السلام سے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم تک بھیجا گیا اس سے عہد و پیمان لیا گیا ہے۔ جمہور مفسرین کا مذہب یہی ہے کہ آیۃ کریمہ میں "رسول" سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدس ہے۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا جس سے حضور اکرم کے اوصاف نہ بیان کئے گئے ہوں اور اس سے آپ کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اس پر عہد و پیمان نہ لیا گیا ہو کہ تم اگر آپ کا زمانہ پاؤ تو آپ پر ایمان لانا لازمی ہے۔ جب نبیوں سے یہ عہد و پیمان لیا گیا تو انہوں نے اپنے اپنے امتیوں سے بھی یہی عہد و پیمان ضرور لیا ہوگا۔ چونکہ انبیاء کرام اصل اور متبوع ہیں اس لئے آیت میں انھیں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔

سیدنا علی ابن ابی طالب اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس پر عہد لیا گیا کہ اگر تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پاؤ تو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا بعض فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک عہد لیا کہ وہ نبی اپنی اپنی امتوں سے عہد لیں کہ جب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوں تو تم سب ان پر ایمان لے آنا۔ اور اس طرح اپنے بعد آنے والے کو بتاتے رہنا یہاں تک کہ یہ عہد حضور اکرم کے زمانے کے اہل کتاب یہودیوں تک پہنچا جب حضور اکرم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو یہود آپ کی تکذیب کرنے لگے۔ اس وقت حضور ان کو عہد میثاق کی یاد دہانی کرانے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور وہ جنہوں نے یہ اخذ کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ وہ اپنی امتوں سے ایسا عہد لیں" اس سے یہ حجت پکڑی ہے کہ حضور کے مبعوث ہونے کے بعد اہل کتاب پر فرض ہو گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام، حضور اکرم کی بعثت کے وقت سب کے سب دنیا سے گزر چکے تھے۔

لہٰذا متعین ہو گیا کہ میثاق امتوں پر ماخوذ ہے۔ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی کر رہا ہے کہ فرمایا۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ تو جو اس عہد سے روگردانی کرے تو وہی فاسقوں میں سے ہے۔

ایسا وصف انبیاء کے لائق نہیں ہے بلکہ امت کے لائق ہے اس کا یہ جواب دیا گیا کہ اس آیت میں مراد بر طریق فرض و تقدیر ہے۔ مطلب یہ کہ اگر بفرض و تقدیر انبیاء ظاہراً حیات ہوں تو ان پر واجب ہے کہ وہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائیں نہ یہ کہ اس کا وقوع ان کے وجود کے درمیان ہونے کی خبر دینا ہے اور بہت سے احکام بفرض و تقدیر آئے ہیں۔ جیسے کہ۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل اکارت ہو جائیں گے) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (اور اگر کوئی ہم پر اپنے موضوں کی باتوں کی نسبت کرے) وَمَنْ يَّقُلْ اِنِّیْ اِلٰهٌ (الآیات (اور کوئی کہے میں معبود ہوں) تو یہ سب بفرض و تقدیر کی مثالیں ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف اور کرامت کے اظہار کے لئے اتنا ہی کافی ہے: جب کلام کی بنیاد فرض و تقدیر پر ہے تو حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ جو کوئی اس کے بعد روگردانی کرے تو وہی فاسقوں میں سے ہے" یہ بھی درست ہے۔ نیز جب نبیوں کو حکم فرمایا اور ان سے یہ عہد لیا بر تقدیر حیات، تو امتیوں پر اس کا وجوب بطریق اولیٰ ہوگا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ اور فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اس کی نسبت امتوں کے ساتھ ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام سے اخذ میثاق، اور ان پر تاکید و تقریر اور تشدید فرمانا مقصود میں زیادہ قوی و داخل ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بر تقدیر حیات انبیاء علیہم السلام ان کے زمانہ میں ان کی طرف مرسل ہیں لہذا آپ کی نبوت و رسالت عام ہے۔ اور تمام مخلوق کے لئے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے قیامت تک شامل ہے اور تمام نبی اور ان کی امتیں سب آپ کی امت ہیں۔

حضور انور کا ارشاد کہ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں" اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ اور نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام لوگوں کی طرف" تو یہ ارشادات آپ کے زمانہ مبارک سے قیامت تک ہی کے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام سے آپ کے لئے اخذ میثاق اس لئے فرمایا گیا تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ آپ ان سب پر مقدم و معظم ہیں۔ اور آپ ان سب کے نبی و رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم لہذا اے طالبان صادق الصاف سے غور و فکر کرو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم حق تعالیٰ کی جانب

سے کتنی عظیم ہے۔ جب تم اسے جان لوگے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ سب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہیں اور آپ نبی الانبیاء ہیں۔ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اسی جگہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ جیسا کہ فرمایا۔

آدَمُ وَمَنْ دُونَهُ تَحْتَ لِوَائِی (آدم اور ان کے سوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے)

اور بالفرض اگر تمام نبی حضور کے ساتھ آپ کے زمانہ میں ہوتے یا حضورؐ ان کے زمانہ میں ہوتے تو وہ سب آپ پر ایمان لاتے۔ اور آپ کی مدد کرتے۔ اسی لئے فرمایا لَوْ كَانَ مُوسٰی حَیًّا مَا وَسِعَهُ اِلَّا اِتِّبَاعِی اگر موسیٰ دنیاوی حیات میں زندہ ہوتے تو ان کو بجز میری اتباع کے کوئی چارہ نہ ہوتا اور یہ اسی میثاق کی بناء پر ہوتا جو ان سے لیا گیا لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آپ کی شریعت پر تشریف لائیں گے حالانکہ وہ عزت وکرامت والے اور اپنی نبوت پر باقی ہیں اور ان سے کسی چیز کی کمی نہیں کی گئی۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کرام کی حیثیت ہے وہ اپنی نبوت اور امامت کے باوجود آنحضرتؐ کی امت میں ہیں۔ لہٰذا آپ کی نبوت اکمل و اتم اور اعظم ہے (مدارج النبوت)

یہ اللہ مجدہٗ تعالےٰ کا ہم پر احسان عظیم ہے۔ کہ جہاں اس کی ذات نے اور بہت سے احسانات کئے وہاں ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔

سراجاً منیراً نگارِ مدینہ

تجلّی مکّہ بہارِ مدینہ

۱۔۔۔ عالم غیب کی وہ حقیقتیں جو عقل و خرد کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ یعنی گواہی دینے والے۔

۲۔۔۔ اہل طاعت، اور ایمان والوں کو جنت کی بشارت دینے والے۔
اور اہل محبت کو دیدار محبوب کی خوشخبری دینے والے۔

۳۔۔۔ نافرمانوں کو بروقت آگاہ کرنے والے۔

۴۔۔۔ کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لانے والے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔۔۔ آفتاب بھی، اور آفتاب عالم تاب روشن اور اتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور و ضیا کا منبع و مصدر بنا دینے والا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہ ارشاد نقل ہے کہ قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ قبر میں ابتداءً تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا دوسری حدیث میں نقل ہے کہ مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن پل صراط کے اندھیرے میں نور ہے۔ جو یہ چاہے کہ اس کے اعمال بہت بڑی تعداد میں ترازو میں تلیں تو اسے چاہیے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سب سے زیادہ نجات پانے والا قیامت کے دن اسکے ہولوں اور اس کے مقامات سے وہ شخص ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

ایک حدیث میں حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہونگے۔ ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے۔ دوسرا جو میری سنت کو زندہ کرے تیسرا وہ جو میرے اُوپر کثرت سے درود شریف پڑھے۔

علامہ سخاوی نے قول بدیعہ میں الدّر المنظم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تم میں سے کثرت سے درود پڑھنے والا کل قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الْحُكْمِ وَالْحِكْمَةِ السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ الْمَخْصُوْصِ بِالْخُلُقِ الْعَظِيْمِ وَخَتْمِ الرُّسُلِ ذِي الْمِعْرَاجِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ السَّالِكِيْنَ عَلٰى مَنْهَجِهِ الْقَوِيْمِ

الٰہی درود بھیج اُوپر سردار ہمارے اور مولا ہمارے محمدؐ کے جو نبی حکم اور حکمت کے ہیں چراغ روشن خاص کئے گئے ساتھ خصلت بزرگ کے اور ختم کرنے والے رسولوں کے صاحب معراج کے اور اُوپر آل انکی کے اور اصحاب ان کے اور پیروان انکے کے جو چلنے والے ہیں اوپر راہ روشن سیدھی کے

حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اُسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود شریف پہنچاتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

درود شریف کے فضائل کا مطالعہ کرنے اور اس پر عمل کرنے سے راقم پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ درود وسلام پڑھنے سے ایک ایسا نور پیدا ہوتا ہے جو درود شریف پڑھنے والے اور حضور

کے درمیان تمام حجابات اٹھا لیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک درود پڑھنے والے کا خود ملاحظہ فرماتی ہے۔

(القرآن)

انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لایمسہ الا المطھرون ٥

کیونکہ درود پاک بھی فرمان خداوندی کے تحت پڑھا جاتا ہے اسمیں بھی وہی مخفی طاقتیں اور نورانیت ہے جو کلام الٰہی میں ہے۔ اس کے پڑھنے میں وہی ادب اور احترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے اس سے وہ حجابات جو ہمارے اور آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ہیں اٹھ جائیں گے اور نسبت احسان جاری وساری ہو جائے گی۔ شاہد اور مشہود کے جلووں کا پڑھنے والا نظارہ کریگا۔

میاں عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اعمال سے بالخصوص جو آپ پر درود اور سلام پڑھتے ہیں ملاحظہ فرماتے ہیں جس کا باب احسان میں تذکرہ کیا جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی رُوْحِہٖ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی مَوْقِفِہٖ فِی الْمَوَاقِفِ وَعَلٰی مَشْھَدِہٖ فِی الْمَشَاھِدِ وَعَلٰی ذِکْرِہٖ اِذَا ذُکِرَ صَلٰوۃً مِّنَّا عَلٰی نَبِیِّنَا اَللّٰھُمَّ اَبْلِغْہُ مِنَّا السَّلَامَ کَمَا ذُکِرَ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُہٗ ٥

الٰہی درود بھیج اُوپر جسم انکے بیچ جسموں کے اور اُوپر روح کے بیچ روحوں کے اور اوپر جگہ کھڑے ہونے کے بیچ جگہوں کے اور اوپر جگہ حاضر ہونے ان کے بیچ مشاہدوں کے اور اوپر ذکر ان کے جب ذکر کئے جائیں درود ہماری طرف سے اُوپر نبی ہمارے کے۔ الٰہی پہنچا ان کو مجھ سے سلام جیسا ذکر کیا گیا سلام اوپر نبی کے اور رحمت اللہ تعالیٰ کی اور اس کی برکات۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ، ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: تذکرہ اُس نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کی شان مبارک میں اللہ مجدہ، تعالیٰ نے فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک ۔ اے محبوبؐ اگر میں تمہیں نہ پیدا فرماتا تو یہ کائنات بھی نہ بناتا ۔ یہ سب کچھ تیری ذات بابرکات کا صدقہ ہے ۔ یہ چاند سورج گردش شام وسحر تمہارے نقش پاکی تلاش میں ہیں ۔ تیری ذات کو میں نے اپنی ذات کا مظہر بنایا ہے ۔ میری شان کریمی، تیری شان جمال میں ظہور پذیر ہے ۔ تیرے ہی صدقے میں گنہگاروں اور سیاہ کاروں کو نوازونگا ۔ اور تیرے چاہنے والوں کو مقام محمود پر تیرے سایہ دامان میں جگہ دوں گا ۔ اس کائنات کا نقطۂ مرکز تیری ذات ہے ۔ حدیث قدسی ہے کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا .... میں اور میرے فرشتے تیری ذات پر درود وسلام بھیجتے ہیں ۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور ہم نے مومنوں کو بھی حکم فرمایا ہے کہ آپ پر درود وسلام کا تحفہ بھیجیں ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اگر تم میرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو ۔ اور جس کے صدقے میں ہم ایمان والوں پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور جن کے لئے ہمارے فرشتے مغفرت طلب کرتے ہیں ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ

آپ ہی کے نور سے عرش کرسی لوح وقلم ۔ ملائکہ ، انبیاء علیہم السلام اور کائنات پیدا فرمائی گئی ۔ جیسا کہ پہلے باب میں مختلف کتب ہائے سیر کے اقتباسات تحریر کئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ وہ نورِ کل پردوں میں ہونے کے باوجود عارفوں کو جن جن پشتوں اور جن جن پاک رحموں سے گذر کر عالم وجود میں آیا اس کی تابانیاں نظر آتی رہیں حدیث اخرجت من الاصلاب الطاھرات الی الارحام الطاھرات ۔ مجھے اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرکے عالم ظہور میں لایا گیا ۔

خالقِ کائنات کا یہ احسان عظیم ہے ۔ بنی نوع انسان کا نجات دہندہ اور اس کائنات میں بسنے والے ہر ذی روح کیلئے باعث رحمت نور کو پہلے پیدا فرمایا ۔ اور پھر جہاں اس نے تمام ارواح سے الست بربکم کا عہد لیا وہاں انبیاء علیہم السلام سے اس نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے بھی عہد لیا ۔ آیہ میثاق ۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اٰتیتکم من کتاب

وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہٖ ولتنصرنہ'
(اے محبوب یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد و پیمان لیا تھا کہ جس وقت میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر وہ رسولؐ تشریف لائے جو تمہارے پاس کی ہر چیز کی تصدیق کرنیوالا ہے تو اسوقت تم اس رسولؐ پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا یعنی اپنی اُمتوں کو واضح طور پر کہنا کہ اگر ان کے زمانے میں میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو اس کی اطاعت کریں یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی آپ کی اقتداء کرنے کا عہد لیا۔ جیسا کہ اُوپر مذکور ہے۔ جسکی شان مبارک میں اللہ مجدہ' نے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللہ (کہہ دیجئے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے تو تم میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنائے گا) دوسری جگہ فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات جہاں وجہ کائنات ہے وہاں محبت الٰہی کا سرچشمہ اور بنیاد ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم (تحقیق تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں میں سے مبعوث کئے گئے ہیں کہ تمہاری تکلیف اُن پہ شاق گزرتی ہے۔ تمہاری بھلائی کے خواہشمند ہیں اور مومنوں کے لئے رؤف رحیم ہیں) مندرجہ بالا دونوں آیتوں جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے جس میں اللہ مجدہ' تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب کی محبت اور پیروی ہی میری خوشنودی اور میری بارگاہ میں مقبولیت کا باعث بن سکتی ہے وہاں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اوصاف عطا فرمادے جیسا کہ مالعبد آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم" میں آپ کے اوصاف حمیدہ اور آپ کی نیکی کی خو کو واضح طور پر بیان فرمایا پھر فرمایا لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم اٰیتہٖ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ (درحقیقت ایمان لانے والوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسول اٹھایا جو انھیں اسکی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) اس محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور اس سے فیض یاب ہونے کے لئے اللہ مجدہ' تعالیٰ نے راہ بتائی کہ کس طرح تم اس کے وسیلے سے یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ میرے تک پہنچ سکتے ہو۔ کیونکہ آپ کی ذات قد جاءکم من اللہ نور کا مظہر اتم ہے یعنی عین نور ہے۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ واضح طور پر

سورہ احزاب میں فرمایا انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا وداعیا الی اللہ باذنہٖ وسراجًا منیرًا ہ اس نور کے چراغ سے روشنی اور فیض حاصل کرنے کے لئے میں سالکان راہ طریقت اور عامۃ المسلمین کی آگاہی کے لئے حسب توفیق الٰہی ۔ اُن جذبات کو جو کافی عرصہ سے میرے دل میں موجزن تھے ضبط تحریر میں لا رہا ہوں تاکہ اہل سلسلہ بالخصوص عامۃ المسلمین بالعموم اس سے استفادہ حاصل کر سکیں ۔ میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ اپنی تحریر کو سادہ اور عام فہم رکھوں تاکہ پڑھنے والے اصحاب کو سمجھنے میں دقت محسوس نہ ہو۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم گم کردہ راہ دن رات بحر عصیان میں غرق ہیں. لیکن اس کی رحمت کاملہ پھر بھی ہمیں پکار پکار کر کہتی ہے کہ میری آغوش میں آؤ میں تمہیں ہر دو جہاں سے بے نیاز کر دوں گی اور جس مقصد حیات کیلئے خالق کائنات نے تمہیں پیدا فرمایا ہے میں اس راستے پر تمہارا چلنا آسان کر دوں تاکہ تم اپنا مقصد پاسکو۔ صرف نیت کرنے کی ضرورت ہے۔ رحمت الٰہی تمہاری منتظر ہے۔ راستہ صاف اور سیدھا ہے۔ لیکن اخلاص کی ضرورت ہے اور ایسے وسیلے اور تعلق کی ضرورت ہے جو اس رحمت سے تمہیں ہمکنار کر دے۔ اور وہ ہیں رب کائنات رحمٰن و رحیم رؤف رحیم ستار و غفار نے واضح طور پر بتا دیا ہے اور اس کے لئے بھی روز قیامت ہم جواب دہ ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد و آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝

اے نبی مکرم ہم نے آپکو بے شک اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ مومنین کو بشارت دینے والے ہیں کفار کو ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ روشن چراغ ہیں۔ (اتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور و ضیا منبع و مصدور بنا دینے والا)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے محبت بھرے انداز سے خطاب فرماتا ہے اور اس کے بعد ان جلیل القدر خطابات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب کو سرفراز فرمایا۔ ان کے ذکر سے اگر ایک طرف اپنے پیارے رسول کی عزت افزائی مقصود ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان طوفانوں سے نہ گھبراؤ۔ ان تند و تیز لہروں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ منہ کھولے ہوئے گرداب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے ملاح کے سپرد نہیں کیا جو کم ہمت، دوں حوصلہ، نااہل اور ناتجربہ کار ہو بلکہ اس کشتی کا ناخدا وہ نبی برحق ہے جس کو ہم نے ان صفات جلیلہ سے متصف کیا ہے۔ تم صبر و استقامت سے اس کا دامن اطاعت مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یقیناً تمہیں ساحل مراد تک رسائی نصیب ہو گی۔ ساتھ ہی دشمنان اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سازشوں اور حیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فروزاں کو بجھانا چاہتے تھے۔

ارشاد فرمایا اے میرے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد کا معنی گواہ ہے اور گواہ کے لئے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھے۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے:

الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة إما بالبصر او البصيرة یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر تجھے شاہد بنایا اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت نبوت وہاں محصور ہو کے رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفات کمالیہ پر، کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ لا الہ الا اللہ، تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت، حکومت، شخصی وجاہت، علم اور فضل و کمال یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں حضور کی اس شہادت سے وہ سارے حجاب تار تار ہو گئے اور اس جلیل المرتبت نبی کی شہادت توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع

آدمی اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اس کے عقائد اس کے نظام عبادات واخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔ اسی آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں بہار جاوداں آسکتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکار کردیں گی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے ان کو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے انھیں گناہوں سے روکا۔ اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ الٰہ العالمین! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بلانے میں انہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے۔ ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں انھیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو ناحق شہید کیا اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ چنانچہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **شاهدًا علی امتك** "یعنی حضور اپنی امت پر گواہی دینگے اپنی اس تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے: **اخرج ابن المبارك عن سعيد بن المسيب قال ليس من يوم الا ويعرض على النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم ولذلك يشهد عليهم** (مظہری) یعنی حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح وشام حضور کی اُمت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں اسی لئے حضور ان پر گواہی دیں گے

علامہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

نقوله تعالیٰ: شاهدًا على الله بالوحدانية وانه لا اله غيره وعلى الناس باعمالهم يوم القيامة - یعنی حضور اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **شاهدا على من بعثت اليهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم و... وتؤديها يوم القيامة ادارمقبولا فی مالهم وما عليهم** (روح المعانی) یعنی حضور گواہی دیں گے اپنی امت پر کیونکہ حضور ان کے

احوال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

• آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیا کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان اللہ تعالیٰ قد اطلعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی اعمال العباد فنظر الیہا لذلک اطلق علیہ شاھدا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرما دیا ہے اور حضور نے دیکھا ہے، اس لئے حضور کو شاہد کہا گیا ہے۔

اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کا یہ شعر نقل کیا ہے

در نظر بودش مقامات العباد　　زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

کہ بندوں کے مقامات حضور کی نگاہ میں تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم پاک شاہد رکھا ہے

یہ لکھنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں فتأمل ولا تتغفل کہ اس بیان کردہ حقیقت میں غور وفکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

"اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا" الغرض وہ تمام ابدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ عالم غیب کی وہ حقیقتیں جو عقل وخرد کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔

آنحضرت کا دوسرا لقب مبشر ہے۔ یعنی خوشخبری دینے والے۔ جو اس دین پر ایمان لائے گا، اس کے ارشادات پر عمل کرے گا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہوگا۔

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: مبشراً لاھل الایمان والطاعۃ بالجنۃ ولاھل المحبۃ بالرؤیۃ کہ اہل ایمان اور اہل طاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دیدار محبوب کی۔

تیسرا لقب نذیراً ہے۔ نذیر کا معنی ہے کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ کر دینا۔ یہ بھی حضور کی شان ہے۔ وداعیا الی اللہ باذنہ یہ حضور کا چوتھا لقب ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور یہ کام کیونکہ بہت ہی کٹھن اور دشوار ہے۔ کوئی آدمی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کے لئے بآسانی تیار نہیں ہوتا خصوصاً مکہ کے مشرک جو کورانہ تقلید اور آباء پرستی میں اپنا جواب نہیں

رکھتے تھے۔ جنہوں نے غور و فکر کے سارے دیئے گل کر دیے تھے، ان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ حق کی طرف لے آنا از حد دشوار تھا۔ یہی حالت یہود اور دوسرے اہل کتاب کی تھی، اس لیئے ساتھ ہی "باذنہ" کا کلمہ بڑھا دیا۔ یعنی اے محبوب! ہم نے اس دشوار کام کو آپ کے لیئے آسان بنا دیا ہے باذنہ ای بتسہیلہ وتیسیرہ تعالیٰ روح المعانی) اور اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کریم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان گوناگوں خوبیوں

• بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا

اللہ کی طرف سے اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا، اور آپ مژدہ سنا دیں مومنوں کو کہ ان کیلئے اللہ کی جناب سے بڑا ہی فضل ہے۔

اور دلفریبیوں سے ممتاز فرمایا تھا کہ دل خود بخود اس طلعتِ زیبائی طرف کھچے چلے جاتے تھے۔ وہ لوگ جن میں حق پذیری کا ادنیٰ سا بھی ملکہ موجود تھا وہ اس شمع جمال پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور دنیا نے دیکھا کہ عرب کے اجڈ اور سخت مزاج لوگ کس طرح اپنے بچوں اپنے آباد گھروں قیمتی مال ومتاع اور وطن عزیز کو چھوڑ کر درِ مصطفےٰ علیہ الطیب التحیۃ الثنا کی طرف کشاں کشاں جا رہے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے گلے میں غلامی کا قلادہ ڈال کر سرکارِ مدینہ کی حاضری کے لیئے کوہ و دمن، دشت و صحرا کو عبور کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ یہی داعیاً الی اللہ باذنہٖ کی شان کا ایک ظہور ہے۔

فرمایا۔ اے محبوب! میں نے تجھے سراجًا منیرًا بنا کر بھیجا ہے۔ ان دو لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جن انعامات و لطائف کی بارش فرمائی ہے اس کی بیکرانیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے آفتاب اور آفتاب بھی عالمتاب روشن اور اتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور و ضیا کا منبع و مصدر بنا دینے والا۔ اہل دل نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے۔ میں فقط حضرت عارف باللہ مولانا ثناء اللہ پانی پتی کا ایک جملہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں: انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کان بلسانہ داعیا الی اللہ تعالےٰ، بقلبہ وقالبہ کان مثل السراج یتلون المومنون بالوانہ ویتنورون بانوارہ یعنی حضور زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراج منیر تھے۔ اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے انوار سے درخشاں وتاباں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار سے درخشاں راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پہلے تو اللہ تعالیٰ نے جو لطف وکرم اپنے حبیب کریم اور محبوب دلنواز صلی اللہ علیہ وسلم پر

فرمایا، اس کا ذکر ہوا۔ اب اس ابر رحمت کا بیان ہو رہا ہے جو امت مسلمہ پر برسایا جانے والا ہے۔ ارشاد ہے اے میرے نبی! اپنے غلاموں کو بھی یہ بشارت دے دو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ان پر بھی ہو گا اور وہ فضل وکرم قلیل اور محدود نہیں ہو گا بلکہ فضلاً کبیرًا ہو گا۔ آپ خود ہی غور فرمایئے کہ وہ رب العزت جس کے سامنے ساری دنیا متاعِ قلیل ہے یعنی تھوڑا سا سامان، تو جس فضل کو وہ کبیر فرما رہا ہے اس کی وسعتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہ سب صدقہ ہے محبوب کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا جن کی غلامی کے باعث ہمیں یہ شرف حاصل ہے کاش ہم اس غلامی کی قدر کو پہچانتے اور اس جمال جہاں افروز پہ اپنی جان اپنا دل اور ہوش وخرد قربان کرتے جو صحابہ کرام کا طریقہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفات

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ یہ پھر عود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفات کمال اور مناقب کی طرف اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات کا ذکر فرمایا۔ شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ سراج منیر شاہد سے مراد یہ ہے کہ آپ قیامت کے روز امت کے لئے شہادت دیں گے جیسا کہ صحیح بخاری، نسائی، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری ؓ سے ایک طویل حدیث روایت ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں کہ قیامت کے روز نوح علیہ السلام پیش ہوں گے تو ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا آپ نے ہمارا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا تھا، وہ عرض کریں گے کہ میں نے پہنچا دیا، پھر ان کی امت پیش ہو گی وہ اس سے انکار کرے گی کہ ان کو اللہ کا کوئی پیغام پہنچا ہو۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ جو پیغام حق پہنچانے کا دعویٰ کرتے ہیں اس پر کوئی آپ کا شاہد بھی ہے؟ وہ عرض کریں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت گواہ ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ گواہی میں امت محمدیہ کو پیش کریں گے، یہ امت ان کے حق میں گواہی دے گی تو امت نوح علیہ السلام ان پر یہ جرح کرے گی کہ یہ ہمارے معاملہ میں گواہی کیسے دے سکتے ہیں، یہ تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ہمارے زمانے سے بہت طویل زمانے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اس جرح کا جواب امت محمدیہ سے پوچھا جائے گا، وہ یہ جواب دے گی کہ بیشک ہم اس وقت موجود نہیں تھے۔ مگر

ہم نے اس کی خبر اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، جس پر ہمارا ایمان و اعتقاد ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کے اس قول کی تصدیق کے لئے شہادت لی جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شہادت کے ذریعہ اپنی امت کی تصدیق و توثیق فرمائیں گے کہ بیشک میں نے ان کو یہ اطلاع دی تھی۔

اور امت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم عام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برُے اعمال کی شہادت دیں گے، اور یہ شہادت اس بناء پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر روز صبح وشام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک روز پیش ہوتے ہیں، اور آپ امت کے ایک ایک فرد کو اس کے اعمال کے ذریعہ پہچانتے ہیں، اس لئے قیامت کے روز آپ امت کے شاہد بنائے جائیں گے۔ (رواہ ابن المبارک عن سعید بن المسیب، مظہری)

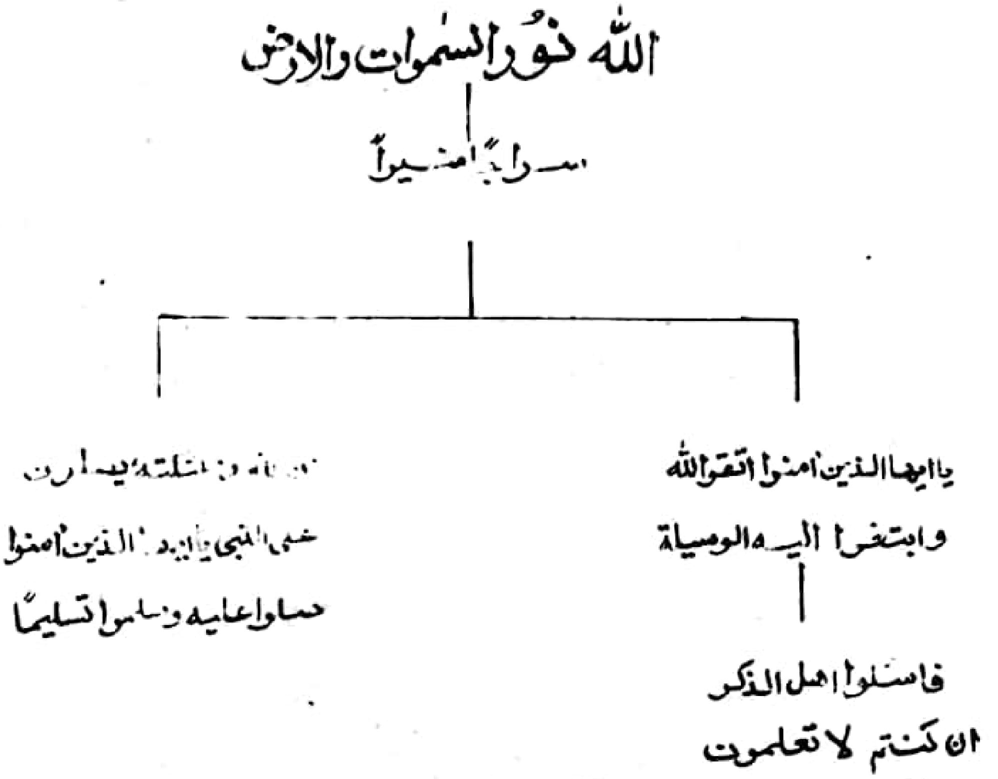
اور مبشر کے معنی بشارت دینے والا، مراد یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے نیک باشرع لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں، اور نذیر کے معنی ڈرانے والا، مراد یہ ہے کہ آپ امت کے لوگوں کو درصورت خلاف ورزی و نافرمانی کے عذاب سے ڈرانے والے بھی ہیں۔

داعی الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ امت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید اور طاعت کیطرف دعوت دینے والے ہیں، داعیاً الی اللہ کو باذنہ کے ساتھ مشروط فرمایا کہ آپ لوگوں کو اللہ کیطرف دعوت دینے والے اور بلانے والے ہیں اللہ ہی کے اذن و اجازت سے ہیں، اس قید و شرط کا اضافہ اس اشارہ کے لئے ہے کہ تبلیغ و دعوت کی خدمت سخت دشوار ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اعانت کے بغیر انسان کے بس میں نہیں آسکتی۔

سراج کے معنی چراغ اور منیر کے معنی روشن کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں صفت اس میں یہ بیان فرمائی گئی کہ آپ روشن کرنے والے چراغ ہیں اور بعض حضرات نے سراج منیر سے مراد قرآن لیا ہے مگر سیاق و سباق کلام سے قریب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔

بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ آپ کی صفت داعی الی اللہ تو ظاہر اور زبان کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح سارا عالم آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے اسی طرح تمام مومنین کے قلوب آپ کے نور قلب سے منور ہوتے ہیں اسی لئے صحابہ کرام جنہوں نے اس عالم میں آپ کی صحبت پائی وہ ساری امت سے افضل و اعلےٰ قرار پائے کیونکہ ان کے قلوب نے قلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ عیاناً فیض و نور حاصل کیا باقی امت کو یہ نور صحابہ کرام کے واسطے سے واسطہ در واسطہ ہو کر پہنچا (انتہیٰ کلامہ) اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تمام انبیا خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

بہرحال اس حیات کی وجہ سے قیامت تک مومنین کے قلوب مبارک سے استفادۂ نور کرتے رہیں گے، اور جو جتنی محبت و تعظیم اور درود شریف کا زیادہ اہتمام کرے گا اس نور کا حصہ زیادہ پائے گا (معارف القرآن)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس بزرگ و برتر خداوند ذوالجلال کی حمد کائنات کا ذرہ ذرہ کرتا ہے اور تمام حمدیں اور ثنائیں اس رب العلمین جل جلالہ کو سزاوار ہیں۔ جس قادر کریم نے اپنے لطف عمیم سے مشت خاک کو ایمان کی جلا بخشی

حمد بے حد مر خدائے پاک را آنکہ ایمان داد مشتِ خاک را

اس ذات والا صفات نے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم بنا کر ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج پہنایا۔ یعنی بنی آدم کو بیشک ہم نے عزت بخشی اور اشرف المخلوقات بنایا۔ مسجود ملائکہ کے انعام سے نواز فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعین اور خلیفۃ الارض بنایا (انی جاعل فی الارض خلیفۃ) اور فرمایا یحبونھم ویحبونہ و ھو معھم کے وصال کی نعمت سے نوازا۔ اور اس سے بڑھکر اپنے محبوب پاک محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کا شرف بخشا اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الخ کی نعمت سے نوازا۔ اور والذین امنوا اشد حبا للّٰہ کی عنایت فرماکر اپنے احسانات میں اضافہ فرمایا۔ کیا یہ اس کے احسانات نہیں ہیں۔ اگر ایک ایک کر کے بھی گنے جائیں تو ہم ان کا شمار نہیں کر سکتے جیسے ہمارے ظاہری اعضاء کا پورا پورا ہونا اور اس کے ساتھ نعمت ایمان کا بھی عطا کرنا اگر ان میں تھوڑی سی بھی کمی ہو تو ہم ناقص ہو جائیں گے جب دولت ایمان عطا فرمائی تو اپنی طرف ایمان کی بھی نشاندہی فرما دی ....

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ۵ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

صراط مستقیم پر چلنے والے انبیاء کرام علیہم السلام۔ دوم صدیقین۔ سوم شہداء اور چہارم صالحین یہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کا چلنا اور پھرنا اور دیکھنا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو اس کی انعام یافتہ اور اس کی شان ربوبیت کی دعوت دیتی ہیں وابتغوا الیہ الوسیلہ کے مظہر یہی اللہ کی نوازی ہوئی برگزیدہ ہستیاں ہیں۔ یہی اس کے مقرب بندے ہیں۔ اور وہ یہی شخصیتیں ہیں جو نور اول محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسے رب العزت نے سراجا منیرا کی شان عطا فرمائی۔ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھتے ہیں۔ جنہیں ہم اہل ذکر اہل علم تفکر و تدبر کرنے والے کہتے ہیں۔ ان کی صحبت میں چند ساعت بیٹھنا سالہا سال کی عبادت

سے بہتر ہے جیسا کہ مولانا رومؒ نے فرمایا یک زمانہ صحبت با اولیا، بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا یہی وہ شخصیتیں ہیں جنکے متعلق رب العزت نے فرمایا۔ ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکته لیخرجکم من الظلمت الی النور جم وکان بالمومنین رحیما ہ جو صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں ان پر اس کے انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ایسی بزرگ ہستیوں کی مجلس میں بیٹھنا باعث رحمت ہے اور خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں یہ اللہ کے دوست قبول کرلیں۔

میرا مقصد اس کتابچہ کے لکھنے کا یہ تھا کہ ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کے اس نور سے جو قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین ہ اور انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا وداعیا الی اللہ باذنه وسراجا منیرا ہ ہے اس کی ضیا پاشیوں سے کس طرح اپنے سینوں کو منور کرسکتے ہیں۔اور وہ کونسا طریقہ ہے جس سے ہمارا اس سے مسلسل واسطہ اور تعلق قائم رہے تاکہ روز قیامت اس نور کی روشنی میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوں اور لوائے الحمد کے پرچم کا سایہ ہمارے سروں پر رہے اور ہم ان لوگوں کے زمرے میں کھڑے ہوں جو اس کے نیک اور انعام یافتہ بندوں کا ہے۔ ان کی غلامی کا تاج ہمارے سروں پر ہو جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحؒ کے خادم نے مرنے کے بعد ملائکہ سے فخریہ طور پر بیان کیا کہ میں نے تمام عمر بایزید بسطامی رحؒ کی گدڑی اٹھائی ہے یہی میرا دین اور یہی میرا مذہب ہے۔جس پر بارگاہ رب العزت سے ملائکہ کو حکم ہوا اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ ہمارے دوست کی خدمت تمام عمر اس لئے کرتا رہا ہے کہ اس کا ہمارے ساتھ تعلق تھا۔

معلوم ہوا کہ اہل ذکر کی خدمت ایک خاص نعمت الٰہی ہے جسے یہ میسر آئے وہ دونوں جہانوں میں نوازا جاتا ہے۔ دنیا بھر کی نعمتیں اگر کسی انسان کو میسر آجائیں اس کے باوجود اس کو سکون قلب حاصل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور اللہ کا ذکر اور وہ بھی دائمی اہل ذکر کے واسطے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔اور اس کے متعلق سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا نحن اھل الذکر (یعنی ہم اہل ذکر ہیں سے ہیں۔پوچھو ہم تمہیں حقائق سے باخبر کریںگے قرطبی پھر ارشاد نبوی ہے۔میں تمہارے درمیان اللہ کا کلام اور اپنی اہل بیت چھوڑ رہا ہوں۔اگر تم ان کے ساتھ اپنا تعلق رکھوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے پھر ارشاد فرمایا میرے صحابہ کرام مثل ستاروں کے ہیں صحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم

جنکی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ہمارے سامنے کھُل کر تین باتیں سامنے آتی ہیں۔ اول قرآن حکیم جو ہمیں وسیلہ کی ہدایت اور درود وسلام کے متعلق حکم فرماتا ہے ۔

دوم اہل بیت جنکے سردار سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں اور حضور کا فرمان ہے کہ ہم اہل ذکر ہیں جو حقائق کو ظاہر کرنے والے ہیں اور رموز معرفت ہمیں سے وابستہ ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بوجھ کے حامل ہیں۔ اس لئے اقطاب ابدال اور اوتادوں کے مقام کی تربیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے قطب الاقطاب جسے قطب مدار بھی کہتے ہیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہٗ کا قدم مبارک ان کے سر پر ہوتا ہے قطب مدار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت و رعایت کے ذریعہ ہی اپنی ڈیوٹی سرانجام دے سکتا ہے۔ اور اپنے عہدہ قطب مداریت کو سنبھال سکتا ہے حضرت فاطمہؓ اور حسنین رضی اللہ عنہم بھی اس کام میں آپ کے شریک ہیں

مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب صفحہ ۲۵۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس کشتی میں سوار ہوئے وہ نجات پاگئے اور جو اس سے پیچھے ہٹے وہ ہلاک ہوگئے۔

ردفتر اول مکتوب ۵۹)

اہل بیت کی محبت اہل السنت والجماعت بنیادی عقیدہ اور ان کے لئے سرمایا نجات ہے

دفتر دوم مکتوب ۳۶

★★

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ہ جو صدق سے آیا اور پیغمبر علیہ السلام کو سچ مانا پرہیزگار یہی لوگ ہیں ۔ تفسیر حسینی میں مذکور ہے کہ جاء کا فاعل پیغمبر علیہ السلام ہیں اور صدق بہ کا حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کیونکہ انہوں نے معراج کا واقعہ سنکر کہدیا تھا کہ اشھد انک رسول اللہ حق ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشھد انک صدیق احقا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صدیق ہیں ۔

صوفی کے لئے لازم ہے کہ پورے پورے خلوص سے حضرت صدیق اکبرؓ کی پیروی کرے ۔ کیونکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو ابوبکرؓ بغیر کسی معجزہ کے مطالبہ کے ایمان لائے ۔ اور جب مجھے معراج کی سعادت حاصل ہوئی تو آپ نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ اگر سرور عالم یہ فرماتے کہ تمام اہل خانہ سمیت مجھے معراج حاصل ہوا ہے تو میں یقیناً قبول کرلیتا

الصدق وصفا گفت او مقتدیٰ
کہ گنجید در غار با مصطفےٰ

اپنے صدق وصفا کی وجہ سے انھیں مقتدیٰ کا درجہ حاصل ہوا اور آپ کی ذات بابرکات سلسلہ نقشبندیہ کی اصل ہے ۔

اقتباس کشف المحجوب

آپ کی کرامات مشہور ہیں اور احکام معاملات میں آپ کے قوی دلائل اور مسائل وحقائق تصوف میں مشہور ہیں ۔ مشائخ کرام آپکو پیشوا اہل مشاہدہ مانتے ہیں (اس لئے کہ صاحب مشاہدہ جو ہوتا ہے اس کا حال دوسروں پر کم اور بہت کم منکشف ہوتا ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی سخت گیری کی وجہ سے پیشوائے مجاہدین مانتے ہیں احادیث میں آیا ہے اور علماء میں مشہور ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کے وقت نماز میں قرآن کریم آہستہ پڑھتے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم آہستہ تلاوت کیوں کرتے ہو ۔ عرض کیا حضور اَسْمَعُ مَنْ اُنَاجِیْہِ حضور اس لئے آہستہ پڑھتا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وسیلہ"

فیضانِ

نورِ مبین

اہلِ ذکر

ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ جس کی مناجات کر رہا ہوں وہ مجھ سے غائب نہیں۔" اور اس کی سماعت ایسی ہے کہ اس کے لئے نزدیک و بعید اور آہستہ پڑھنا یا بلند آواز سے پڑھنا برابر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہو۔ عرض کیا۔

اُوقِظُ الْوَسْنَانَ اَحُطُّ النَّائِمَ وَ اُطْرُدُ الشَّیْطَانَ

"میں سوتے ہوتے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔"

یہ شان مجاہدات کا مظاہرہ تھا اور وہ شان مشاہدات کا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مشاہدہ کے اندر مجاہدہ اس طرح ہے جیسے قطرہ دریا میں۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

هَلْ اَنْتَ اِلَّا حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ

"عمر تم ابی بکرؓ کی بھلائیوں میں سے ایک حصہ ہو۔"

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی جن سے عزت و وقار اسلام ترقی پر آیا، وہ صدیق اکبرؓ کے مقابلہ میں ایک حصہ بھلائی کے مالک ہیں۔ تو غور کر کے دیکھ دنیا کے لوگ آپ کے مقابلہ میں کس درجہ پر ہوں گے۔ پھر باوجود اس شان کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

دَارُنَا فَانِیَةٌ وَ اَحْوَالُنَا عَارِیَةٌ وَ اَنْفَاسُنَا مَعْدُوْدَةٌ وَ کَسْلُنَا مَوْجُوْدَةٌ

"ہمارا گھر فانی ہے، ہمارے حالات پرانے ہیں اور ہمارے گنتی کے سانس ہیں اور ہماری سستی بدستور موجود ہے۔"

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ہوشیار فرمایا کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں اس قابل نہیں کہ ان سے دل لگایا جائے، اس لئے کہ جو مشغول بہ فانی ہوگیا وہ باقی کے ساتھ محجوب ہو جائے گا۔

تو جب دنیا اور نفس امارہ طالب حق کے لئے زبردست حجاب ہیں تو مجھے لازم ہے کہ ان سے اعراض کروں اور جب یہ جان لیا کہ عاریۃً جو چیز ملتی ہے وہ دوسرے کی ملک ہوتی ہے۔ تو جو چیز کسی اور کے ملک ہے اس سے اپنا دست تصرف کوتاہ رکھنا ہی مناسب ہے۔

اور انہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ نے اپنی دعاؤں میں فرمایا

اَللّٰهُمَّ اُبْسُطْ لِیَ الدُّنْیَا وَ زَهِّدْنِیْ فِیْهَا

"الٰہی میرے لئے دنیا فراخ فرما دے اور مجھے دنیا سے زاہد رکھ۔"

یعنی جب مجھ پہ دنیا فراخ ہو جائے تو مجھے اس کی آفتوں سے محفوظ رکھ۔

تو اچھی طرح سمجھ لو کہ صفت فقر یہ ہے کہ وہ غنا سے فقر کی طرف آتے نہ یہ کہ بحالت فقر طالب ریاست ہو جائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہستی مبارک وہ ہستی ہے کہ اَفضَلُ البَشَرِ بَعدَ الاَنبِیَاءِ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کو زہری نے روایت کیا ہے یہ دلیل واضح ہے کہ جب آپ نے خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لی آپ منبر پہ جلوہ آراء ہوئے اور خطبہ پڑھا۔ خطبہ میں آپ نے فرمایا:

وَاللّٰہِ مَا کُنتُ حَرِیصًا عَلَی الاِمَارَۃِ یَومًا وَلَا لَیلَۃً وَلَا کُنتُ فِیھَا رَاغِبًا وَلَا سَاَلتُھَا اللّٰہَ قَطُّ سِرًّا وَعَلَانِیَۃً وَمَالِی فِی الاِمَارَۃِ مِن رَاحَۃٍ

"خدا کی قسم میں اس خلافت وامارت کا حریص نہیں ہوں اور نہ تھا اور کسی رات دن میں اس کی خواہش میرے دل میں نہیں ہوئی اور میری رغبت اس کی طرف نہیں اور نہ میں نے کبھی اللہ تعالیٰ کے حضور خفیہ و علانیہ اس کے لئے دعا کی اور مجھے اس میں کوئی راحت و خوشی نہیں۔"

جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے ابتداء میں بھی تسلیم ہی اختیار فرمائی اور انتہا تک اسی تسلیم و رضا کے محور پہ رہے چنانچہ تسلیم و رضا کے امام اور اہل طریقت کے پیشوا خاص ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

★★

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

طریقت ولایت کے دوسرے رہنما اہل ہدایت کے رہنما اور اصحاب کے سپہ سالار امیر المومنین عمر ابن خطاب جن کیلئے ارشاد ربانی ہے۔

اشداء علی الکفار اور ارشاد نبوی ہے واشدھم فی امر اللہ عمر اور کلام الٰہی حسبك اللہ من اتبعك من المومنین (اے نبی آپ کے لئے کافی ہے اور ان مومنین کے لئے جنہوں نے آپ کی پیروی کی) کا ارشاد ہے۔

صوفی کے لئے لازم ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی طرح دل کی اور دنیا ئے جسم کی حفاظت اور اسمیں عدل قائم کرے تاکہ وہ شیطان کے شر سے اور حرص ونفس پرستی سے محفوظ رہے

اقتباس کشف المحجوب

اہل ایمان صعلوک ارباب احسان امام اہل تحقیق محبت کے دریا میں غریق یعنی سردار اہل ایمان پیشوائے ارباب احسان امام اہل تحقیق محبت کے دریا میں غریق ابوحفص سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے کہ آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں اور آپ کی فراست وسیاست عالم میں مذکور ہے بلکہ احکام دین کا تشدد اور سیاسیات اسلامی کا تفرس آپ کا ضرب المثل ہے۔ آپ کی باریک بینی لطائف طریقت میں اور آپ کے مسائل دقیقہ معانی تصوف میں مشہور ہیں بلکہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ

"حق زبانِ عمر پر کلام فرماتا ہے۔"

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَدْ کَانَ فِی الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَكُ مِنْهُمْ فِیْ اُمَّتِیْ فَعُمَرُ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

"پہلی امتوں میں محدث تھے اور اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہی ہے۔"

آپ کی طرف سے طریقت میں بے حد رموز و لطائف مذکور ہیں حتیٰ کہ ان سب کا احصاؤ احاطہ اس کتاب میں نہیں ہوسکتا تاہم بعض ان میں سے نقل کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

اَلْعُزْلَةُ رَاحَةٌ مِنْ خُلَطَاءِ السُّوْءِ ۔

"گوشہ نشینی موجب راحت ہے بُرے ہمنشیں و مصاحبین کے اندر رہنے سے۔"

عزلت دو قسم کی ہے، ایک اعراض از مخلوقات، دوسرے انقطاع اس مخلوقات سے خلقت سے منہ موڑنا ایں صورت ہے کہ کسی علیحدہ مقام میں جا بیٹھے اور علانیہ طور پر صحبت ابنائے جنس سے بیزار ہو جاتے اور اس تخلیہ میں بیٹھ کر اپنے عیوب کی نگرانی کرے اور اپنے لئے مخالطت اغیار سے اتنی خلاصی چاہے کہ لوگوں کو اپنی طرف سے ہر قسم کی بدی سے مامون کر دے۔

لیکن مخلوق سے انقطاع دل سے ہوتا ہے اور اس تعلقِ دلی کی صفت اس شان کی ہوتی ہے کہ اسے ظاہر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اور جب انقطاع دل سے ہوتا ہے اور اس تعلقِ دلی کی صفت اس شان کی ہوتی ہے کہ اسے

اور جب انقطاع دل کے ساتھ مخلوق سے ہو جائے تو اس کے دل پر اندیشہ مخلوق مستولی رہتا ہے اس وقت اس کی یہ شان ہوتی ہے، اور یہ مقام نہایت بلند ہے اور ہر ایک کے لئے یہ شان بہت بعید ہے اس راہ میں صحیح اترنے والے اور اس صفت سے صحیح موصوف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے کہ آپ نے تخلیہ کی راحت کو پسند دیا اور بظاہر لوگوں میں منصب امارت اور تختِ خلافت پر جلوہ فرما تھے۔

اور یہ دلیل واضح ہے کہ اہل باطن اگرچہ بظاہر مخلوق میں شامل ہوتے ہیں مگر ان کا دل اپنے جمیل حقیقی سے ہمیشہ آویختہ ہوتا ہے بلکہ ہر حال میں حق جل و علا شانہٗ کی طرف رجوع رہتے ہیں۔

اور جس قدر مخلوقات سے اُن کی صحبت ہو اسے من جانب اللہ ایک بلا تصور کرتے ہیں اور مخلوق کی طرف اس مجبوری سے رجحان کر لیتے ہیں کہ سمجھتے ہیں کہ محبوبانِ الٰہی دنیا سے قطعی طور پر صاف نہیں ہو سکتے اور یہ اگرچہ انھیں گوارا نہیں جیسا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

دَارٌ اُسِّسَتْ عَلَى الْبَلْوٰى بِلَا بَلْوٰى مُحَالٌ ۔

"جس گھر کی بنیاد بلا پر رکھی گئی۔ محال ہے کہ وہ بلا سے خالی ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجلہ صحابہ خاص اصحاب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور اس پایہ کے مقبول بارگاہ لم یزل ہیں کہ آپ کے تمام افعال بارگاہ ایزد پناہ میں مقبول ہیں حتیٰ کہ جب آپ مشرف باسلام ہونے آتے تو پہلے جبرئیل بشارت لاتے اور عرض کی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْكَ قَدِ اسْتَبْشَرَ اَهْلُ

السَّمَاءِ الْيَوْمَ بِاِسْلَامِ عُمَرَ "حضور! آج ... عمر کے اسلام کا مژدہ ملا ہے" تو اس طائفہ صوفیہ میں خرقہ پوشی باقتداء عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاری ہے اور صوفیہ کرام کا مذہب میں سخت اور متصلب ہونا انہی ہستی مقدس کی پیروی میں ہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ بعد اسلام سب باتوں میں امام خلق ہوتے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

★★★★

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

تیسرے عارفان صبر کے استاد ۔ قادر مطلق کے مشاہدہ میں مستغرق برگزیدہ الرحیم الرحمٰن مقبول اکرم الاکرمین۔ صاحب حیا و ایمان ۔ امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آیۃ کریمہ رحماء بینھم کے مصداق ۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی کی شان میں ہے ۔ آپ کی نرم دلی اور حیاداری دلنوازی وفا پرستی آپ خالق اور مخلوق کے ہاں اپنی صفات سے موصوف ہیں ۔ حدیث میں آیا ہے واصدقھم حیا العثمان شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاریؒ نے فرمایا کہ صحبت حضور میں کسی دوسرے کی طرف دیکھنا شرک ہے ۔

تو بین در غیر پیش یار خویش
گرچہ غیر یار تو ہم عین اوست

اپنے یار کی موجودگی میں تو غیر کی طرف دھیان نہ دے اگرچہ یار کا غیر بھی وہی ہو ۔

اقتباس کشف المحجوب

ابجد وفا بدرگاہ رضا گنج حیا اعبد اہل صفا متعلق درگاہ کبریا متجلی بطریق مصطفیٰ عبید التحیۃ والثناء ابو عمر وحضرت عثمان بن عفان باحیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ۔

آپ کا وجود باجود فوائد دین میں اظہر من الشمس ہے اور مقاصد اسلامی میں آپ کی فضیلت روشن ہے اور آپ کے مناقب ہر شان میں عام ہیں حضرت عبداللہ بن رباح اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حرب الدار کے روز یعنی جس دن بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تھا ۔ ہم امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے ۔ جب بلوائی بارگاہ عثمانی میں جمع ہو گئے تو آپ نے غلاموں کو ہتھیار اٹھانے سے روکا اور فرمایا کہ وہ میری طرف سے آزاد ہیں ہم خوف بلوہ کی وجہ سے باہر آئے تو راستہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہمیں ملے ان کی ہمراہی میں ہم پھر واپس حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر آئے تاکہ ہمیں اس امر کا علم ہو جائے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کس غرض سے تشریف لائے ہیں ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بعد سلام سنت الاسلام بلوائیوں کی شرارت پر اظہار افسوس فرماتے ہوئے اجازت چاہی کہ ان بلوائیوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور کہا کہ چونکہ آپ ہمارے سچے امام ہیں

لہذا آپ کی بلا اجازت ہمیں تلوار اٹھانا روا نہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے اجازت حاصل کریں پھر ان بلوائیوں کے فتنہ کو مٹائیں۔

امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یَا ابْنَ اَخِیْ اِرْجِعْ وَاجْلِسْ فِیْ بَیْتِکَ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ فَلَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْ اِھْرَاقِ الدِّمَاءِ

"اے بھتیجے واپس تشریف لے جاؤ اور گھر میں آرام کرو حتیٰ کہ حکم الٰہی جو پردۂ تقدیر میں ہے آ جائے۔ ہمیں مسلمانوں کا خون بہانا اُن پر قتل کا بازار گرم کرنا زیبا نہیں، نہ ایسے کاموں سے ہمیں سروکار ہے۔"

یہ علامت خاص تسلیم و رضا کی تھی کہ عین کربت و غربت اور درد و بلا کی حالت میں ظاہر ہوئی، اور یہ وہ درجۂ خلت ہے جو نمرود علیہ اللعنۃ کی آگ دہکانے کے وقت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا تھا کہ جب منجنیق کے پلے میں آپ کو ڈال کر آگ کی طرف پھینکا گیا تو جبریل امین حاضر آئے اور عرض کی:

ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ

"کیا اس وقت آپ کو کوئی حاجت ہے؟" آپ نے فرمایا:

اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا: جبریل تمہاری طرف میری کوئی حاجت نہیں۔ جبریل نے عرض کی: حضور اگر میری طرف کوئی حاجت نہیں تو معطی حقیقی رب جل مجدہ کے حضور اپنی حاجت پیش فرما دیں۔

فرمایا: حسبی سؤالی علمہ بحالی۔ مجھ کو وہ جانتا ہے کہ اس وقت مجھ پر کیا ہو رہا ہے اور وہ مجھ سے دانا ہے وہ عالم ہے کہ میرے لیے کس حال میں صلاحیت ہے اور کیا چیز میرے لیے کس حال میں صلاحیت ہے اور کیا چیز میرے حق میں مفید ہے۔

تو ثابت ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس مقام پر مقام خُلت ابراہیم علیہ السلام پر تھے کہ منجنیق اور اجتماع بلوائیاں بجائے آگ کے تھے اور حسن رضی اللہ عنہ بجائے جبریل حاضر تھے۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام عین بلا میں جا کر نجات پا چکے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بلا میں ہلاک ہو گئے۔ ان کی وجہ یہ ہے کہ نجات متعلق بہ بقا ہے اور ہلاک متعلق بفنا۔

اس حقیقت کے متعلق ہم کچھ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

تو انفاق مال و ہدیہ جان اور تسلیم امور و اخلاص میں مشائخ طریقت حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متبع ہیں اور وہ یقیناً شریعت و حقیقت میں سچے امام تھے اور ان کی تعظیم و داد و محبت اسلامی میں اظہر من الشمس ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

چوتھے شاہ عرفان۔ عقل میں کاملان۔ بحر حقائق، تعلقات دنیوی سے مجرد اور عابدوں کے سرمایہ افتخار اور زاہدوں کے لئے باعث سند۔ علماء کے استاد۔ اولیاء کے رہبر اصفیا کے امام امیرالمومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بموجب ارشاد ربانی۔ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین۔

اللہ تعالیٰ اور جبرئیل اور صالح مومن انکے مددگار ہیں۔

صوفی کو چاہیئے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، کی طرح خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی غرض سے جہاد کرے اور ہوائے نفس اور شیطان کے لشکر کو ہزیمت دے تفسیر حسینی میں تراھم رکعا سجدًا۔ حضرت علی کی شان میں فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ کا اکثر وقت اوراد و وظائف اور زہد و عبادت میں گزرتا تھا۔

اقتباس کشف المحجوب

برادر مصطفیٰ غریق بحر بلا حریق نار ولا مقتدائے اولیاء و اصفیا ابوالحسن علی بن ابی طالب شیر خدا کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان کی شان جادہ طریقت میں بڑی ارفع و اعلیٰ ہے اور بیان حقیقت میں ان کی باریک بینی بہت بلند ہے۔ آپ کا اصول حقائق میں خاص حصہ تھا۔ حتیٰ کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کی شان میں فرماتے ہیں۔

شَیْخُنَا فِی الْاُصُوْلِ وَ الْبَلَاءِ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی اصول عشق و محبت اور راضی برضاء الٰہی کے ماہر ہمارے شیخ و امام حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ گویا صاف فرما رہے ہیں کہ علم معاملات طریقت میں ہمارے امام علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

اور اصول اصطلاح صوفیہ میں علم تصوف و طریقت کو کہتے ہیں اور طریقت میں عمل خاص جو ہے وہ بلاؤں کا برداشت کرنا ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا کہ یا امیر المومنین مجھے ہدایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:

لَا تَجْعَلَنَّ اَکْبَرَ شُغْلِكَ بِاَهْلِكَ وَوَلَدِكَ فَاِنْ یَّکُنْ اَهْلُكَ وَوَلَدُكَ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَوْلِیَاءَهٗ فَاِنْ کَانُوْا اَعْدَاءُ اللّٰهِ فَمَا اَهْلُكَ وَشُغْلُكَ لِاَعْدَاءِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ۔ یاد رکھو کہ اپنی مشغولیت کو بیوی بچوں میں اہمیت کے ساتھ نہ رجوع کرنا اس لئے کہ اگر وہ اولیاء اللہ سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو خراب اور ضائع نہیں فرماتا اور اگر دشمن خدا ہوئے تو دشمنان خدا کے لئے غمخواری وہمدردی کیوں ہو"

یہ مسئلہ انقطاع ماسوی اللہ سے متعلق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جس طرح چاہے رکھتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر نیک اختر کو سخت حالت میں چھوڑ دیا اور سپرد خدا کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کو اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہمراہ لے جاکر ایسے جنگل میں چھوڑ دیا جہاں زراعت وغیرہ بھی نہ تھی۔ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ جس کی شان میں ارشاد باری ہے اور خدا کے سپرد کر دیا اور ان میں اپنے کو مشغول نہ کیا اور اپنا دل اپنے رب حقیقی کی طرف رجوع کر لیا حتیٰ کہ ان دونوں کی مراد دو جہاں میں پوری ہوئی باآنکہ بظاہر انہیں بحالت نامرادی میں چھوڑا گیا تھا۔ مگر وہ اپنے سب کام اپنے رب عزوجل کے سپرد کئے ہوئے تھے

اسی قسم کی بات وہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک پوچھنے والے کو فرمائی جب کہ آپ سے اس نے سوال کیا کہ پاکیزہ ترین عمل کیا ہے؟ فرمایا غناء القلب باللہ اللہ تعالیٰ کے تقرب سے اس دل کا ہر شے سے مستغنی ہو جانا۔ حتیٰ کہ دنیا کے نہ ہونے سے فقیر نہ ہو اور مال کی کثرت کی وجہ سے مسرور نہ ہو۔ اس قول کی حقیقت اسی فقر وصفوت کی طرف جاتی ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

تو اہل طریقت حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی پیروی حقائق عبارات ودقائق اشارات میں کرتے ہیں اور تجرید علوم دنیا وآخرت سے حاصل کرنے والا اور نظارۂ تقدیر حق میں رہنا بھی انہی کی اطاعت کے ماتحت ہے اور لطائف کلام میں آپ کے مضامین اس قدر ہیں کہ ان کی گنتی نہیں ہو سکتی اور اس کتاب میں میرا وتیرہ اختصار پہ ہے واللہ اعلم۔

اقتباس مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

است، مفوض بامداد و اعانت
آنحضرت است سر قطب
الاقطاب کہ قطب مدار است
زیر قدم اوست قطب مدار
بحمایت و رعایت او مہم خود
را سرانجام مے نماید واز عہدہ
مداریت برمے آید - حضرت
فاطمہ و امامین نیز دریں مقام
با حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہم شریک اند -
دفتر اول مکتوب ۲۵۱

اور یہ مذکور الصدر اولیا، اولیاء
عزلت کہلاتے ہیں اور ان پر
ولایت کا پہلو غالب ہوتا ہے
قطب الاقطاب جسے قطب مدار
بھی کہتے ہیں - حضرت علی مرتضےٰ
رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک اس کے
سر پر ہوتا ہے - قطب مدار حضرت
علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت و
رعایت کے ذریعہ ہی اپنی ڈیوٹی
انجام دے سکتا ہے - اور اپنے عہدہ
قطب مداریت کو سنبھال سکتا ہے
حضرت فاطمہ اور حسنین بھی اس کام
میں آپ کے ساتھ شریک ہیں -

(۲) پیشوائے واصلان راہ و سرگروہ
اینہا و منبع فیض ایں بزرگواران
حضرت علی مرتضیٰ است کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ الکریم و ایں منصب
تعلق دارد دریں مقام گویا دو قدم
مبارک آں سرور علیہ و علیٰ آلہ
الصلوٰۃ والسلام بر فرق مبارک
اوست کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت

راہ ولایت کے ذریعہ خداوند تعالیٰ
تک پہنچنے والوں کے امام اور پیشوا
اور اس گروہ اولیاء کے سردار اور
ان اولیاء عزلت کے فیض و برکت
کا منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی
ذات مبارکہ ہے اور یہ منصب عظیم
آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے گویا اس
میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

فاطمہ وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ
عنہم دریں مقام بالیشاں شریک اند
انگارم کہ حضرت امیر قبل از نشاءِ عنصری
نیز ماویٰ وملجاء ایں مقام بودہ اند
چنانچہ بعد از نشاءِ عنصری و ہرکرا
فیض وہدایت ازیں راہ میرسد بتوسط
ایشاں میرسد چہ ایشاں نزد نقطہ منتہائے
ایں راہ اند و مرکز ایں مقام بالیشاں
تعلق دارد۔ وچوں دورہ حضرت امیر
تمام شد ایں منصب عظیم القدر بحضرات
حسنینؓ ترتیبا مفوض ومسلم گشت و
بعد از ایشاں ہماں منصب بہر یکے
از ائمہ اثنا عشر[۱] علی الترتیب والتفصیل
قرار گرفت۔ و در اعصار ایں بزرگواراں
وہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہرکرا
فیض وہدایت میرسد بتوسط ایں بزرگواراں
بودہ و بوسیلہ ایشاناں ہرچند اقطاب
نجباء وقت بودہ باشند
و ماویٰ و ملجاء ہمہ ایشاں بودہ اند

و علیٰ آلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک
حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
سر مبارک پر ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہرہ
اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
بھی اس مقام میں آپ کے ساتھ
شریک ہیں۔ میرا گمان ہے۔ کہ دنیا
میں تشریف لانے سے قبل بھی حضرت
علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس
مقام تربیت میں اقطاب و اتاد وغیرہ
کے ملجا و ماویٰ تھے جس طرح کہ بعد
از پیدائش ملجاء و ماوی ہیں۔ اور جو
بزرگ بھی قطبیت وغیرہ کے درجے
پر فائز ہوتا ہے اور جس کسی کو جو فیض
اور ہدایت ملتی ہے۔ حضرت علی
مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وسیلہ و واسطہ
سے ملتی ہے کیونکہ آپ اس کے نقطہ
انتہائی کے قریب ہیں اور اس مقام
کا مرکز آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے
اور جب آپ کا دور مبارک ختم ہوا
تو یہ تربیت و فیض رسانی کا منصب
عظیم حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کو علی الترتیب سپرد کر دیا گیا۔ اور
ان دونوں حضرات کے بعد یہ منصب

عظیم علی الترتیب بارہ اماموں کے
حوالہ کیا گیا۔ چنانچہ ان حضرات کے
زمانوں میں اور ان کے بعد کے زمانوں
میں جس کو بھی جو ہدایت و فیض ملتا
رہا ان کے واسطے اور وسیلے سے
ہی ملتا رہا۔ اگرچہ اقطاب و نجباء
وغیرہم ہی کیوں نہ ہوں سب کے
ملجاء و ماویٰ یہی ائمہ اثنا عشر رہے ہیں

(۳) چہ اطراف را غیر از لحوق
بمرکز چارہ نیست تا آنکہ
نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی رسیدہ قدس سرہ
و چوں نوبت بایں بزرگوار
شد منصب مذکور باو قدس
سرہ مفوض گشت مابین
ائمہ مذکورین و حضرت شیخ
ہیچ کس بریں مرکز مشہود نمیگرد

کیونکہ اطراف و جوانب کا کسی مرکز
کے ساتھ ملحق رہنا ضروری ہے
دریہ سلسلہ فیض رسانی انہی بزرگوار اہل
سے چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت
غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا دور
آگیا۔ چنانچہ آپ کے وقت
میں یہ منصب عظیم القدر آپ
کو سپرد کر دیا گیا۔ آئمہ اثنا عشر اور
حضور غوث پاک کے درمیان

؎ اہل بیت کے بارہ ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام اول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسرے امام حسن مجتبیٰ تیسرے امام حضرت حسین شہید کربلا۔ چوتھے امام حضرت زین العابدین۔ پانچویں امام حضرت محمد باقر، چھٹے امام حضرت جعفر صادق۔ ساتویں امام موسیٰ کاظم۔ آٹھویں امام حضرت علی موسیٰ رضا۔ نویں امام حضرت محمد تقی۔ دسویں امام حضرت محمد نقی۔ گیارہویں امام حضرت حسن عسکری۔ بارہویں امام حضرت محمد مہدی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

و وصول فیوض و برکات درین راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء بتوسط شریف اومفہوم میشود چہ ایں مرکز غیر او را میسر نشدہ از ینجا است کہ فرمودہ ۔ شعر

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابداً علی افق العلیٰ لا تغرب

و نیز تا معاملہ توسط فیضان برپاست بتوسل اوست ۔

کوئی بھی اس مرتبہ کا بزرگ محسوس نہیں ہوتا جس کو یہ مرتبہ عطا ہوا چنانچہ حضور غوث پاک کے زمانہ سے لیکر اب تک، اور آئندہ بھی جن کو فیض و ہدایت ملتی ہے چاہے وہ اقطاب و نجباء ہی کیوں نہ ہوں حضور غوث پاک کے وسیلہ واسطہ سے ملتی ہے اور بعد از ائمہ اثنا عشر یہ مرکز آپ کو (غوث پاک) ہی عطا ہوا ہے۔ اور کسی کو یہ مقام عطا نہیں ہوا ۔ اسی بنا پر آپ کا یہ شعر مبارک ہے ۔

یعنی پہلوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب فیض ہمیشہ بلندیوں پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہوگا نیز آئندہ بھی جب تک معاملہ فیضان جاری رہے گا ۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے اور وسیلے سے ہی جاری رہیگا

---

(۴) گوئم کہ مجدد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت

میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی اس مقام تربیت میں حضرت

و بر نیابت حضرت شیخ
این معاملہ باد مربوط ست
چنانکہ گفتہ اند ۔

غوث پاک کے قائم مقام ہوتا ہے
اور ان کی نیابت سے یہ معاملہ اس
کے ساتھ متعلق رہتا ہے ۔
جیسا کہ کہا گیا ہے کہ چاند سورج
سے روشنی لیتا ہے ۔

★★★★

جہاں جہاں سے وُہ گزرے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مُقام محبّت کی جلوہ گاہ بنے

حافظ مظہرُ الدّین

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فلا اقسم بمواقع النجوم ۝ وانہ لقسم لو تعلمون عظیم ۝ انہ لقرآن کریم ۝ فی کتب مکنون ۝ لا یمسہ الا المطہرون ۝ تنزیل من رب العلمین ۝ افبھذا الحدیث انتم مدھنون ۝ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون ۝

(ترجمہ) پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں۔ اور اگر تم سوچو تو یہ بہت بڑی قسم ہے بیشک یہ قرآن بڑی عزت والا ایک کتاب میں محفوظ ہے۔ اس کو نہیں چھوتے مگر وہی جو پاک ہیں۔ یہ اتارا گیا ہے رب العلمین کی طرف سے۔ کیا تم اس قرآن کے بارے میں کوتاہی کرتے ہو اور اس کی بے پایاں برکتوں سے تم نے یہی نصیب لیا ہے کہ تم اس کو جھٹلاتے رہو گے۔

اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے ان جگہوں کی قسم کھائی ہے جہاں ستارے ڈوبتے ہیں قتادہ کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد ستاروں کے غروب ہونے کے مقامات ہیں کیونکہ ان کے غروب ہونے سے ہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور ان اجرام سماوی کے فانی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ قتادہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ مواقع نجوم سے مراد ان کی منزلیں اور ان کے مدار ہیں۔ انہٗ منازلھا و مدارھا

بعض علما نے مواقع نجوم کی تفصیل یہ بیان کی ہے۔ نجوم سے مراد صحابہ کرامؓ اور مواقع سے مراد سجدہ گاہیں ہیں جہاں وہ اپنے رب کے حضور میں سربسجود رہا کرتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک مواقع اُن کے مزارات پُر نور ہیں جہاں وہ جہاد اکبر اور جہاد اصغر میں جام شہادت نوش کرنے کے بعد استراحت فرمائیں۔ جیون رحمۃ اللہ اپنی تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں اور

نجوم الصحابۃ ومواقعھا مساجدھم او مقابرھم۔ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں وقیل النجوم الصحابۃ و العلماء الھادون ومواقعھم القبور۔ (روح البیان)

قسم اس بات پر اٹھائی جا رہی ہے کہ یہ کتاب جادو، شعر اور اساطیر کہن نہیں جیسے کفار گمان کرتے ہیں بلکہ یہ کتاب کریم ہے۔ اسے کریم کہنے کی متعدد وجوہات ہیں ؛ کریم عند اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑی مکرم و معظم ہے۔ قیل کریم لانہ یدل علی مکارم الاخلاق ومعالی الامور وشرائف الافعال۔ یہ کریم ہے کیونکہ یہ مکارم اخلاق کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اعلیٰ مقاصد کی رغبت دلاتی ہے اور پسندیدہ افعال پر اکساتی ہے۔ وقیل کریم لنزولہ من عند کریم بواسطۃ الکرام الیٰ اکرم الخلق۔ یہ کریم ہے کیونکہ یہ رب کریم کی طرف سے اتری ہے اکرمت والے فرشتے اسے لے کر نازل ہوئے ہیں اور اکرم الخلق پر نازل ہوئی ہے۔

یہاں لا اگرچہ نافیہ ہے لیکن نہی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اس عزت والی کتاب کو طہارت کی حالت میں ہی چھونا چاہیئے۔ فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت نہ اسے چھو سکتی ہے اور نہ اسے پڑھ سکتی ہے اور کوئی شخص بے وضو ہو تو پڑھ سکتا ہے۔ لیکن مصحف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اگر اس کے اوپر کوئی غلاف ہے تو پھر ہاتھ لگا سکتا ہے بچے جو تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ اس کے لطائف و معارف، اسرار و رموز اور شاہد معنی تک رسائی کی سعادت ہر کس و ناکس کو نہیں بخشی جاتی، بلکہ یہ صرف ان نفوس قدسیہ کا حصہ ہے جن کا ظاہر و باطن، جن کا دل اور ذہن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہے۔

قرآن کریم کی صفات جلیلہ ذکر کرنے کے بعد کفار کو تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ اے کفار! تمہاری طرف ایسی جلیل القدر کتاب نازل کی گئی ہے اور تم اسے اہمیت نہیں دیتے۔ اس کے روشن دلائل سنتے ہو اور آیات بینات دیکھتے ہو لیکن اس کی دعوت کو قبول نہیں کرتے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں مدھنون : ای متھاونون۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اس نعمت عظمیٰ سے جی بھر کر فائدہ اٹھاتے۔ اپنے دلوں کو نور معرفت سے منور کرتے زندگی کا ہر لمحہ اس کے ارشادات کے مطابق بسر کرتے، لیکن تمہاری بدقسمتی کی کوئی حد نہیں کہ اس احسان عظیم سے تمہیں یہی حصہ ملا کہ تم نے اس کا انکار کر دیا۔ خوش نصیب لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں سے جھولیاں بھر بھر کر لے گئے اور تم کفر و انکار کی دلدل میں پھنسے رہے۔

متذکرہ بالا آیات کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے کفار کو تنبیہہ کی کہ جس کتاب کو تم اپنے زعم میں ایک معمولی کتاب سمجھتے ہو یہ ایک کتاب کریم ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت مکرم اور معظم ہے۔ کیونکہ یہ مکارم اخلاق کی رہنمائی کرتی ہے اور اعلیٰ مقاصد کی رغبت دلاتی ہے اور پسندیدہ افعال پر اکساتی ہے کیونکہ یہ رب کریم کی طرف سے اتری اور کرامت والے فرشتے اسے لے کر نازل ہوئے اور اکرم الخلق پر نازل ہوئی اور یہ کتاب مکنون (لوح محفوظ) ہے۔ اے کفار تمہاری طرف ایسی جلیل القدر کتاب نازل کی گئی۔ اس کے روشن دلائل سنتے ہو اور آیات بینات دیکھتے ہو لیکن اس کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ حقیقتوں کو کھولنے والی کتاب ہے۔ (ضیاء القرآن)

یہ صرف وہی لوگ ہیں جن کا دل اور ذہن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہے جن کے

مزارات پر جب حاضری دیتے ہیں۔ اس کی لذت با ایمان لوگ اٹھاتے ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے سورہ "دھر" میں فرمایا۔ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً ○ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزآءً ولا شکوراً ○

(ترجمہ) جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے نہ ہم تم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں نہ کسی شکریہ کے۔ یہی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنکے متعلق اللہ مجدہ، تعالیٰ نے فرمایا میرا ذکر ان کا ذکر ہے اور ان کا ذکر میرا ذکر ہے۔ انہی کی صحبت اور اقتداء کے وسیلے سے ہم سراجاً منیراً کے چراغ سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو کہ عین قرب الٰہی ہے۔

موجودہ دور میں ایسے لوگ جو مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ یعنی دین اور سیاست کو علیحدہ علیحدہ سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے بھی یہی پیغام ہے کہ وہ اپنی عقلوں سے تاویل قرآن نہ کریں کہ یہ اس زمانے میں Ahhlicalle نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ ان کی نفس پرستی اور ضد ہے جو کفار اور مشرکین کے اندر موجود تھی کہ وہ کسی کے تابع یا فرمانبردار ہونا پسند نہیں کرتے تھے بایں وجہ وہ اس کے منکر تھے۔ حالانکہ خالق کائنات اپنی مخلوق کے مزاج کو بہتر سمجھتا ہے اور اس کے لئے جو قانون وضع کرتا ہے وہ عین اس کی فطرت کے مطابق ہوتا ہے جس سے وہ اپنے حقیقی آقا کو جس کی وہ مخلوق ہے اپنی نگاہ میں رکھتا ہے اور اس کو نظر انداز کر دینا اپنی تباہی کا باعث سمجھتا ہے اس لئے موجودہ دور کے مسلمان کے لئے یہ قرآنی آیات ایک چیلنج ہیں کہ وہ کفار اور مشرکین کی وضع کردہ راہوں کی بجائے ان لوگوں کے نقش قدم پر چلیں جن کو اللہ مجدہ، تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور وہ ہیں اہل ذکر جن کی صحبت میں بیٹھ کر ہم اپنا مقصد حیات حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا سلسلہ کلام قرب الٰہی ہے۔ جس کی چند مثالیں بیان کی جا چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید وضاحت کے ساتھ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر اپنے احسان کے دروازے کھولتا ہے اس کے اندر ایک احساس پیدا ہوتا ہے جہاں وہ ظاہری علوم سے بہرہ ور ہوتا ہے وہاں وہ اس علم کا ظہور باطن میں محسوس اور مشاہدہ کرتا ہے تو بڑے ادب اور تعظیم سے ان کے قریب بیٹھ کر فیض و سکون حاصل کرتے ہیں (مزار مبارک کے قریب) یہ صرف اس لئے کہ زندگی میں ان کا تعلق سراجاً منیراً صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہ رب العزت کے ساتھ تھا اور ان کا ہر قدم اللہ کی رضا کے لئے اٹھتا تھا جہاد اکبر جہاد اصغر جنہوں نے منزل عشق الٰہی میں یعنی حصول رضائے الٰہی میں کیا وہ جاودانی ہو گئے۔ فرمان خداوندی۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتٌ

بل اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انھیں مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کی حقیقت کا کچھ بھی شعور نہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ لوگ اللہ کی نشانیاں بن گئے یعنی شعائر اللہ بن گئے جو ہمیں منزل کا پتہ دیتے ہیں۔ اس گنہگار پر عنایات کی بارشیں اس وقت شروع ہوئیں جب ایک دفعہ سالانہ عرس مبارک حضرت گنج بخش علیہ الرحمۃ پر حاضری کا ارادہ کر کے گھر سے دربار گیا۔ مگر بھیڑ دیکھ کر واپس آ گیا اس رات آپ کی زیارت سے مشرف ہوا آپ کے زانوئے مبارک پہ میرا سر تھا۔ جہاں کبھی زمانہ قدیم میں محفل سماع جما کرتی تھی۔ آپ اس جگہ جلوہ افروز تھے۔ آپ میرے سینہ پر اپنا دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمانے لگے کہ بہت سے راہ ہدایت پا گئے تم کیوں متوجہ نہیں ہوتے تم کیا چیز ہو۔ یہ میری منزل کی ابتداء تھی۔ اللہ رب العزت نے اپنے احسانات و عنایات کی بوندا باندی شروع کر دی۔ یعنی حضور پر نور۔ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم میری جانب اٹھی۔ حرص و ہوس کے بحر بیکراں میں ڈوبا ہوا کنارے لگا۔ الحاج حضرت حافظ محمد امین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر پڑا جو میرے ایک رفیق کار کے گھر پر تشریف فرما تھے اور جس کو میں نے آپ کی تشریف آوری سے قبل کہا تھا کہ جب تمہارے شیخ تشریف لادیں تو مجھے بھی مطلع کرنا۔ جب اس نے میری حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ ملاقات خود بخود ہو جائیگی تمہارے جانے کی ضرورت نہیں۔ ہوا بھی ایسے ہی کہ میں دوپہر کو دفتر سے اجازت لے کر اپنے مذکورہ رفیق کار کے ہاں گیا تو معلوم ہوا کہ آپ تشریف رکھتے ہیں۔ حاضری ہوئی۔ آپ نے پوچھا بھائیا صوفیا کتنی منزلیں طے کی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ منزلیں تو میں جانتا نہیں۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ ساحل تک میرے ہاتھ پہنچ چکے ہیں۔ اب ساحل پر منحصر ہے کہ مجھے اپنی آغوش میں لے لے۔ جملہ ابھی نامکمل تھا کہ آغوش شفقت میں لے لیا۔ ملاقات سے ایک شب قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک دریا کو عبور کر کے کنارے پر پہنچ چکا ہوں۔ دریں اثنا میں نے ایک نہایت خوبصورت کار دیکھی پاس کھڑے ہوئے آدمی سے میں نے پوچھا کہ یہ کار کس کی ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ امیر سلطنت کی ہے اسی طرح مجھے ایک بزرگ نظر آئے۔ جنہوں نے اس آدمی کو جس سے میں محو گفتگو تھا فرمایا کہ صوفی کو اپنی محفل میں بٹھاؤ۔ جہاں کئی اور متشرع بزرگ حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ میں بھی اس حلقے میں شامل ہو گیا صبح اس خواب کی تعبیر آپ کی ملاقات کے بعد سامنے آ گئی۔ کیونکہ یہ وہی بزرگ تھے جنہوں نے یہ فرمایا تھا

کراسے بھی اپنے حلقے میں بٹھا لو کیونکہ بندہ اس سے قبل سلسلہ چشتیہ صابریہ سے والبستہ تھا۔ بعد میں جب چند ملاقاتیں ہوئیں تو میں نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرما رہے ہیں کہ تم تجدید بیعت کرو۔ میں پریشان ہوا۔ جب صبح بیدار ہوا دفتر گیا تو مجھے اپنے شیخ (موجودہ) کا پیغام ملا کہ میرے پاس رینالہ خورد آؤ۔ جب حاضر خدمت ہوا۔ قدم بوسی کے بعد آپ نے فرمایا بھائیا صوفیا میرا خیال تھا کہ جو حصہ تمہارا میرے پاس ہے۔ صحبت سے ہی بحیثیت شیخ صحبت تمہیں عطا کر دوں۔ مگر میرے بزرگوں نے مجھے تمہاری تجدید بیعت کی ہدایات فرمائی ہیں۔ چونکہ ایک شب قبل یہی کچھ خواب میں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ فرما چکے تھے۔ میں نے عرض کی جیسے آپ کا حکم۔ لہذا جب آپ معراج پاک کی رات منڈی کاموں کے تشریف لے گئے تو محفل میلاد کے بعد مجھے خلوت میں بلا کر شرف غلامی سے سرفراز فرمایا۔ اور قصیدہ بردہ شریف اور سورہ جن کے درد کی تلقین فرمائی یہ تھی منزل کی پہلی کڑی۔

اب تو لب پر میرے ہے روز و شب

وقف عشق حبیبؐ ہو جاؤ
دوستو! خوش نصیب ہو جاؤ
تم اگر چاہتے ہو قرب خدا
تو پیشوا کے قریب ہو جاؤ

کیونکہ اگر پیشوا کے قریب ہو گئے تو سراجاً منیراً کی ضیاء سے اپنے سینوں کو منور کر لو گے۔
یہ شعر میرے ایک قریبی دوست محمد ثناء اللہ بٹ نے ایک محفل میں پڑھا تھا۔
وابستگی کے بغیر سراجاً منیراً کے چراغ سے استفادہ حاصل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ اصول طریقت ہے جس کے متعلق مجھے اس سے پیشتر گاہے گاہے خواب میں آگہی ہوتی رہی۔ کہ جب تک تم ظاہری طور پر کسی سے بیعت نہیں کرو گے منزل تک نہیں پہنچ سکو گے۔

معلوم ہوا کہ جب تک کسی ایسے اللہ والے کے ساتھ تعلق نہ پیدا کیا جائے جو رموز قرآن سے واقف ہو اس وقت تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہ ایزدی کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہی لوگ کلام الٰہی کی مخفی عظمتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور صاحب مشاہدہ ہی دوسرے کو اس کا مشاہدہ کرا سکتا ہے

جیسا کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک سائنس کا طالب علم جب کسی چیز کی تھیوری پڑھتا ہے اس سے اسکو اس کا ظاہری علم حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اس کو (پریکٹیکل) عملی طور پر کرتا ہے تو اس علم کو جسے ظاہری طور پر جانتا تھا۔ اسے عمل کے نتیجہ میں جو مشاہدہ ہوتا ہے اسے عملی طور پر جانتا ہے۔ لہذا اسے کسی دوسرے صحبت یافتہ کو وہ عمل آسانی سے سمجھا سکے گا۔ جس سے وہ نتیجہ اخذ کر سکے گا۔ اور جب تک زندگی ہے چاہے انسان کتنے ہی روحانی طور پر عروج پر پہنچے پھر بھی اسے کسی نہ کسی ایسے وسیلے یا سبب کی ضرورت رہے گی جو اسے راہ راست پر رکھے ؎

بھریا اوہدا جانیے جہندا توڑ چڑھے

حکایت ایک دفعہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ جو بصرہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ اور ظاہری و باطنی علوم سے بخوبی مالامال تھے۔ جن کے عارف باللہ ہونے میں کسی کو شک وشبہ نہیں حضرت بی بی رابعہ بصریؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ جب انھیں یہ پیغام ملا۔ تو آپ نے کہا کہ اے حسن اس سے پیشتر کہ میں تمہاری استدعا قبول کروں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آیا تم مرد بھی ہو یا نہیں۔ لہذا حضرت حسن بصریؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھے منظور ہے دونوں بزرگ دریائے دجلہ کے کنارے چلے گئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے کہا کہ اے رابعہ آغاز تم کرو رابعہ بصری نے اپنا مصلیٰ دریا پر بچھا کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جب فارغ ہوئیں تو آپ نے حسنؓ کی طرف دیکھا۔ حضرت حسن بصریؒ نے اپنی انگشت پانی کے اندر رکھی اور پانی کی روانی بند ہو گئی۔ اس پر رابعہ بصریؒ فوراً بولیں اے حسنؓ دجلہ کے پانی کو روک سکتے ہو۔ ایک قطرہ پانی کا اپنے اندر نہیں روک سکتے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سر جھکا لیا اور کہا کہ اے رابعہؒ تم نے مجھے راہ راست پر کر دیا۔ یہ ہر دو عمل قرآن حکیم کے ظاہری و باطنی علوم سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے حجت ہوتے ہیں۔

حکایت دوم خاندان عباسیہ کی خلافت کے زمانے میں خلیفہ وقت نے دیکھا کہ اس کی ایک لونڈی آدھی رات کے وقت بارگاہ ایزدی میں ہاتھ پھیلا کر عرض کر رہی ہے اے خالق مطلق جس طرح تو نے مجھے قبول کیا ہے اسی طرح مجھ پر اپنی عنایات اور احسانات جاری رکھنا۔ خلیفہ نے صبح لونڈی کو بلا کر پوچھا رات میں نے تمہاری دعا سنی تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے کہ تمہیں اللہ العزت نے قبول کیا ہے۔ اس نے عرض کیا بات صاف ظاہر ہے کہ آپ دنیا و مافیہا سے بے خبر گہری نیند سوئے ہوتے ہیں اور میں اس کی بارگاہ

میں کھڑی استدعا کر رہی ہوں یہ اس کی قبولیت کی نشانی ہے۔

ومن الیلے فتھجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ایسے لوگوں کی محبت اور استقامت نصیب فرمائے اور انہی کے ساتھ قیامت کو اٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بدقسمت نہیں رہتا۔ اور ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا۔ اور ان سے میل جول رکھنے والا بے مراد نہیں رہتا۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں۔ جب ان پر نگاہ پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ان کو پہچان لیتا ہے اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے۔ ان کی نگاہ دوا ہے۔ ان کی گفتگو شفا، اور ان کی صحبت نور اور رونق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے صرف ان کے ظاہر کو دیکھا وہ نامراد ہوا۔ اور گھاٹے میں پڑا اور جس نے انکے باطن پر نگاہ رکھی وہ نجات پاگیا اور کامیاب ہوا (مکتوب نمبر ۵۲ حضرت مجدد الف ثانی رح)

الذین اٰمنوا وکانوا یتقون ٥ ولی صرف وہ لوگ ہیں جو ایماندار ہونے کے ساتھ ساتھ متقی اور پرہیزگار ہیں ان اولیاءہ الا المتقون اللہ تعالیٰ کے ولی صرف پرہیزگار لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم کی ان مخفی طاقتوں کو جاننے والے ہیں جنہوں نے اس کو پڑھا اور پھر اس پر عمل کیا حتیٰ کہ ہر دیکھنے والا ان کو دیکھ کر متاثر ہوا۔ جس طرف یہ لوگ نگاہ اٹھا دیں زندگی میں انقلاب پیدا کر دیں۔ کیونکہ یہ اللہ کے مخفی بھیدوں کے جاننے والے ہیں۔ انہی کے متعلق حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ یہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کے نور کا ظہور صرف انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کی بارگاہ میں شرف قبولیت رکھتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک آپ کی نگاہ مبارک کسی کو نہ نوازے اس وقت تک اس کی رسائی بارگاہ رب العزت میں نہیں ہو سکتی۔ فرمان خداوندی ہے قد جاءکم من اللہ نورٌ وکتٰب مبین پھر شان مبارک میں فرمایا کہ آپکو سراجاً منیرا بنا کر بھیجا معلوم ہوا کہ آپکی ذات بابرکات مرکز نور کل ہے اور اسی نور کی ضیائیں مومنین کے قلوب کو بالواسطہ اور بلاواسطہ منور کرتی ہیں اسی لئے طالب کیلئے ہمیں اہل ذکر کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ:-

★★

امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

لم یقتصر علیه قال صراط الذین انعمت علیهم و هذا یدل علی ان المرید لا سبیل له الی الوصول الی مقامات الهدایة والمکاشفة الا اذا اقتدی بشیخ یهدیه الی سواء السبیل و یجنبه عن مواقع الاغالیط والاضالیل و ذلك لان النقص غالب علی الخلق و عقولهم غیر وافیة بادراك الحق و تمییز الصواب عن الغلط فلا بد من کامل یقتدی به الناقص حتی یتقوی عقل ذلك الناقص بنور عقل ذلك الکامل فحینئذ یصل الی مدارج السعادات و معارج الکمالات

تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۴۲

اللہ تعالیٰ نے صرف اہدنا الصراط المستقیم کے الفاظ پر کفایت نہیں کی بلکہ صراط الذین انعمت علیہم بھی ساتھ فرمایا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے مقامات ہدایت اور مکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ و رہنما کی اقتداء کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے اور یہ اس بناء پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے اور ان کے عقول و اذہان حق تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پورے نہیں اترتے تو ایسے کامل کی اقتداء ضروری ہے جو ناقص کی رہنمائی کرے تاکہ ناقص کی عقل کامل کے نور عقل سے قوت پکڑے۔ ایسا ہی کرنے سے ناقص سعادتوں کے مدارج اور کمالات کی سیڑھیوں کو عبور کر سکتا ہے۔

عظمت اولیائے کرامؒ

عظمت اولیاء کرام کے موضوع پر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ایک اشارات پیش کئے جاتے ہیں

(۱) پس اولیاء اللہ ہر چہ میکنند برائے حق میکنند جلّ و علا نہ برائے نفس خود مکتوب دفتر اول مکتوب ۵۹	پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں حق تعالیٰ جل و علا کے لئے کرتے ہیں نہ اپنے نفس کے لئے
(۲) حمداً للہ سُبحانہٗ کہ از فحوائے آن محبت فقراء و توجہ درویشان مفہوم گشت، کہ سرمایہ سعادت است لانھم جلساءُ اللہ سُبحانَہٗ وَھُم[۱] قَوْمٌ لَّا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ[۲] وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ شَانِھِمْ رُبَّ	الحمد للہ سبحانہ کہ آپ کے مکتوب گرامی سے فقراء کی محبت اور ان کی توجہ کا اعتقاد مفہوم ہوتا ہے درویشوں کی توجہ کا اعتقاد اور ان کی محبت سرمایہ سعادت ہے کیونکہ یہ بزرگ لوگ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں ہیں اور یہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والی وہ مبارک قوم ہے جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہے اور حضور نبی کریم

[۱] ماخوذ از بخاری و مسلم ۱۲۔ [۲] یہ حدیث بخاری شریف میں ان الفاظ سے مروی ہے ھم الجلساء لا یشقی لجلیسھم اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں فھمُ القوم لا یشقیٰ بھم جلیسھم ۱۲

أَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ دفتر اول مکتوب ۲۴۲	صلی اللہ علیہ وسلم کفار پر نصرت و کامیابی کے لئے فقراء و مہاجرین کے طفیل حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے (شرح سنہ ۱۲ مشکوٰۃ) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان (اولیاء) کے متعلق ارشاد فرمایا "بہت سے پراگندہ بال و گرد آلودہ بندے ایسے ہیں جنہیں دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرماتا ہے۔ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں۔ مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ مشکوٰۃ

---

(۳) در رضائے ایں بزرگواران را وسیلۂ رضائے حق سازند سبحانہ طریق نجات و فلاح ایں است والسلام دفتر اول مکتوب ۲۱۸	ان بزرگوں کی رضا کو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں نجات اور فلاح کا طریقہ صرف یہی ہے۔ والسلام

---

(۴) حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بر محبت ایں طائفہ استقامت کرامت فرماید و بایشاں محشور دارد	حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس گروہ اولیاء کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرمائے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں۔

وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ وَلَا يُحْرَمُ أَنِيسُهُمْ وَلَا يَخِيبُ مُبِيسُهُمْ وَهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ وَهُمْ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَمَنْ عَرَفَهُمْ وَجَدَ اللّٰهَ ، نَظَرُهُمْ دَوَاءٌ وَكَلَامُهُمْ شِفَاءٌ وَصُحْبَتُهُمْ ضِيَاءٌ وَبَهَاءٌ هُمْ مَنْ رَأَى ظَاهِرَهُمْ خَابَ وَخَسِرَ وَمَنْ رَأَى بَاطِنَهُمْ وَنَجَى وَ أَفْلَحَ ۔ خوش گفت آنکہ گفت الٰہی چیست اینکہ دوستانِ خودرا کردی کہ ہرکہ ایشانرا شناخت ترا یافت ایشانرا نشناخت یعنی شناخت ایشاں ویافت توازیک دیگر منفک نیستند ۔

مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۹۲

اور ان سے اُنس رکھنے والا محروم نہیں اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے میں نامرادی نہیں ۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشیں ہیں ۔ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے جس نے ان کو پہچان لیا ۔ خدا کو پا لیا ان کی نظر دوا ، ان کا کلام شفا ہے اور ان کی صحبت ضیاء اور رونق بخشی ہے جس نے ان کے ظاہر کو ہی دیکھا وہ خائب و خاسر ہو گیا اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا وہ نجات اور فلاح پا گیا ۔ کسی بزرگ نے کیا ہی اچھا فرمایا ہے " اے اللہ تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے پہچانا اور جب تجھے نہ پہچان سکا یعنی ان کی شناخت اور تیری شناخت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتی ۔

---

[1] ان الفاظ میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جن میں یہ مضمون وارد ہوئے ہیں ۔

بیت ہم نشینی اولیاء چوں کیمیا است کیمیائے خود بایں خوبی کجا است

حضور غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔ شعر

یَا مَنْ رِجَالٌ لَا يَخَافُ جَلِيسُهُمْ ! رَيْبَ الزَّمَانِ وَلَا يَرَى مَا يَرْهَبُ

(۵) حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نوشتہ اند کہ در افاضۂ علوم لدنی روحانیت حضرت خضر[۱] متوسط است علی نبینا و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام ومویدا ایں تخصیص است آنچہ از حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ منقول است کہ روز برسر منبر بیانِ علوم و معارف مے نمودند دریں اثنا گذر حضرت خضر واقع شد، شیخ فرمود اے اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو۔
مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۵۵

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے کہ علم لدنی کے پہنچنے میں حضرت خضر علی نبینا و علی جمیع المرسلین الصلوٰۃ والسلام درمیان میں واسطہ اور ذریعہ ہیں ۔۔۔۔ اس تخصیص کی تائید کرتا ہے وہ واقعہ جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن آپ منبر پر جلوہ افروز ہو کر علوم و معارف بیان فرما رہے تھے کہ دوران وعظ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ہوا شیخ قدس سرہ، نے فرمایا اے اسرائیلی ادھر آ اور محمدی کا کلام سن

---

(۶) ایں صورت ہم چوں جامہ یکتا است نسبت بشخص

اس عارف کامل کی ظاہری صورت اس کے باطن کے اعتبار سے بالکل

---

[۱] خضر خا کے فتح اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ۔ اور ضاد کے سکون اور خاء کے کسرہ و فتح سے پڑھنا بھی درست ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ یعنی خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بیٹے ہیں پھر صحیح یہ ہے کہ آپ نبی ہیں اور دجال کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جہاد کرنے کے زمانہ تک بقید حیات رہیں گے۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں یا غیر مرسل ہیں بعض نے کہا ہے کہ وہ ولی ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ملائکہ میں سے ہیں۔

حرز ثمین ۱۲ از مرتب عفی عنہ۔

لابس آں جامہ۔ پس دیگراں از حقیقت او چہ دریابند و چہ فہم کنند و غیر از مماثل صور و حقائق خود ہا چہ تصور نمائند معرفت ایں عارف مستلزم معرفت حق است سبحانہٗ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہ سُبْحَانَہٗ نشان شناخت الٰہی چیست اینکہ دوستان خود کردی کہ ہر کہ ایشانرا شناخت ترا یافت و تا ترا نیافت ایشانرا نشناخت۔

مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۴۳

اس طرح ہے جس طرح کپڑا پہننے والے کے ساتھ کپڑے کی نسبت پس دوسرے عوام اس کی یعنی عارف کی حقیقت کو کیا پا سکتے ہیں۔ اور اس کے متعلق کیا سمجھ سکتے ہیں اور اسے اپنی حقیقتوں اور صورتوں کی مثل تصور کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔ ایسے عارف کامل کی پہچان خدا تعالیٰ کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اولیاء اللہ کی نشانی یہ ہے کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے الٰہی تو نے اپنے دوستوں کو کیا مرتبہ عطا کر دیا ہے کہ جس نے ان کو پہچان لیا اور جس کو تیری شناخت نصیب نہ ہوئی وہ ان کی شناخت سے بھی محروم رہا۔

(۷) بلکہ گوئم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتے است از کرامات و دعوت ایشاں خلق را بحق جل سلطانہٗ، رحمتے است از رحمت ہائے حق جل سلطانہٗ، واحیائے قلوب اموات آیتے است

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود درحقیقت کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کی دعوت الی الحق رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنا ان کی عظیم نشانیوں میں سے

از آیت ہائے عظمیٰ۔ ایشاں امان اہل ارض اند و غنیمت روزگار بہم یمطرون و بہم یرزقون در شان شان است۔ کلام شان دوا است و نظر شان شفا ھم جلساء اللّٰہ۔ الخ

مکتوبات، دفتر ثانی مکتوب ۹۲

ایک نشانی ہے یہ لوگ اہل زمین کے لئے باعث امن ہیں اور زمانے کے لئے غنیمت حدیث شریف میں ان کی شان میں یوں وارد ہے: "انہی اولیاء کے طفیل بارش ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے مخلوق کو رزق ملتا ہے" ان کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر امراض باطنہ کے لئے شفا ہے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں ہیں۔

الی آخر الاحادیث الواردۃ فی شان الاولیاء الکرام المذکورۃ فی الصفحات السابقۃ

بندگانِ خاص علّام الغیوب
در جہان جاں جواسیس القلوب

ترجمہ:۔ غیب کی باتیں جاننے والے اللہ کے مقبول بندے ایسے ہیں۔ جو روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں۔ (مولانا رومی)

وسیلۂ

"اہلِ ذکر"

✽✽✽

یک زمانہ صحبتِ با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مولانا رُومی

✽

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اسکی جانب باریابی کا ذریعہ تلاش کرو۔ یعنی ہر اُس ذریعہ کے طالب اور جویا رہو جس سے تم کو اللہ کا تقرب حاصل کر سکو اور اُس کی رضا کو پہنچ سکو۔ القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاایھا الذین امنو اتقو اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الیٰ اخرہ

اسے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں وسیلہ اور فضیلہ اور درجہ رفیعہ کا مقام حدیث شریف میں اذان کی دعا کے سلسلہ میں آیا ہے

ان محمد الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجہ الرفیعۃ

لغت میں وسیلہ کے معنی سبب اور ہاتھ ملانے کے ہیں اور وسل کسی چیز کے ذریعے نزدیک ہونے کے ہیں۔ مقولہ ہے کہ وسل الی اللہ وتوسل وتقرب الیہ

اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو اور ایسے عمل سے وسیلہ پکڑو جو اسکے قریب کر دے جیساکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے پر ایک کی بجائے دس رحمتیں ملتی ہیں۔ یہ بھی ایک منزلت یا وسیلہ کا درجہ ہے۔ حضرت ابوسعید خذری رض کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک وسیلہ ایک درجہ ہے جس کے اُوپر کوئی درجہ نہیں۔ اور تم میرے لئے وسیلہ کی دُعا مانگو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ اللہ کے نیک بندوں کا ذکر نزول رحمت کا باعث ہے۔ اور پھر حضور نے فرمایا من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل الذکر جسے اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہو اسے چاہیئے کہ اہل ذکر کی مجلس میں بیٹھے۔

چوں شوی دُور از حضور اولیاء
درحقیقت گشتہ ای دُور از خدا

دوسری جگہ حدیث شریف میں آیا المرء مع من احب۔ آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جسکے ساتھ اس کی محبت ہو . ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوا کہ اہل ذکر کی مجالس میں بیٹھنا یا ان سے تعلق پیدا کرنا بھی ایک وسیلہ ہے جو تقرب الی اللہ کا باعث ہے۔ اہل ذکر سے مراد وہ اولیائے امت اور اصفیا ہیں جن کے متعلق مولانا روم رح نے فرمایا۔

اولیاء راہست قدرت از اِلٰہ تیر جستہ باز گر دانند زراہ

من احب شیئاً اکثر ذکرہٗ۔ آدمی جس چیز کو محبوب رکھے اس کا اکثر ذکر کرتا ہے۔

کیونکہ ذکر بہتر وسیلہ ہے اور ذکر میں جس قدر استقامت ہو اسی قدر محبت میں ترقی ہوتی ہے اور جتنی ترقی ہوگی اتنا ہی قرب ہوگا۔ عطائے محبت سب بخششوں سے بہتر ہے۔ جو بے مثل بے بہا

اور نادر ہے ۔ یہ نعمت اس کے رحم اور بے نہایت عنایت کا ثمرہ ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشیخ فی قومہٖ کاَنَ النبی فی امتہٖ جس طرح علم ظاہری سیکھنے کے لئے معلم کا ہونا ضروری ہے ۔ اسی طرح علم باطن کے جاننے کے لئے کسی معلم کا ہونا لازمی ہے ۔ کیونکہ علم باطن دل کی راہ سے دل میں پہنچتا ہے زبان یا کتاب کے ذریعہ سے نہیں پہنچتا

سِرّ حق از کتاب نتواں یافت ۔ لیس تلک الرموز فی الاوراق

حق تعالیٰ کا بھید کتابوں میں نہیں ملتا ۔ کیونکہ اسرار و رموز کتابوں کے اوراق سے بالا ہیں معلوم ہوا شیخ کے وسیلہ کے بغیر حضرت عزوجل کی بارگاہ میں حضوری نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی جستجو کرے کیونکہ طلبِ الٰہی کی طرف یہ پہلا قدم ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری الا اولیائی

(میرے اولیاء میری قبا میں پوشیدہ ہیں کوئی انھیں میرے سوا نہیں جانتا ہاں مگر میری توفیق سے)
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں

خدا تعالیٰ روئے زمین کو بلا سبب قائم نہیں رکھتا ۔ پس وہ ہرگز اس امت کو بھی بغیر ولی کے نہیں رکھتا اولیاء اللہ ایسے بھی جنھیں اس نے اپنی دوستی اور ولایت سے مخصوص کیا ہے ۔ انھیں طبعی آفات سے پاک کر دیا ہے ۔ اور نفس کی پیروی سے بھی نجات دلا دی ہے ۔ اس لئے کہ اللہ کے سوائے وہ کسی کی اطاعت نہیں کرتے اور اس کے علاوہ اور کسی سے انس نہیں رکھتے ۔

حاصل کلام کہ لذت محبت اور لفظ وسیلہ کے رموزات کو جو شخص پوری طرح نہیں جانتا وہ اہل ذکر کی صحبت اختیار کرے ۔

جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں ان کی مجلس میں بیٹھے تاکہ اسے آدابِ محبت اور شعورِ محبت سے آگاہی ہو ۔ جیسا کہ سعدی علیہ الرحمۃ نے مٹی کو ہاتھ میں پکڑ کر پوچھا کہ تم میں یہ خوشبو کہاں سے آئی تو اس نے جواب دیا میں نے چند روز گلاب کی صحبت اختیار کی تھی اس کی خوشبو مجھ میں سرایت کر گئی ۔

گِل خوشبوئے در حمام روزے ۔ رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ۔ کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
بگفتا من گِل ناچیز بودم ولیکن مدتے با گُل نشستم

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

قال اللہ تعالیٰ ایاک نعبد و ایاک نستعین

ایاک نستعین میں یہ تعلیم فرمائی ہے خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہو استعانت ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات خدام واحباب وغیرہ سب اعوان الٰہی کے مظہر ہیں۔ لہٰذا ان سے تعلق پیدا کرنا یہ بھی اس تک ایک وسیلہ ہے (راقم)

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔
اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدوجہد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ابن منظور لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الوسیلۃ فی الاصل ما یتوصل بہ الی الشیٔ یتقرب بہ الیہ (لسان العرب) یعنی جس چیز کے ذریعہ کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ والوسیلۃ کل ما یتقرب بہ (کشاف) ایمان، نیک اعمال، عبادات، پیروی سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے۔ دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں۔ ہزاروں کوس کی مسافت کو پا پیادہ طے کیا ہے۔ اور ان کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت وحکمت پر مہر وماہ بن کر چمکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو صریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے (قول جمیل) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے اسمٰعیل دہلوی کو بھی لکھنا پڑا۔" اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک مے کنند وسیلہ مرشد را مے دانند پس تلاش مرشد بنا بر فلاحِ حقیقی و فوز تحقیقی از مجاہدہ ضروری ست وسنت اللہ برہمیں منوال جاریست لہٰذا بدون مرشد راہ یابی نادر است (صراط مستقیم) یعنی سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ وریاضت سے تلاش مرشد از بس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان راہِ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ ایسے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزی نشد (رومی)

دم عارف نسیم صبحدم ہے . اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسّر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے (اقبالؒ)

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے تقویٰ اختیار کرنے وسیلہ تلاش کرنے کے علاوہ ہر دم مصروف جہاد رہنا ضروری ہے جہادِ اصغر بھی اور جہادِ اکبر بھی۔ کفار سے بھی اور نفس امارہ سے بھی۔ اور ان تمام نظریات۔ اور افکار سے بھی جو کسی حیثیت سے اسلامی عقائد اور مسلمات سے ٹکراتے ہیں۔ تب جاکر فلاح و کامرانی نصیب ہوگی۔ (ضیاء القرآن)

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را (اقبالؒ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ یعنی اللہ کا قرب تلاش کرو، لفظ وسیلہ وَسَلٌ مصدر سے مشتق ہے، جس کے معنے ملنے اور جڑنے کے ہیں، یہ لفظ سین اور صاد دونوں سے تقریباً ایک ہی معنی میں آتا ہے، فرق اتنا ہے کہ وصلٌ بالصاد مطلقاً ملنے اور جوڑنے کے معنی میں ہے اور وَسَلٌ بالسین، رغبت و محبت کے ساتھ ملنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے، صحاح، جوہری اور مفردات القرآن راغب اصفہانی میں اس کی تصریح ہے، اس لئے صاد کے ساتھ وُصلَہ اور وصیلہ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان میل اور جوڑ پیدا کر دے، خواہ وہ میل اور جوڑ رغبت و محبت سے ہو یا کسی دوسری صورت سے اور سین کے ساتھ لفظ وسیلہ کے معنی اس چیز کے ہیں جو کسی کو کسی سے محبت و رغبت کے ساتھ ملا دے (لسان العرب، مفردات راغب)

اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت و محبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کر دے۔ اس لئے سلف صالحین صحابہ و تابعین نے اس آیت میں وسیلہ کی تفسیر طاعت و قربت اور ایمان و عمل صالح سے کی ہے، بروایت حاکم حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ وسیلہ سے مراد قربت و اطاعت ہی ہے اور ابن جریرؒ نے حضرت عطاؒ اور مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا ہے اور ابن جریرؒ وغیرہ نے حضرت قتادہؓ سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ تَقَرَّبُوْا اِلَیْہِ بِطَاعَتِہٖ وَالْعَمَلِ بِمَا یُرْضِیْہِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرو، اس کی فرمانبرداری اور رضامندی کے کام کرکے اس لئے آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو

بذریعہ ایمان اور عمل صالح کے ،

اور مسند احمد کی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وسیلہ ایک اعلیٰ درجہ ہے جنت کا جس کے اُوپر کوئی درجہ نہیں ہے ، تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ درجہ مجھے عطا فرما دے ۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی وہی کلمات کہتے رہو جو مؤذن کہتا ہے ، اس کے بعد مجھ پر درود پڑھو اور میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو ۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وسیلہ ایک خاص درجہ ہے جنت کا ، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے ، اور آیت مذکورہ میں ہر مومن کو وسیلہ طلب کرنے اور ڈھونڈنے کا حکم بظاہر اس خصوصیت کے منافی ہے ، مگر جواب واضح ہے کہ جس طرح ہدایت کا اعلیٰ مقام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اور آپؐ ہمیشہ اس کے لئے دعا کیا کرتے تھے ، مگر اس کے ابتدائی اور متوسط درجات تمام مومنین کے لئے عام ہیں ، اسی طرح وسیلہ کا اعلیٰ درجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اور اس کے نیچے کے درجات سب مومنین کے لئے ، آپؐ ہی کے واسطہ اور ذریعہ سے عام ہیں ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ نے اپنے مکتوبات میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ لفظ وسیلہ میں محبت و رغبت کا مفہوم شامل ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وسیلہ کے درجات میں ترقی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے ، اور محبت پیدا ہوتی ہے اتباع سنت سے ، کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ، اس لئے جتنا کوئی اپنی عبادات ، معاملات ، اخلاق ، معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہوگی ، اور خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہو جائے گا اور جتنی زیادہ محبت بڑھے گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا ۔ لفظ وسیلہ کی لغوی تشریح اور صحابہ و تابعین کی تفسیر سے جب یہ معلوم ہوگیا ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہے وہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ

کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے اس میں جس طرح ایمان اور عمل صالح داخل ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی صحبت اور محبت بھی داخل ہے کہ وہ بھی رضائے الٰہی کے اسباب میں سے ہے اسی لئے ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا درست ہوا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

حاصل کلام ہر دو تفاسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ

(۱) انبیاء علیہم السلام اور (۲) صالحین واہل ذکر کی صحبت جو مظہر محبت الٰہی ہیں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا یا ان کی صحبت اختیار کرنا ہی ایک وسیلہ ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ہ اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے دریافت کرو۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے نحن اھل الذکر ہم ہی اہل ذکر ہیں جس بات کا تمہیں علم نہیں اسکے بارے میں ہم سے دریافت کرو۔

آپ چونکہ اولیائے امت کے سالار قافلہ ہیں اور تمام سلاسل (ماسوائے اولیسیہ نقشبندیہ جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہے) آپ ہی سے وابستہ ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سرکار دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنھما کو فرمایا کہ ہمارا جبہ مبارک حضرت اویس قرنیؓ کو ہمارے بعد پہنچا دیں۔ ہر دو اصحاب آپ کے پاس پہنچے اور بحکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اویس قرنیؓ سے امت کے لئے دعا کروائی آپ کا جبہ مبارک عطا کرنے سے پہلے حضرت اویس قرنیؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ معلوم ہوا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے باوجود آپ کو تقرب کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے دست مبارک پر بیعت کرنا پڑی تاکہ حضوری کے لئے سبب اور وسیلہ بنیں۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے

دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر ایمان لانے کے بعد صحبت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اختیار کرنا پڑی اور آپ ہی سے سلسلہ نقشبندیہ آگے چلا ہے حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سلمانؓ ہماری اہل بیت میں ہے معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے بعد بھی کسی اللہ والے کی صحبت کا اختیار کرنا ہی تقرب الٰہی کا موجب بنتا ہے

بعینہٖ عمر رضی اللہ تعالیٰ حضور پُرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کو دعا کے لیئے کہنا باوجودیکہ آپ کے تقوی قرب رسالت اور عشق الٰہی میں کوئی شبہ نہیں ہے اس کے باوجود حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لئے دعا کرنا ظاہر کرتا ہے کہ قرب ہوتے ہوئے بھی وسیلہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عجز وانکساری اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت کا اظہار کرتا ہے کہ آپ کی اہل بیت سے آپ کو کتنی عقیدت اور محبت ہے۔ آپ کا دعا کے لیئے عرض کرنا آپ کی ارادت آپ کی سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نیازمندی کا واضح ثبوت ہے اور یہ ایک صوفی کے لئے نشان راہ ہے کہ جہاں وہ احکام الٰہی کی بجاآوری میں سختی سے عمل پیرا ہو اور چاہے اسے اللہ مجدہ، تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے اور اپنے پیشوا کی نسبت کے واسطے سے کتنا ہی نوازدے وہاں پھر بھی اس کا سر اس کی چوکھٹ پر اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے سامنے جھکا رہے۔ اپنے مقام کا خیال رکھے بغیر ان کو اپنے سے افضل جانے اور سمجھے اسی میں اس کی عزت اور افتخار کا راز مضمر ہے جیسا کہ میرے پیر و پیشوا نے مجھے بتایا کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ صاحب سیال شریف کے صاحبزادے کے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف رائے ہوگیا تو صاحبزادہ صاحب نے آپ کا سیال شریف درگاہ پر آنا بند کر دیا آپ سیال شریف تشریف لے جاتے۔ لیکن گاؤں کے باہر ٹھہرتے پھر جب

صاجزادہ صاحب کو معلوم ہوا کہ متنازعہ مسئلہ میں پیر مہر علی شاہ سچے ہیں۔ آپ نے حاضری کی اجازت دے دی اگرچہ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو پیر مہر علی شاہ صاحب کا مقام آپ سے بہت بلند تھا۔ مگر آپ نے صاجزادہ صاحب کے متعلق کی وجہ سے آپ کی تابعداری کی اور اسے باعث برکت جانا۔ بہرکیف اس سلسلہ میں بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں اور کتب ہائے تصوف میں اکثر ملتی ہیں

ہمارے کچھ احباب ایسے بھی ہیں جو ایمان لانے کے بعد ارکان دین کا بجا لانا ہی ایک بہتر وسیلہ سمجھتے ہیں وہ اس بات سے بے نیاز ہیں کہ انہیں ارکان دین کی ادائیگی کے لئے مزید کسی سے وابستگی کی ضرورت ہے حالانکہ کھلی بات ہے کہ ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وکذالک یفترض علیہ علم احوال القلب من التوکل والخشیۃ والرضاد جیسے باقی علوم فرض ہیں اسی طرح علم سلوک بھی فرض ہے۔ جو علم احوال قلب ہے جیسے توکل، خشیت، رضا بالقضا۔ اس سے واضح بات حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہونا ہے

قال اخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال یا عمر اتدری من السائل قلت اللہ ورسولہ اعلم۔ قال فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم۔

جبرائیل نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا اے عمرؓ کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جبرئیل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اور تصوف بغیر صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے امام مالک رح کا قول نقل فرمایا ہے۔

امام مالک نے فرمایا جس نے فقہ کے بغیر تصوف حاصل کیا وہ زندیق ہوا۔ اور جس نے تصوف سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا۔

کہتے ہیں کہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے علم حاصل کر لیا تو اپنے زمانے کے سردار اور مقتدیٰ بن گئے تو حضرت امام ابو حنیفہ رح کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح نے ارشاد فرمایا علیك بالعمل فان العلم بلا عمل کالجسد بلا روح تجھ پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ عمل کے بغیر علم ایسا ہی ہے جیسا جسم بے روح جب تک علم عمل کے ساتھ نہ ملے صاف نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم عمل کا مقتضی ہے جیسا کہ ہدایت مجاہدہ کا تقاضا کرتی ہے۔ جس طرح مشاہدہ بے مجاہدہ نہیں ہو سکتا۔ دراصل علم عمل کا اصل اور عمل علم کا نتیجہ ہے۔ لہذا آپ نے حضرت حبیب عجمی علیہ الرحمۃ کی صحبت اختیار کی۔ اور ان کے خاص مریدوں میں سے ہوئے۔ معلوم ہوا باوجود دین کے ظاہری معاملات کا علم رکھتے ہوئے بھی اس کی باطنی اصلاح کے لئے کسی ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو خود اس پر کاربند ہو۔ جو اسے احساس دلادے کہ وہ اس کے ہر عمل سے واقف ہے۔

جیسا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پیشوا حضرت سری سقطی رح نے اپنی زندگی میں فرمایا آپ لوگوں کو نصیحت فرمایا کرو لیکن آپ نے قبول نہ کیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں میں نصیحت نہیں کر سکتا۔ ایک رات آپ سو رہے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا لوگوں کو نصیحت کی بات کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کلام کو ایک عالم کی نجات کا سبب بنا لیا ہے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ میرا درجہ میرے شیخ رحمۃ اللہ سے بڑھ گیا۔ تبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وعظ کا حکم فرمایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی رح نے ایک آدمی بھیجا کہ جب جنید رح نماز ادا کرے تو اس سے کہو کہ مریدوں کے کہنے سے تم نے

انھیں کوئی نصیحت نہ کی اور مشائخ بغداد کی سفارش بھی تو نے رد کر دی اور میں نے پیغام بھیجا تب بھی تم نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری نہ کیا۔ اب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ انکے حکم کی تعمیل تو ضرور کرنا چاہیئے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس ارشاد مرشد کے بعد میں نے جان لیا کہ میرے شیخ تمام احوال میں میرے ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں۔ میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے خیال سے استغفار کیا اور پھر آپ نے پوچھا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے کہ وہ جنیدؒ سے ارشاد فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نصیحت کریں تاکہ بغداد والوں کی مراد حاصل ہو۔ معلوم ہوا کہ مرشد جس حالت میں بھی ہوں اپنے مریدوں کے حال سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اور یہی ایک احساس ہے جب بندے کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو اس پر بات کھل جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا اس کی نمازوں میں خشوع اور خضوع پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہر رکن دین کو ظاہری اور باطنی طور پر صحیح طور پر ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے مسجد میں بیٹھے دیکھا تو دریافت کیا یا شیخ مساجد کے اندر گل کاری کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ آپ نے فرمایا کہ کثرت کے نزدیک جائز ہے۔ پھر اس نے سوال کیا جس مسجد میں آپ بیٹھے ہیں اسمیں بھی گل کاری کی ہوئی ہے۔ اس کے متعلق آپ کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ میں تو خشیت ایزدی کی وجہ سے اوپر دیکھتا ہی نہیں آیا ہم نے کبھی ایسی کیفیت اپنے اندر محسوس کی ہے۔ یقیناً جو لوگ کسی ایسے صاحب حال کی صحبت اختیار کرتے ہیں انکے اندر یہ احساس بدرجہ اتم دیکھا گیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اس نعمت سے بہرہ ور نہیں ہیں وہ خود اس بات کا تصفیہ کریں کہ خالی ارکان دین کا جاننا اور بغیر

اصلاح حاصل نہیں ہوسکتا وہ آخرت کے لئے وسیلہ کیسے بن سکتا ہے جیسا کہ حکم ربانی ہے ابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ مومن اپنی فراست سے جو خدا سے رسالت کے صدقے میں اسے عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اعمال کو اس کی آگہی کر کے درست کرتا رہتا ہے جس سے طالب کے دل میں اعمال کی ادائیگی کا تکبر پیدا نہیں ہوتا۔ اور وہ ہر وقت خشیت ایزدی سے اپنے ذکر و فکر اور اعمال کو درست کرتا رہتا ہے اور اپنے اعمال پر نگاہ رکھتا ہے بغیر وسیلہ کے حضوری کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اس کے باوجود ہم قبیح اعمال کا ارتکاب کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ لیکن مومن کامل اپنی نگاہ اور اللہ کے نور سے ہمارے اندر جب یہ احساس پیدا کر دیتا ہے تو ہم انوار الٰہی کو ہر چیز میں جاری و ساری محسوس کرنے لگتے ہیں۔ مثال ظاہر و باطن کی اس طرح ہے کہ ایک بادشاہ کا گزر اپنے باغ میں ہوا تو باغبان کی بچی کو دیکھا اس پر فریفتہ ہو گیا۔ باغبان کو بھیج دیا بعدہ، لڑکی سے کہا کہ تمام دروازے بند کر دو اس نے تمام دروازے بند کر دیے اور عرض کیا اے بادشاہ سلامت تمام دروازے بند کر دیے ہیں لیکن ایک دروازہ میں بند نہیں کر سکی۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے تو اس نے کہا جو ہمارے اور خدا کے درمیان ہے بادشاہ گھبرا گیا اور اس نے تبعیت اختیار کی۔ اور روتا ہوا واپس چلا گیا۔ بادشاہ ظاہر کو دیکھتا تھا اور باغبان کی لڑکی باطن کو دیکھتی تھی کہ عوام الناس کے علاوہ اور بھی کوئی دیکھنے والا ہے۔ اس کی چھوٹی سی بات نے بادشاہ کے ذہن کو بدل کر رکھ دیا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے کا احساس ہو گیا۔ اس حکایت میں ایک بچی اس کے لئے ہدایت کا وسیلہ بن گئی۔ معاملہ

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ کا ہے

اطاعت حضور شافع یوم نشور صلعم کی ہے حضور فرماتے ہیں کہ میری اہل بیت سے محبت کرو میرے صحابہ کرام کی پیروی کرو اور اصحاب صفہ کا طریقہ

اختیار کرد۔ پس جو شخص میری امت میں سے اس صفت پر باقی رہے گا جس پر تم ہو (اصحاب صفہ) بشرطیکہ تم اس حالت پر راضی ہو وہ جنت میں میرے رفیقوں میں سے ہوگا۔

جو اس کے برعکس عمل کرتے ہیں وہ خود اس کے جواب دہ ہیں۔

اور ایک روایت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک نابینا صحابی کو اس طرح دعا مانگنے کی تلقین فرمائی

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ (منار)

ف ۱۔ عہد فاروقی کا معروف واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شہزادگان حسنین کریمین کھیل رہے تھے کہ عبداللہ بن عمر تشریف لائے اور امامین کے ہمراہ کھیلنا چاہا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر کہ تو ہمارے غلام کا بیٹا ہے اپنے ساتھ کھیلنے سے منع فرما دیا عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ حسنین کریمین نے نہ صرف مجھے غلام زادہ کہا ہے بلکہ اپنے ساتھ کھلانا بھی پسند نہیں فرمایا حالانکہ آپ منصب خلافت پر فائز ہیں۔ اور آپ کی اہمیت و فوقیت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا وقت غنیمت جانو۔ فوراً واپس جا کر ان سے یہی الفاظ صفحہ قرطاس پر ثبت کرا لاؤ۔ عبداللہ بن عمر فوری طور پر حاضر خدمت ہوئے اور سرداران جوانان اہل جناں سے ملتمس و ملتجی ہوئے کہ جو کچھ آپ نے مجھے تھوڑی دیر پہلے فرمایا تھا۔ برائے نوازش و کرم اسے سپرد قلم کر دیجئے۔ سبطین رسول کریمین نے تحریر کر کے حوالے کر دیا۔ آپ انتہائی مسرت و شادمانی کے عالم میں یہ تحریر لے کر حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا جنت کے لئے یہ سند کافی ہے اسے میرے کفن میں رکھ کر مجھے سپرد خاک کر دینا۔ یہ بھی وسیلہ کی واضح دلیل ہے

ف ۲۔ ایک سال ماہ رمضان المبارک میں میرے شیخ طریقت قبلہ حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی مسجد میں معتکف تھے۔ جب میں رات نماز تراویح کی ادائیگی کے لئے دربار گیا۔ غالباً ستائیسویں شب تھی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ آج رات میرے پاس ہی رہنا حب نماز تراویح سے فارغ ہوئے تو مجھے پاس بلا کر فرمایا کہ تم گھر چلے جاؤ میں مختلف قسم کے خیالات اپنی کم نصیبی کے لیتا ہوا گھر لوٹا۔ ایک شعر بار بار میرے سامنے آتا تھا۔

انھیں اعتبار الفت۔ جو نہ ہو سکا ابھی تک   میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے

دل کو تسلی دی۔ اور سوگیا۔ قریباً ڈیڑھ۔ پونے دو بجے دات مجھے کسی بزرگ نے جن کو میں خواب میں دیکھ رہا تھا۔ فرمایا کہ اٹھو۔ لیلۃ القدر ہے۔ اور تم سوئے ہوئے ہو۔ بہرکیف میں اٹھا میرے دل کی کیفیت بیان سے باہر تھی لیکن اتنا جانتا ہوں کہ میں نے تمام اہل خانہ کو بیدار کیا اور کہا تم بھی اس رحمت الٰہی سے جو اس وقت بٹ رہی ہے حسب نصیب حاصل کرو سحری کے بعد حسب معمول نماز فجر آپ کے ہمراہ ادا کرنے کے لئے دربار حضرت گنج بخش میں حاضر ہوا جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے اپنے پہلو میں بٹھا کر فرمانے لگے کہ بھائیا صوفیا رات کلاں ای لیلۃ القدر دیکھدا رہیا ایں۔ میری آنکھوں میں جوش مسرت سے آنسو آ گئے اور میں نے آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یہ سب آپ کی نگاہ کا اعجاز ہے وگرنہ میں کہاں اور یہ سعادت کہاں۔ رات اپنے پاس نہ رکھنے کا راز مجھ پر عیاں ہوگیا۔ ہوسکتا تھا اگر یہ واقعہ دربار میں ہوتا تو میں بے ساختہ کوئی ہنگامہ برپا کر دیتا۔ جو میری روحانی منزل کے لئے بہتر نہ ہوتا

میانِ عاشق و معشوق رمزیست

کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس حدیث پاک کا راز کہ مومن کی فراست سے ڈرو۔ کیونکہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مجھ پر کھلا۔ حالانکہ اس سے پیشتر کئی واقعات میرے سامنے آئے۔ لیکن اس واقعہ نے مجھے عین الیقین کا مشاہدہ کرادیا۔ یہی ایک چیز ہے اگر ایک اللہ کا بندہ میرے اعمال کو دیکھ سکتا ہے تو جس کی یہ طاقت عطا کردہ ہے اس کی شان کیا ہو گی، لہذا حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ۔ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

یہ صرف کسی صاحب نظر کی صحبت سے ہی نصیب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اور جب پہچان لیا۔ قرب الٰہی حاصل ہوگیا اور جب قرب حاصل ہو جائے تو دوری نہیں رہتی اور یہ محض اس کی عنایت سے ہوتا ہے اور جب عنایت ہو جائے تو رد نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ رحمت الٰہی اس کی نگہبانی کرتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتنا خالق کا ہے احسانِ عظیم
کھولی ہم پہ ہے راہِ لُطفِ عمیم
ذکرِ صلِّ علیٰ کو حرزِ جاں کر لو
گوہرِ مقصود ہے رضائے ربِّ کریم

صُوفی

اللّٰھم صل علی سیدنا و محمد و علیٰ آل سیدنا محمد عدد فی علم اللہ صلوٰۃ دوام ملک اللہ

ایک عمل وہ تھا جس کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں آچکا ہے یعنی اہل ذکر کی صحبت ایک ایسا وسیلہ ہے جس کی نشاندہی اللہ تبارک تعالیٰ نے سراجا منیرا کے چراغ سے استفادہ کرنے کے لئے ازحد ضروری ہے کلام مجید میں کی کہ کس طرح ہم اہل ذکر کی صحبت میں بیٹھ کر حضور صلعم کے صدقے میں قرب ربانی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور آپ کے نور سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ دوسرا راستہ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما ہے کہ ہم اتباع خداوندی اور ملائکہ میں مسلسل تعظیم اور محبت کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح و شام درود و سلام پیش کرتے رہیں۔ اس سے پیشتر کہ یہ تحریر کیا جاتے کہ درود و سلام کون کون مقامات پر کیسے کیسے پڑھا جلتے۔ درود و سلام کی چند برکات جو کتب ہائے احادیث اور مجالس صوفیائے کلام کے تذکرہ میں میری نظر سے گزری ہیں۔

ان میں سے بعض کو دوسرے حضرات نے بھی نقل کیا ہے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے واقعات اور بہت سے خواب درود شریف کے سلسلہ میں مشائخ نے لکھے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اس رسالہ میں کیا جاتا ہے

جزاد السّعید کے قصوں پر اضافہ ہے ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۱۵۔ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ رشید عطار نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں مصر میں ایک بزرگ تھے۔ جن کا نام ابو سعید خیاط تھا۔ وہ بہت یکسو رہتے تھے، لوگوں سے میل جول بالکل نہیں رکھتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ابن رشیقؒ کی مجلس میں بہت کثرت سے جانا شروع کر دیا اور بہت اہتمام سے جایا کرتے۔

لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کی خواب گاہ میں زیارت کی اور کہا کہ حضور نے مجھ سے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ان کی مجلس میں جایا کر اس لئے کہ یہ اپنی مجلس میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۱۶۔ ابو العباس احمد بن منصورؒ کا جب انتقال ہوگیا تو اہل شیراز میں سے ایک شخص نے اس کو خواب میں دیکھا

کہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں محراب میں کھڑے ہیں اور ان پر ایک جوڑا ہے اور سر پر ایک تاج ہے جو جواہر اور موتیوں سے لدا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اُن سے پوچھا۔ انہوں نے کہا اللہ جل شانہٗ نے میری مغفرت فرمادی اور میرا بہت اکرام فرمایا اور مجھے تاج عطاء فرمایا۔ اور یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت درود کی وجہ سے

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۷۔ صوفیاء میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو کہ جس کا نام مسطح تھا، اور وہ اپنی زندگی میں دین کے اعتبار سے بہت ہی بے پرواہ اور بیباک تھا (یعنی گناہوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا) مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میری مغفرت فرمادی۔ میں نے پوچھا یہ کس عمل سے ہوئی اس نے کہا کہ میں ایک محدث کی خدمت میں حدیث نقل کر رہا تھا۔ استاد نے درود شریف پڑھا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ بلند آواز سے درود پڑھا۔ میری آواز سن کر سب مجلس والوں نے درود پڑھا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس وقت ساری مجلس والوں کی مغفرت فرمادی۔

نزہۃ المجالس میں بھی اسی قسم کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی بہت گناہگار تھا۔ میں اس کو بار بار توبہ کی تاکید کرتا تھا مگر وہ نہیں کرتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو میں نے اسے جنت میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو اس مرتبہ پر کیسے پہنچ گیا؟ اس نے کہا، میں ایک محدث کی مجلس میں تھا۔ انہوں نے یہ کہا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بلند آواز سے درود پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ میں نے آواز سے درود پڑھا اور اس پر اور لوگوں نے بھی پڑھا اور اس پر ہم سب کی مغفرت ہوگئی۔ اس قصہ کو روض الفائق میں بھی ذرا تفصیل سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ صوفیاء میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی تھا بہت گناہگار، ہر وقت شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا۔ اس کو دن رات کی بھی خبر نہ رہتی تھی۔ میں اس کو نصیحت کرتا تو سنتا نہیں تھا۔ میں توبہ کو کہتا تو وہ مانتا نہیں تھا۔ جب وہ مرگیا تو میں نے اس کو خواب میں بہت اُونچے مقام پر اور جنت کے لباس فاخرہ میں دیکھا، بڑے اعزاز و اکرام میں تھا۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اوپر والا قصہ محدث کا ذکر کیا ۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۸۔ ابوالحسن بغدادیؒ دارمی کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوعبداللہ بن حامدؒ کو مرنے کے بعد کئی دفعہ خواب میں دیکھا

ان سے پوچھا کہ کیا گزری ؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی اور مجھ پر رحم فرمایا۔ انہوں نے ان سے یہ پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے میں سیدھا جنت میں داخل ہو جاؤں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھ اور ہر رکعت میں ایک ہزار مرتبہ قل ہو اللہ۔ انہوں نے کہا یہ تو بہت مشکل عمل ہے تو انہوں نے کہا کہ پھر تو ہر شب میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کر۔ دارمیؒ کہتے ہیں کہ یہ میں نے اپنا معمول بنا لیا

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں فرمایا کچھ مدت میں خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے میں مشغول رہا۔ اور میں نے کئی قسم کے دینوی اثرات اور نتائج اس پر مرتب ہوتے محسوس کرتا۔ اور مجھے ولایت خاصہ محمد علی صاحب الصلوٰۃ والسلام دقائق اور اسرار کھلتے معلوم ہوتے۔

یہ اپنے اپنے حسنِ عقیدت کی بات ہے

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قول سے معلوم ہوا کہ درود و سلام کے مسلسل ورد سے دقائق اور اسرار ولایت محمدیہ کھلتے ہیں۔ اور بلند آواز سے درود و سلام پڑھنے سے نجات اخروی حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ بات مشاہدہ اور مجاہدہ کی ہے۔ کیونکہ مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے نہیں ہو سکتا اور مجاہدہ بغیر اس کے فضل کے نہیں ہو سکتا۔ درود شریف آہستہ پڑھا جائے یا با آواز بلند پڑھا جائے یہ اپنے ذوق اور شوق کی بات ہے جیسا کہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر محفل میلاد پاک میں حضور تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضور کے روحانی مدارج اتنے بلند ہیں کہ محفل میلاد اور آپکے درمیان حجابات کو اٹھا دیا جاتا ہے۔ حضور صلعم اپنی چشم مبارک سے محفل میلاد ملاحظہ فرماتے ہیں اور جہاں تک ندائی الفاظ یا رسول اللہ کہنے کا تعلق ہے تو جن کا یہ عقیدہ ہے کہ ہماری یہ آواز حضور صلعم تک پہنچتی ہے ان کے لئے درست ہے۔ جن کا یہ عقیدہ نہیں ان کے لئے درست نہیں۔ لہذا درود و سلام کا بہ آواز بلند پڑھنا بندہ کے نزدیک اس لئے بہتر ہے کہ جہاں تک یہ آواز پہنچے وہ شجر و حجر روز قیامت اس کے ذکر کی بارگاہ رب العزت میں گواہی دیں گے اور اس کی بخشش کا وسیلہ بنیں گے۔ اب اگلے باب میں احادیث فضائل درود شریف میں درج کی جائیں گی۔ جس سے درود پاک پڑھنے کے فیوض و برکات کے مزید رموز کھلتے ہیں۔

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم درود پاک پڑھنے والے کی میزان پہ مدد کریں گے وہ پرزہ جس پر

درود وسلام کا پڑھنا تحریر ہوگا۔ میزان پر رکھا جائے گا اور وہ نیکی کے پلڑے کو جھکا دے گا۔ روایات میں آتا ہے کہ جس نے آپ پر بکثرت درود وسلام پڑھا آپ کے دست مبارک میں اس کا ہاتھ ہوگا۔ یعنی وہ حضور صلعم سے بہت قریب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادے آمین ثم آمین۔

میان عاشق و معشوق رمزلیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

"درود و سلام"

علاجِ دردِ نہاں آبِ حیات صلِ علےٰ
وسیلہ قربِ رسالت ہے صُوفیؔ وردِ خُدا

صُوفیؔ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلو علیہ و سلموا تسلیما ہ

اس آیت کریمہ کی جلالتِ شان سمجھنے کے لئے پہلے ان کلمات طیبہ کو سمجھنے کی کوشش کریں آیت کریمہ فعل صلوٰۃ (درود) کے تین فاعل ہیں (۱) اللہ تعالےٰ (۲) فرشتے (۳) اہل اسلام جب اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہے فھی منہ عزوجل ثناء علیہ عند الملائکتہ و تعظیمہ ۔ رواہ البخاری ابی عن ابی العالیہ ۔

علامہ آلوسی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں : وتعظیمہ تعالیٰ ایاہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ و اظہار دینہ و ابقاء العمل بشریعتہ و فی الآخرۃ بتشفیعہ فی اُمتہ و اجزال اجرہ و مثوبتہ و ابداء فضلہ للاولین و الآخرین بالمقام المحمود و تقدیمہ علی کافۃ المقربین بالشہود (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کرکے، اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے اس دنیا میں حضور کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روز محشر امت کے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کرکے اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین اور آخرین کے لئے حضور کی بزرگی کو نمایاں کرکے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے ۔

اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی دعا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دست بدعا ہیں ۔ اس جملہ میں ان اللہ و ملائکتہ الخ میں اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ جملہ اسمیہ ہے۔ لیکن اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے۔ تو یہاں دونوں جملے جمع کر دیے گئے ہیں۔ اس میں راز یہ ہے کہ جملہ اسمیہ استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے اور فعلیہ تجدید و حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر دم ہر گھڑی اپنے نبی مکرم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور آپ کی شان بیان فرماتا ہے۔ اسی طرح اس کے فرشتے بھی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ عراقی نے کیا خوب لکھا ہے ؛ ؎

ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ ملائک ورد صبح و شام کردند

جب اللہ تعالےٰ اپنے مقبول بندے پر ہمیشہ اپنی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے اس کی ثناء گستری میں زمزمہ سنج رہتے ہیں اور اس کی رفعتِ شان کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں، تو اے اہل ایمان تم بھی میرے محبوب کی رفعتِ شان کے لئے دعا مانگا کرو۔ علامہ ابن منظور "صلوٰۃ" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ جب مومن بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے : اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمد فمعناہ عظمہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ و اظہار دعوتہ و ابقاء شریعتہ و فی الآخرۃ بتشفیعہ فی اُمّتہ و تضعیف اجرہ و مثوبتہ یعنی اے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما۔ اس کے دین کو غلبہ دے اور اس کی شریعت کو باقی رکھ کہ اس دنیا میں ان کی شان بلند فرما اور روزِ محشر ان کی شفاعت قبول فرما۔ اجر اور ثواب کو کئی گنا کر دے۔

اگرچہ صلوٰۃ بھیجنے کا ہمیں حکم دیا جا رہا ہے لیکن ہم نہ شانِ رسالت کو کما حقہٗ جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اس لئے اعترافِ عجز کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں : اللّٰھم صلّ الخ یعنی مولا کریم تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر و منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے۔ اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایاں ہے۔ وقیل المعنی لما امرنا اللّٰہ تعالیٰ سبحانہ بالصلوٰۃ علیہ ولم نبلغ قدر الواجب من ذلک احلنا علی اللّٰہ و قلنا اللّٰھم صل انت علی محمد لانک اعلم بما یلیق بہ (لسان العرب)

اس آیت میں ہمیں بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور احادیث کثیرہ صحیحہ میں بھی درود شریف کی شان بیان فرمائی گئی ہے۔ چند احادیث تبرکاً ذکر کر دیتا ہوں تاکہ آپ کے دل میں بھی اپنے رسولِ مکرم، ہادیٔ اعظم، مرشدِ اکمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود بھیجنے کا شوق پیدا ہو۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم لحاجۃ فلم یجد احدًا یتبعہ، ففزع عمر واتاہ بمطھرۃ من خلفہ فوجد النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم ساجدًا فی مشربۃ فتنحی عنہ من خلفہ حتی رفع النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم رأسہ فقال احسنت یا عمر حین وجدتنی ساجدًا فتنحیت عنی ان جبرئیل اتانی فقال من صلی علیک من اُمتک واحدۃ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ عشر صلوات ورفعہ درجات۔

ترجمہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ حضرت عمر نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا لیا اور پیچھے چل دیے۔ جب آپ باہر آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک وادی میں سربسجود پایا اور چپکے سے ایک طرف ہٹ کر پیچھے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ حضور نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تو نے بہت اچھا کیا کہ جب مجھے سربسجود دیکھا تو ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے آکر یہ بتایا کہ جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے

گا اور اس کے دس درجے بلند کر دے گا۔

عن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاء ذات یوم والسرور یُری فی وجھہ وقالوا یا رسول اللہ! انا لنری السرور فی وجھک وقال انہ اتانی الملک فقال یا محمد اما یرضیک ان ربک عزوجل یقول انہ لایصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرًا ولا یسلم علیک احد من امتک الاسلمت علیہ عشرًا قلت بلیٰ۔

(ترجمہ) ایک دن حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ رُخِ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج تو چہرہ مبارک خوشی سے تاباں ہے۔ فرمایا، میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور اس نے آکر کہا کہ اے سراپا حسن و خوبی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کے رب نے فرمایا ہے آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا، اللہ تعالیٰ دس بار اس پر سلام بھیجے گا۔ میں نے جواب دیا ہے کہ میں اپنے مولا کریم کی اس نوازش پر ازحد خوش ہوں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ ذکرت عندہ فلیصل علیّ ومن صلی علیّ مرۃ واحدۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ عشرًا۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا۔

عن عبداللہ بن علی بن الحسین عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال البخیل من ذکرت عندہ ثم لم یُصلّ علیّ۔ حضرت عبداللہ حضرت زین العابدین کے فرزند نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے والد گرامی سیدنا امام حسین سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

عن طفیل بن ابی بن کعب عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا ذھب ثلثا اللیل قام وقال یا ایھا الناس اذکروا اللہ۔ جاءت الراجفۃ، تتبعھا الرادفۃ۔ جاء الموت بما فیہ۔ جاء الموت بما فیہ۔ قال ابی قلتُ یا رسول اللہ انی اکثر الصلوٰۃ علیک فکم اجعل لک من صلاتی قال ماشئتَ قلتُ الربع قال ماشئت وان زدت فھو خیرٌ لک قلتُ فالنصف قال ماشئت وان زدت فھو خیرلک قلت فالثلثین قال ماشئت وان زدت

نھو خیرٌ لك قلت اجعل لك صلاتی کلّھا قال اذاً تکفی ھمك ویغفر لك ذنبك ۔

ابی بن کعب کے لڑکے طفیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب رات کے دو حصے گزر جاتے تو حضور اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے، اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ تھرا دینے والی آگئی۔ اس کے پیچھے اور آنے والی ہے۔ موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آ پہنچی۔ موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آ پہنچی۔ میرے باپ نے عرض کیا میں آپ پر درود کی کثرت کروں توکس قدر کروں آپ نے فرمایا جس قدر تو چاہے میں نے کہا کیا وقت کا چوتھائی حصہ فرمایا جتنا تیرا جی چاہے اور اگر اس سے زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے عرض کیا نصف وقت۔ فرمایا؛ جتنا تیرا جی چاہے، اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو تہائی۔ فرمایا؛ جتنا تیرا جی چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو افضل ہے۔ میں نے عرض کی میں اپنا سارا وقت حضور پر درود شریف پڑھتا رہونگا فرمایا " تب یہ درود تیرے رنج والم کو دور کرنے کے لئے کافی ہے اور تیرے سارے گناہ بخش دیے جائینگے"

عن الطفیل بن ابی عن ابیہ قال قال رجل یا رسول اللہ۔ آرایت ان جعلت صلاتی کلّھا علیك قال اذاً یکفیك اللہ ما اھمك من دنیاك وآخرتك۔ طفیل کہتے ہیں، میرے والد نے عرض کی؛ یا رسول اللہ! میں اگر اپنا تمام وقت حضور پر درود پڑھنے میں صرف کر دوں۔ حضور نے فرمایا؛ تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی مشکلیں آسان کر دے گا۔

آیت طیبہ اور ان احادیث مبارکہ سے درود شریف کی برکتیں اور فضیلتیں معلوم ہوگئیں۔ ایسا کم فہم اور ناداں کون ہوگا جو رحمتوں کے اس خزانے سے اپنی جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے لیکن بعض اوقات اور بعض مقامات ایسے ہیں جہاں درود شریف پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے اور وہاں پڑھنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سے بھی چند اہم مقامات اور اوقات کا ذکر کیا جاتا ہے

ہر محفل اور مجلس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم مجلساً ولم یذکر واللہ فیہ ولم یصلّوا علی نبیھم الا کان علیھم ترۃ یوم القیامۃ وان شاء عذبھم وان شاء غفر لھم۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ اس کے نبی پر درود پڑھتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لئے وبال ہوگی، چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخش دے۔

ہر محفل کے اختتام کے وقت حضرت ابو سعید سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جب لوگ بیٹھتے ہیں اور پھر کھڑے ہوتے ہیں اور حضور پر درود نہیں پڑھتے تو قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لئے باعث حسرت ہو گی اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی جائیں تو ثواب سے محرومی کے باعث انہیں ندامت ہو گی۔

اذان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جب مؤذن کو تم اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی جملے دہراؤ جو وہ کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانہ من صلی اللہ علیہ بہا عشراً۔ الخ

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت حضرت عبداللہ بن حسن اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اور وہ اپنی دادی صاحبہ حضرت خاتون جنت سے روایت کرتے ہیں: قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل المسجد صلی اللہ علے محمد وسلم ثم قال اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک واذا خرج صلی علے محمد وسلم ثم قال اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک۔

دعا کرتے وقت حضرت فاروق اعظم سے مروی ہے کہ دعا میں جب تک درود پاک نہ پڑھا جائے وہ قبول نہیں ہوتی اور زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔

نماز کے بعد دعا سے پہلے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت صدیق اور حضرت فاروق اعظم تشریف فرما تھے جب میں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی ثناء کی پھر میں نے درود پاک پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگنے لگا، تو حضور نے فرمایا۔ اب مانگ! تجھے دیا جائے گا۔

عن عبد اللہ قال کنت اصلی والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر وعمر معہ فلما جلست بدأت بالثناء علی اللہ تعالیٰ ثم بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم دعوت لنفسی فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سل تعطہ۔

امام ترمذی اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں۔

بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد اذ دخل فصلی فقال اللّٰھم اغفرلی وارحمنی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجلت ایھا المصلی اذا صلیت فقعدت فاحمد اللہ بما ھو اھلہ وصل علیّ ثم ادعہ قال ثم صلی رجل آخر بعد ذلک فحمد اللہ وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایھا المصلی ادع تجب

(ترمذی ، ابوداؤد)

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور دعا مانگی یا اللہ مجھے بخش دے مجھ پہ رحم فرما۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اے نمازی تونے بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے۔ جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ کی حمد و ثناء کرو اور مجھ پہ درود پڑھو، پھر دعا مانگو۔ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر حضور پر درود پڑھا۔ حضور نے فرمایا اے نمازی اب دعا مانگ قبول ہوگی، اس سے ثابت ہوا کہ ہم اہلسنت نماز کے بعد جو ذکر اور درود شریف پڑھتے ہیں، یہ سنت ہے اور قبولیت دعا کا باعث ہے۔ نیز اس سے باآواز بلند ذکر اور درود شریف پڑھنا ثابت ہوا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک لیا جائے تو درود شریف پڑھے۔ جب نام گرامی لکھے تو ساتھ درود پاک لکھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ خلف نے بیان کیا کہ ان کا ایک دوست حدیث کا طالب علم تھا۔ وہ فوت ہوگیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ سبز پوشاک پہنے خوش و خرم گھوم رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تم تو وہی میرے ہم مکتب نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال بنا رکھا ہے، اس نے کہا میری یہ عادت تھی کہ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لکھتا وہاں درود شریف بھی لکھتا فکافانی ربی ھذا الذی ترٰی علی۔ یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے میرے رب نے مجھے اس عمل کا بدلہ دیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت امام شافعی کو دیکھا۔ پوچھا فرمایے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا رحمنی وغفرلی وزفّنی الی الجنۃ کما تُزَفّ العروس ونثر علیّ کما ینثر علی العروس میرے رب نے مجھ پہ رحم فرمایا۔ مجھے بخش دیا۔ مجھے دلہن کی طرح آراستہ کر کے جنت میں بھیجا گیا اور مجھ پہ پھول نچھاور کئے گئے جس طرح دلہن پر درہم و دینار نچھاور کئے جاتے ہیں۔ میں نے اس عزت افزائی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اپنی کتاب "الرسالہ" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے جو درود لکھا ہے، اس کا یہ اجر ہے۔ عبداللہ بن حکم کہتے ہیں میں نے امام سے پوچھا۔ وہ خاص درود شریف کیا ہے؟ آپ نے بتایا کہ میں نے وہاں یہ درود شریف لکھا ہے وصلی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون وعدد ما غفل عن ذکرہ الغافلون۔ میں بیدار ہوا اور کتاب الرسالہ کو کھولا تو وہاں بعینہٖ اسی طرح درود شریف لکھا ہوا تھا۔

دعاؤں کی قبولیت کے لئے خصوصًا

جمعہ کا دن دنیا میں امت کے لئے عید کا دن ہے اور آخرت میں روز مزید ہے اور یہ وہ دن ہے جس میں عالم کی مخلوق جمع ہوئی ہے اور حق تعالیٰ نے اس دن تمام مخلوق کی ضرورتوں حاجتوں اور مطلبوں کو شفقت و مہربانی سے پورا فرمایا ہے۔ اور اس دن کسی مانگنے والے کے سوال کو رد نہیں فرماتا اور اس کی ہر دعا قبول فرماتا ہے اور یہ تمام باتیں امت کو حاصل نہیں ہوتیں اور نہ وہ اس کی معرفت کر سکیں گے مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت وسبب اور آپ کے دست اقدس کے ذریعہ سے۔ لہٰذا شکر اور نعمت کی حق شناسی کم از کم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی میں سے ادنیٰ ذریعہ یہی ہے کہ اس دن آپ پر زیادہ سے زیادہ درود وسلام بھیجا جائے (واللہ اعلم)

فضائل ونتائج درود وسلام

وصل: حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے فضائل و برکات اور اس کے نتائج وثمرات بیان سے باہر ہیں گویا یہ دنیا وآخرت کی تمام برکتوں اور بھلائیوں کو شامل ہے اور یہ امتثالِ امر الٰہی اور فعل باری تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے عمل کی موافقت پر متضمن ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر خوب صلوٰۃ وسلام بھیجو اور حدیث شریف میں ہے مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ وہ کتنا خوش نصیب اور عظیم المرتبت ہے جس پر حق تعالیٰ رحمت اور برکت نازل فرمائے۔

اس جگہ اعتراض یہ لاتے ہیں کہ یہ کیسے جائز ہوگا کہ حضور پر تو بندہ ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجے اور اس پر دس مرتبہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک کا عدد جو حدیث میں آیا ہے وہ بندے کا فعل ہے اس حکم کے تحت کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو ایک نیکی لائے اس کا بدلہ دس گنا ہے) حق تعالیٰ ایک کا بدلہ دس گنا عطا فرماتا ہے، اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے وہ بھی صلوٰۃ بھیجتا ہے وہ بھی ایک ہی ہو۔ وہ مالک ہے جتنی مقدار میں چاہے حضور پر صلوٰۃ بھیجے۔ چونکہ بندہ صلوٰۃ وسلام اور دعا کرنے پر مامور ہے اور وہ کہتا ہے کہ اے خدا! میں تیرے

اس حکم کو بجا لانے میں عاجز و مجبور ہوں تو ہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل فرما جیسا کہ تیرے جلال اور حضورؐ کے جمال کے لائق ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ اپنے کمال رحمت و مہربانی سے جو لائق ہے بھیجتا ہے اور اس کے نزدیک اپنے حبیبؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی عزت اور درجہ ہے اسی کی مناسبت سے بھیجتا ہے یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایک ہی درود اس دس کے مقابلہ میں جو بندہ پر نازل فرماتے یہ سو ہزار درجہ کامل تر ہو اس لئے کہ مقدار کی کمی کیفیت کی زیادتی کے منافی نہیں ہے جیسا کہ ایک گوہر سو ہزار پیسوں کے مقابلے میں ہوتا ہے۔

درود شریف کے فوائد عظیمہ

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمُنْزَلَ الْمُقَرَّبَ وَفِیْ رِوَایَةٍ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ اے خدا ہمارے سردار محمد مصطفیٰ پر صلوٰۃ نازل فرما اور انہیں مقام قرب پر فائز فرما جو تیرے نزدیک قیامت میں ہے تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ روز قیامت اس کی سختی و دہشت اور شر و سختی سے وہی لوگ نجات پانے والے تم میں سے زیادہ ہوں گے جو مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا گناہوں کے دھونے اور اس سے پاک کرنے میں آگ کو سرد پانی سے بجھانے سے زیادہ مؤثر و کارآمد ہے اور حضور پر سلام پیش کرنا غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اس جگہ ایک نکتہ یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، درود بھیجنے والے پر رحمت کے نزول کو واجب کرنے کا حکم رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں جتنی بھی کمیت و مقدار اور کیفیت میں مبالغہ کیا جائے گا اتنا ہی اس پر رب العزت کی بارگاہ سے فیضان و نزول رحمت زیادہ ہوگا۔ لیکن اس نوعیت کے مطابق ہوگا جتنا اس کے حال کے لائق و مناسب ہے۔ کما لایخفی۔ غرضیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا منبع انوار و برکات اور مفتاح تمام الواب خیرات و سعادات ہے اور اہل سلوک اس باب میں بہت زیادہ شغف رکھنے کی بناء پر فتح عظیم کے مستوجب اور مواہب

ربانیہ کے مستحق ہوتے ہیں ۔ بعض مشائخ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب ایسا شیخ کامل اور مرشد اکمل موجود نہ ہو جو اس کی تربیت کر سکے تو اسے چاہیئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو لازم کرلے یہ ایسا طریقہ ہے جس سے طالب واصل بحق ہوجاتا ہے اور یہی درود وسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرنے سے احسن طریقہ سے آداب نبوی اور اخلاق جمیلہ محمدیہ سے اس کی تربیت کر دے گا۔ اور کمالات کے بلند تر مقامات اور قرب الٰہی کے منازل پر اسے فائز کریں گے۔ اور سید الکائنات افضل الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے سرفراز بنائیں گے ۔

بعض مشائخ وصیت کرتے ہیں کہ سورۂ اخلاص قل ہو اللہ احد کو پڑھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجے ۔ اور فرماتے ہیں کہ قل ہو اللہ احد" کی قرأت خدائے واحد ۔ کی معرفت کراتی ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت ،حضور کی صحبت و معیت سے سرفراز کرتی ہے اور جو کوئی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجے گا یقیناً اسے خواب و بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔ جیسا کہ شیخ امام ، علی متقی نے الحکم الکبیر میں شیخ احمد بن موسیٰ الشرع سے نقل فرمایا ہے ۔

بعض متاخرین مشائخ شاذلیہ قدست اسرارہم فرماتے ہیں کہ طریق سلوک، تحصیل معرفت اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے جس وقت کہ اولیائے کرام کا وجود مفقود ہو اور جس زمانہ میں وہ موجود نہ ہوں اس وقت ظاہر شریعت پر بالالتزام عمل کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک اور آپ پر کثرت درود کو ہمیشہ لازم کر لینا مرشد متصرف کا کام دے گا کثرت درود سے باطن میں ایک نور پیدا ہوجاتا ہے جس سے منازل سلوک طے پا جاتے ہیں۔ اور براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فیضان و اعانت اور امداد حاصل ہوجاتی ہے

اور بعض مشائخ ذکر پر درود کو توسل و استمداد کی حیثیت سے ترجیح اور فضیلت دیتے ہیں اگرچہ ذکر بذات خود اشرف و افضل ہے ۔ اور طریقہ شاذلیہ کا خلاصہ (یہ حقیقت میں طریقہ قادریہ کی شاخ ہے) بارگاہِ نبوت سے استفاضہ ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سپردگی کو لازم کرنے اور آپ سے دائمی حضوری کے ذریعہ اور وسیلے سے ہے ۔

شیخ اجل واکرم قطب الوقت عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ ونفعنا ببرکاتہٖ وبرکات علوم فرماتے

ہیں کہ درود شریف پڑھتے وقت یہ جاننا چاہیئے کہ دریائے فضل و رحمت کے کون کون سے دریاؤں میں شناوری کر رہا ہے اور کہاں کہاں غوطہ زن ہے۔ اللّٰھم جب کہتے ہیں تو دریائے رحمت الٰہی میں داخل ہوجاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندہ جب اللّٰھم کہتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء الٰہی کو یاد کرلیتا ہے اور جب صل علیٰ سیدنا محمد کہتا ہے تو وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے فضل و کرم میں غوطہ زن ہوجاتا ہے۔ اور جب اس کے ساتھ " وعلیٰ آلہٖ واصحابہ کہتا ہے تو ان کے فضائل و کمالات میں غرق ہوجاتا ہے اور جب بندہ ان لامتناہی دریاؤں میں شناوری کرتا اور غوطہ زن ہوتا ہے تو پھر محروم مایوس نکلنے کی کیا صورت ہے۔ جس وقت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ کو حضرت شیخ اجل عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کے سفر کے لئے رخصت فرمایا تو ارشاد فرمایا تم یاد رکھو کہ اس سفر میں بعد ادائے فرائض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے سے بلند تر کوئی عبادت نہیں ہے جب ان سے اس کی تعداد دریافت کی گئی تو فرمایا یہاں کوئی تعداد معین نہیں ہے۔ جتنا ہوسکے پڑھو۔ اسی سے رطب اللسان رہو اور اسی کے رنگ میں رنگ جاؤ۔ ایسے وقت کے علاوہ وہ طالب کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کو ہزار مرتبہ سے کم نہ مقرر کرنا چاہیئے اگر اتنا نہ ہوسکے تو پانچ سو مرتبہ لازمی ہو گویا کہ ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ اور اپنے لئے تین سو سے کم ہرگز تجویز نہ کرتے تھے اور سونے سے پہلے بھی یقیناً وقت کو خالی نہ رکھنا چاہیئے اور صلوٰۃ وسلام کے فوائد عظیمہ اور مطالب جلیلہ میں سے ایک یہ ہے کہ امت کی رسائی بارگاہ رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوجاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو حق تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے اور میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو میری قبر انور کے سامنے مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اسے خود سنتا ہوں اور دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ میرے حضور پہنچایا جاتا ہے۔ یعنی فرشتے لے کر حاضر ہوتے ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملائکہ شعبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر پھرنے والے فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے جو میری امت کا سلام میرے حضور لاکر پیش کرتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں مثلاً کمترین بندگان عبدالحق

بن سیف الدین دہلوی حضور کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے اس کے بعد فرشتے سلام عرض کرتے ہیں شعر

لك البشارة فاخلع عليك النقد ذكرت لمه على ما فيك من عوج

بیت ؎ جاں مید ہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو در مجلس آں نازنین حرفے کہ از ما میرود

اور اعظم فوائد درود وسلام میں سے ایک یہ ہے کہ دل میں محاسن نبویہ مستحضر ہو جاتے ہیں اور آنکھوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی صورت متمثل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ کثرت درود میں بصفت توجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لازم ہے۔ شعر ؎

لو شق عن قلبي ترى نحو وسطه ذكرك في سطر والتوحيد في سطر

مطلب یہ کہ اگر میرے دل کو چیر کر دیکھیں تو اس میں ایک سطر آپ کے ذکر کی ہوگی اور ایک سطر توحید الہٰی کی ہوگی۔

اور اعظم فوائد درود وسلام میں یہ ہے کہ اس کا ثواب دس غلاموں کے آزاد کرانے اور دس جہادوں میں شریک ہونے کے برابر ہے۔ اور یہ کہ دعا قبول ہوتی ہے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت آپ کی شہادت اور حصول قرب میسر آتا ہے اور باب جنت کو کھلوانے کے لئے اپنے دست مبارک کو تکلیف دینا اور سب سے پہلے قیامت میں آپ کے ساتھ متصل دوسروں سے پہلے داخل ہونا اور اس دن تمام شدتوں پر حضور کا متکفل ہونا اور تمام مہمات و قضایا میں کفایت فرمانا اور تمام حوائج و مغفرت گناہاں میں کوشش فرمانا اور تمام کوتاہیوں اور غلطیوں کو محو فرمانا یہ سب درود شریف ہی کی برکتیں ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اس کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ فرائض میں جو کوتاہیاں ہوتی ہیں ان کا کفارہ بن جاتا ہے اور صدقہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس سے افضل و اعلیٰ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اور تکلیفوں کا دور ہونا بیماریوں سے شفا پانا، خوف و خطر اور بھوک کا جاتا رہنا، تہمتوں سے برأت پاک کرنا، دشمنوں پر فتح پانا، رضائے الہٰی اور اس کی محبت کا حاصل ہونا، اس کی صلوٰۃ کا خدائے عزوجل کی صلوٰۃ اور اس کے فرشتوں کی صلوٰۃ سے مل جانا، مال میں زیادتی و پاکیزگی کا پیدا ہونا، طہارت ذات، صفائے قلب اور فارغ البالی کا ہونا اور تمام امور میں برکتوں کا حاصل ہونا حتیٰ کہ اسباب و اموال اور اولاد در اولاد چار پشتوں تک ہیں برکتیں فائز ہوتی ہیں یہ سب درود کے فوائد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور قیامت کی ہولناکیوں سے نجات پانا، سکرات موت میں آسانی پیدا ہونا، دنیا کی ہلاکتوں سے چھٹکارا پانا، زمانہ کی تنگیوں

سے خلاصی پانا، بھلی ہوئی چیز دل کا یاد آجانا، فقر واحتیاج کا جاتا رہنا بخل وجفا کی برائیوں سے محفوظ رہنا، ناک گرد آلود ہونے کی بد دعا سے بچنا۔ مجلس کا پاکیزہ ومعطر ہو جانا، رحمتوں کا چھا جانا، صراط سے گزرتے وقت ایک نور کا تاباں ہونا اور اس حال میں ثابت قدم اور برقرار رہنا اور پلک جھپکتے میں صراط سے گزر جانا بر خلاف حال تارک درود کے، مسلمانوں کی محبت دل میں جاگزیں ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں خوب مستحکم ہونا، روز قیامت حضور کا اس سے مصافحہ کرنا، خواب میں حضور کے جمال کا دیدار کرنا ملائکہ کی محبت اور ان کا مرحبا کہنا۔ اس کے درود کی کتابت سونے کے قلم سے چاندی کے کاغذ پر ہونا، فرشتوں کا اس کے خیر کی زیادتی کی دعا کرنا اور استغفار کرنا یہ سب اعظم فوائد درود وسلام کے ہیں اور سب سے اہم اور بڑی بات تو یہ ہے کہ جواب سلام کے حصول کا شرف حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ سنت مستمرہ بلکہ لازم کردہ فرض ہے۔ اس سے بڑی سعادت اور کون سی ہوگی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی وخیر کی دعا اس کے شامل حال ہوگی۔ اگر تمام عمر میں یہ سعادت ایک مرتبہ بھی ہاتھ آجائے تو ہزارہا کرامتوں کا موجب اور بیشمار برکتوں کا باعث ہے۔ بیت۔

کہ صد سلام مرابس یکے جواب از تو
ہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب

اور بکثرت ایسے حضرات ہیں جو اپنا سلام پیش کرنے سے پہلے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پایا ہے کیونکہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ کَانَ یبادِرُ بِالسَّلَامِ یعنی آپ سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے اور ایسے بھی حضرات ہیں جو اپنے سلام کے بعد جواب سلام سے مشرف ہوتے اور پھر حضور نے از خود سلام سے نوازا صلی اللہ علیہ وسلم۔

فائدہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ دونوں فرشتے یعنی کراماً کاتبین تین دن تک اس کے گناہ لکھنے سے رکے رہتے ہیں تاکہ وہ اس سے توبہ کر سکے) اور لوگوں کو اس کی عیب جوئی سے باز رکھتے ہیں اور روز قیامت درود پڑھنے والا عرش کے سایہ کے نیچے ہوگا۔ اور درود اس کے نیک اعمال کے پلڑے کو وزنی کر دے گا اور پیاس سے محفوظ رہے گا۔ اور جنت میں کثیر بیبیاں ملیں گی۔ اور دنیا وآخرت کے معاملات میں رشد وہدایت میسر آئے گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ذکر الٰہی کو بھی شامل ہے اور اس کی نعمتوں کے شکر اور معرفت حق کو بھی متضمن ہے۔ اور درود کی بدولت بیکراں اور وافر نعمتیں ملتی ہیں۔ ان سب کو فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ آداب

زیارت میں لکھا ہے اور جذب القلوب و راحت القلوب) میں وہیں سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں بھی وہیں سے منقول ہے۔ ان کے ماسوا دیگر فوائد و حکایات بھی مذکور ہیں جن کی گنجائش نہیں ہے۔ ان میں سے ایک حکایت یہ ہے جسے شیخ احمد بن ابوبکر محمد رواد صوفی محدث نے اپنی کتاب میں شیخ مجدالدین فیروز آبادی سے ان اسناد کے ساتھ جو شیخ مذکور کو ملی ہیں روایت کیا ہے۔ اس جگہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس امید پر کہ طالب حق اسے اپنا ورد بنائے۔ وہ حکایت یہ ہے کہ ایک دن حضرت شبلی قدس سرہ حضرت ابوبکر مجاہد کے پاس گئے یہ اپنے زمانہ کے امام اور علمائے وقت میں سے تھے حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر ان کا اعزاز و اکرام کیا اور معانقہ کر کے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا حاضرین کہنے لگے یا سیدی! شبلی کا آپ ایسا احترام و اعزاز فرما رہے ہیں حالانکہ آپ اور بغداد کے تمام لوگ انھیں مجنوں کہتے ہیں۔ فرمایا میں نے یہ اعزاز اپنی طرف سے نہیں کیا ہے لیکن میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں جیسا فرماتے دیکھا ہے ویسا ہی کیا ہے۔ کیونکہ حضرت شبلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ شبلی سے یہ سلوک فرما رہے ہیں؟ فرمایا ہاں؟ یہ شبلی بعد نماز اس آیت کو پڑھتے ہیں لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ اس کے بعد وہ مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ کو درود شریف پڑھنے سے پہلے پڑھنا حرمین شریفین کے ان حضرات کے درمیان رائج ہے جو میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے اور ذکر میلاد و بیان کرتے ہیں۔ اس آیۂ کریمہ کے بعد وہ حضرات آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ پڑھتے ہیں پھر اس حکم الٰہی کی بجا آوری میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ

ترک عادت درود پر وعید و مذمت

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے فضائل و فوائد اور اس کے کرنے والے کی مدح و تعریف احادیث میں آئی ہیں۔ لا محالہ اسی قدر اس کے تارک کی قباحت و مذمت اور اس پر عقاب و مضرت بھی ثابت ہو گی اس لئے کہ وہ ہر عمل جس کا ثواب اور فضیلت بلند تر اور کامل تر ہو اتنا ہی اس کا ترک قبیح تر و مذموم تر ہو گا اور اس پر عقاب شدید تر اور قوی تر ہو گا۔

امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: اِنَّ الْبَخِیْلَ کُلَّ الْبَخِیْلِ۔ بے شک یہ تمام بخیلوں میں بدتر بخیل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ وہ شخص بہت بخیل ہے جس کے آگے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ بخیل عرف عام میں اسے کہتے ہیں کہ جو مال کو خرچ کرنے اور اس کے استعمال کرنے میں خسّت برتے۔ لیکن سب سے سخت تر اور بدترین وہ بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور وہ میری محبت میں اور نعمتوں کے شکر میں اپنا اتنا سا وقت خرچ نہ کرے اور زبان کو استعمال میں نہ لائے۔ کیونکہ اس کا اجر و ثواب، مال کے خرچ کرنے اور غلام کے آزاد کرنے سے زیادہ عظیم اور وافر تر ہے اور اس سے زیادہ آسان ہے۔

حضرت امام جعفر صادق اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا وَعَلٰی اٰبَائِہِمَا الْعِظَامِ وَاَوْلَادِہِمَا الْکِرَامِ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے آگے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے بلاشبہ یقیناً اس نے جنت کی راہ بھلا دی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوالقاسم سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود بھیجنے کو فراموش کر دیا اس نے جنت کی راہ فراموش کر دی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میرا ذکر کسی کے سامنے کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو بلاشبہ اس نے مجھ پر ظلم و جفا کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مجلس بیٹھی پھر وہ اٹھ گئی اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا گویا وہ مجلس ایسی ہے جیسے کسی مردار سے زیادہ گندی مجلس میں بیٹھے پھر وہ متفرق ہو گئے (العیاذ باللہ تعالیٰ منہا)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک گروہ نے مجلس جمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس میں درود نہ بھیجا گیا مگر یہ کہ روز قیامت اہل مجلس پر حسرت و محرومی ہو گی۔ اگرچہ وہ جنت میں داخل ہوں۔ یعنی اگرچہ بحکم ایمان اور اعمال صالحہ جنت میں داخل ہو جائے اور وہ ایمان و عمل کا ثواب بھی پالیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے ثواب عظیم کے فوت ہونے کی بناء پر حسرت کریں گے کہ کیوں نہ انہوں نے یہ ثواب عظیم حاصل کیا ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دونوں حاصل ہو جاتے ہیں۔

بن عبدمناف صاحب القرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تیرا والد گناہ و فجور میں مبتلا تھا اور پھر گستاخ اور مغرور بھی تھا لیکن ان تمام بد عادات کے باوجود میرے لیئے درود پاک بہت پڑھا کرتا تھا۔ میں نے جب تمہارے باپ کو اس مصیبت میں گرفتار پایا اور اس کی فریاد کو سنتے ہی میں پہنچا اور اسے اس عذاب سے نجات دلائی۔

ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ جب اس شخص کو عذاب کے فرشتے گھیرلیں گے وہ ملائکہ جو صرف درود پاک پر ہی موکل ہیں نازل ہوں گے وہ مجھے اس گنہگار کے حال سے آگاہ کریں گے، میں آؤں گا اور اسے اس پریشانی سے نجات دلاؤں گا۔

چنانچہ میں یہ خواب دیکھنے کے بعد اٹھا اور اپنے والد کے سرہانے آکھڑا ہوا، میں نے دیکھا کہ اس کی پتھرائی ہوئی سفید آنکھیں صحیح ہوگئی ہیں اس کا سر اب انسانوں کے سر کی طرح ہے اس دن سے لے کر آج تک میری زبان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود جاری ہے اور تا زندگی رہے گا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی امید ہے اور اسی شفاعت سے ہی مجھے نجات ملے گی، حضرت سفیان نے یہ واقعہ سن کر کہا تم صحیح کہتے ہو اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ اس واقعہ کو امت رسول کو سنائیں اپنی کتابوں میں لکھیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درود پاک کی برکت سے دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات پالیں۔

درود میں کوتاہی کرنے والے کا معاملہ: ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنے میں کوتاہی اور سستی کیا کرتا تھا اور اپنی ساری نیکیوں اور تقویٰ کے باوجود اہتمام سے درود پاک نہیں پڑھتا تھا۔ ایک رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی مگر حضور نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی وہ بار بار حضور کے سامنے آتا اور نزدیک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر آپؐ ہر بار اس سے منہ پھیر لیتے۔ آخر اس بیچارے نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں تو اس نے عرض کی پھر آپ مجھ پر التفات کیوں نہیں فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا میں التفات کیسے کروں اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو آپؐ کی امت کا ایک فرد ہوں اور میں نے علمائے کرام سے سنا ہے کہ آپ اپنی امت کو اپنے بیٹوں سے بھی عزیز رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بات تو یہی ہے مگر تم مجھے درود کا تحفہ نہیں بھیجتے میرا التفات تو اس امتی پر خاص ہوتا ہے جو مجھے درود میں یاد کرتا ہے وہ شخص بیدار ہوا اس دن سے ہر روز سو بار درود پڑھا کرتا۔ اسے ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیارت ہوئی تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا اب میں تمہیں پہچانتا ہوں اور قیامت کے دن تمہاری شفاعت کا ضامن ہوں لیکن یاد رکھو اب درود کو ترک نہ کرنا۔

ابوالحسن کیسائی کا واقعہ

حضور کی امت کے ایک زاہد پر پانچسو درہم قرض تھا مگر اس کے حالات ایسے تھے کہ قرضہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے حضور کو خواب میں دیکھا تو اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا تم ابوالحسن کیسائی کے پاس جاؤ اور میری طرف سے کہو کہ وہ تمہیں پانچسو روپے دے، وہ نیشا پور میں ایک سخی مرد ہے۔ ہر سال دس ہزار غرباء کو کپڑے پہناتا ہے اگر وہ کوئی نشانی طلب کرے تو کہنا کہ تم ہر روز حضور کی بارگاہ میں سو بار درود کا تحفہ بھیجتے ہو۔ مگر کل تم نے یہ تحفہ نہیں بھیجا اور درود نہیں پڑھا۔ اس درویش نے ابوالحسن کیسائی کے پاس جا کر اپنا حال زار بیان کیا اور حضور کا پیغام بھی دیا مگر ابوالحسن نے اس کی طرف خاص توجہ نہ دی۔ پھر اس نے پوچھا تمہارے پاس اس واقعہ کی نشانی ہے۔ درویش نے بتایا ہاں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور یہ نشانی دی ہے ابوالحسن نے یہ سنتے ہی تخت سے زمین پر گر پڑا اور اللہ کے دربار میں سجدہ شکرانہ ادا کیا اور کہا اے درویش یہ میرے اور خدا کے درمیان ایک راز تھا کوئی دوسرا اس سے واقف نہ تھا۔ واقعی کل رات میں درود پاک کی دولت سے محروم رہا۔ ابوالحسن نے حکم دیا کہ اس درویش کو دو ہزار پانچ سو درہم دے دیے جائیں۔ پھر عرض کی کہ ہزار درہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام وبشارت لانے کا شکرانہ ہے ہزار درہم یہاں قدم رنجہ فرمانے کا شکرانہ ہے اور پانچسو درہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہے۔ اس نے مزید کہا کہ جب بھی آپ کو کوئی ضرورت درپیش ہو میرے پاس چلے آؤ۔

امام حسن عسکری کا واقعہ

زہرۃ الریاض میں ہے کہ امام حسن عسکری کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر کہا امام! میری ایک نوجوان لڑکی تھی جس کا انتقال ہو گیا ہے اسکی موت نے میری زندگی پریشان کر دی ہے اس کے فراق میں میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے اور مجھے کسی طرح چین نصیب نہیں۔ مجھے کوئی ایسی دعا یا وظیفہ بتا دیں جس سے مجھے اطمینان قلب نصیب ہو اور اپنی بیٹی کو خواب میں دیکھ سکوں آپ نے اسے ایک درود پڑھنے کے لئے کہا۔ اس نے پڑھا تو خواب میں بیٹی کو دیکھا مگر وہ اس وقت عذاب اور مصیبت میں گرفتار تھی۔ اس کے بدن پر سیاہ رنگ کے غلیظ کپڑے تھے۔ گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ عورت خواب دیکھ کر بڑی دہشت زدہ

ہوئی۔ حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور رات کا خواب بیان کیا۔ امام بھی اس واقعہ سے بہت غمزدہ ہوئے۔ ایک عرصہ کے بعد حضرت امام نے خواب میں ایک خوب صورت عورت کو دیکھا جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ باغ جناں میں سیر کر رہی ہے۔ اس کے سر پر سنہری تاج ہے اور مسرت شادمانی سے چہرہ چمک رہا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر حضرت امام کو اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں اس عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے آستانہ پر حاضر ہوئی تھی آپ نے اسے درود پاک پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی حضرت امام نے فرمایا۔ تمہاری والدہ تو تمہارے متعلق بڑی غمگین اور پریشان تھی لیکن آج میں تمہیں جس حالت میں دیکھ رہا تھا اسکے برعکس ہے اس نے کہا کہ ایک دن ہمارے قبرستان سے ایسے نیک انسان کا گزر ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتا تھا۔ اس نے ایک بار درود پاک پڑھا تو قبرستان کے پانچسو پچاس مردے جو عذاب میں مبتلا تھے ان کے متعلق اعلان کیا گیا ارفعوا العذاب عنهم ببركة ثواب صلوٰت هذا الرجل اس قبرستان کے مردوں سے اس انسان کے درود پاک کے ثواب کی برکت سے عذاب اٹھا لیا جائے یہ میرے حبیب کی بارگاہ میں تحفہ درود بھیج رہا ہے۔

اے درویش! ایک اجنبی قبرستان سے گزرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے تو سارے قبرستان والوں سے عذاب اٹھا لیا جائے تو خدا کا بندہ جو اپنی زندگی کے پچاس یا ساٹھ سال از روئے صدق و صفا، دن رات آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے اگر اسے عذاب آخرت اور بشارت شفاعت رسول میسر ہو جائے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ ہمارے ایک پیر بھائی ضیاء الدین احمد گیلانی نے بیان کیا کہ:۔

اچھرہ کی گلی آریہ سماج میں ایک اللہ والے بزرگ سیّد محمد رفیق شاہ گیلانی رہا کرتے تھے جو ریلوے میں اکاؤنٹنٹ کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے تھے۔ وہ اپنے گھر پر ماہانہ محافل گیارھویں شریف اور میلاد شریف منعقد کروایا کرتے تھے قبلہ محترم صوفی غلام حسین صاحب امینی اویسی نقشبندی مدظلہٗ کی دعوت پر وہ بزم اویسیہ کی ہفتہ وار مجالس ذکر و فکر اور میلاد شریف میں دو تین بار شریک ہوئے۔ انہوں نے بعد میں بتایا کہ میں اس لئے مجالس میں شریک ہوا کرتا تھا کہ دیکھوں کہ یہ سب دکھاوا ہے یا ان میں للہیت اور کیف و سرور بھی حاصل ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک بار محفل میلاد شریف میں ذکر خفی کے موقع پر صوفی صاحب کی مجلس میں غیر ارادی طور پر بتی بجھا دی گئی تو میں نے تھوڑی دیر بعد اندرونی آنکھ سے دیکھا کہ ایک نورانی ہستی ہندوستانی کپڑوں میں ملبوس مجلس میں تشریف فرما ہو کر صوفی صاحب کی بائیں جانب قبلہ کی سمت بیٹھ گئی ہے لیکن میرے اور اس نورانی ہستی کے درمیان ایک گندی نالی حائل ہے۔ میں اس نورانی ہستی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اتنے میں بتی روشن ہوگئی اور وہ منظر آنکھوں کے سامنے سے غائب ہوگیا۔ میں اس کرید میں رہا کہ وہ بزرگ ہستی کون تھی جو اس محفل میں رونق افروز ہوئی۔ رات اوراد سے فارغ ہونے کے بعد اسی خیال میں سو گیا پھر آپ کی زیارت سے مشرف ہوا آپ کے ساتھ اور بزرگ بھی تھے۔ میں نے آپ سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں تو آپ نے فرمایا یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے روز صوفی صاحب کے پاس آیا اور تمام ماجرا جو مجھے پہلے سنا چکے تھے۔ صوفی صاحب کو بتایا تو صوفی صاحب نے کہا اس بزرگ ہستی کے اور تمہارے درمیان جو گندی نالی تھی تمہارے معاملات کا عکس تھا۔ جس خیال سے تم ہماری مجلس ذکر اور درود و سلام میں آئے تھے۔ آپ کے دل میں شبہات تھے۔ یہی شبہات گندی نالی کی صورت میں آپ کو نظر آئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ نوازی ہے کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور اپنے گداؤں کو نوازتے ہیں جو درود و سلام اور ذکر کی محفلیں اپنے بزرگوں کی اقتداء میں منعقد کرتے ہیں۔

جس مجلس میں کثرت سے درود شریف پڑھا جائے اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف پسندہی نہیں کرتے بلکہ اپنے مقربین کو ہدایت فرماتے ہیں کہ وہ بھی ایسی مجالس میں شمولیت کریں جہاں آپ پر درود و سلام کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے یعنی کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔

علامہ سخاوی رح لکھتے ہیں کہ رشید عطار نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں مصر میں ایک بزرگ تھے جن کا نام ابوسعیدؒ خیاطؒ تھا۔ وہ بہت یکسو رہتے تھے، لوگوں سے میل جول بالکل نہیں رکھتے تھے اس کے بعد انہوں نے ابن رشیق رح کی مجلس میں بہت کثرت سے جانا شروع کر دیا اور بہت اہتمام سے جایا کرتے۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور کہا کہ حضورؐ نے مجھ سے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ان کی مجلس میں جایا کر اس لیے کہ یہ اپنی مجلس میں مجھ کثرت سے درُود پڑھتا ہے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوُست

اگر بہ اوُ نہ رسیدی تمام بولہبیست

(علامہ اقبال)

برسبیل تذکرہ یہ بھی واضح کر دوں کہ اس کتاب کے لکھنے میں مجھے کوئی خاص جد و جہد کرنے کی ضرورت نہیں پڑی اس لئے کہ اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے ہر وہ بات جو میرے نفس مضمون سے تعلق رکھتی تھی۔ اپنے خاص لطف و کرم سے کسی نہ کسی طریقہ سے مجھ پر منکشف کر دی۔ یعنی اس کی ذات پاک نے جس طرح میرے دل میں اس کام کے کرنے کا ارادہ پیدا فرمایا جس کے لئے میں اس کی بارگاہ عالیہ میں عرض گذار ہوا اسی طرح اس نے یہ کام میرے لئے اتنا آسان کر دیا جسکا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ فرمان خداوندی ہے کہ بندہ اگر میری طرف ایک قدم اٹھاتا ہے تو میں اس کی طرف دس قدم بڑھتا ہوں۔ یہ سب اسکی عنایت ہے گلشن وحدت کے پھول جو بسم اللہ کی ب سے شروع ہو کر والناس کی سین پر ختم ہوتے ہیں میں نے ان میں سے وہ پھول چن لئے ہیں جو میرے مضمون کے اصل کے گرد گھومتے ہیں۔ یعنی جن سے رموز عشق کھلتے ہیں۔ منزل عشق کے راہی جن کا انداز محبت اور معیار محبت جدا جدا ہے اپنے مقصود کی تلاش میں۔ اکھٹے ہم سفر ہیں۔ لیکن ایک دوسرے سے بیگانے ہیں، کوئی بے خود، کوئی بے ہوش کوئی دیوانہ وار تلاش نقش کف پا میں چل رہا ہے۔ اور کوئی عقل و فراست تدبر و فکر میں ڈوبا ہوا اپنی منزل کی تلاش میں رواں دواں ہے۔ اپنے قدموں کے نشان دوسروں کے لئے چھوڑ جاتا ہے ان منازل عشق کی راہوں کے درمیان ایسا پردہ ہے جیسا سمندر کی لہروں کے درمیان (قرآن مجید) مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان ہ

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے　　　دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

اکٹھی ہمسفر ہیں لیکن ایک دوسرے کے لئے رکاوٹ نہیں۔ باوجودیکہ کبھی کبھی ان میں ہیجان بھی پیدا ہوتا ہے اور تلاطم خیز بھی ہوتی ہیں۔ یہ راہی ایک دوسرے سے بالکل بیگانے ہیں جیسے سمندر کی لہریں۔

گلشن وحدت کے ہر پھول کی زیر و زبر اور پیش ہر ذی شعور کی رہنمائی کرتی ہے اور ہدایت کی مظہر ہے اس کا ذکر اس کی مرضی کے بغیر ناممکن ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ ہو ہی نہیں سکتا۔ فرمان خداوندی ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا کام پیغام کا پہنچانا ہے ہدایت دینا نہ دینا ہمارا کام۔ اس کے ذکر کے بعد اسکے محبوب کا تذکرہ، نعت و ثنا ۔ یہ اس کی خاص عنایت اور دین ہے۔

تیرا کرم ہے جسے چاہے سرفراز کرے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشہ چین ہیں۔ دن رات اس کی نعت گوئی کے لئے درود و سلام کی محفلوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ کیونکہ خداوند، ذوالجلال خود مدح سرا

اپنے محبوب کا ہے۔ آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور مقربین فرشتوں کو بھی حکم دیتا ہے اور اپنی مخلوق کو بھی حکم فرماتا ہے کہ تم بھی میرے اس ذکر میں شامل ہو جاؤ۔ کیونکہ یہی ایک واسطہ ہے جس سے تمہیں قرب حاصل ہو سکتا ہے آپ پر درود و سلام بھیجنا تمہارے ہی فائدہ کیلئے ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت میسر ہوتا ہے۔ جب اس کی آرزو کی جاتے۔ اگر خواہش ہی نہ ہوگی تو اظہار کیسے ہوگا۔ حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اسکی موجودگی کا گواہ اور مظہر ہے، مگر فکر و تدبر کی ضرورت ہے۔

؎ مانگنے والے کو ہم شان کئی دیتے ہیں۔

جس طرح ہمارے گناہوں کی کوئی حد نہیں۔ اس کی رحمتوں اور کرم نوازیوں کی بھی کوئی حد نہیں، گنہگاروں کو نوازنا، بالخصوص مجھ جیسے حقیر خطا کار گنہگار کو اس کی خاص عنایت ہے اور اس کی رحمت کے لامحدود ہونے کی نشانی اور ثبوت ہے۔ اگر وہ مجھ جیسے کو نواز سکتا ہے تو پھر اس کی مخلوق میں کوئی بھی اس کے لطف عمیم سے محروم نہیں رہے گا۔ وہ رحمٰن و رحیم رؤف و رحیم، ستار و غفار، نظر انداز کرنے والا ہماری کوتاہیوں کو اس کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ ہر ایک پر غالب ہے۔ لیکن بات اتنی ہے کہ ہم اس کی بارگاہ میں التجا کریں قلم کہتا ہے میں تمہارے واردات قلب کی ترجمانی کرتا ہوں۔ لیکن بیان مصطفیٰ علیہ التحیہ والثنا رہے۔ اگر میں تمام عمر شب و روز آپکی ذات بابرکات کا ذکر کرتا رہوں تب بھی آپ کی نعت و ثنا ر احاطہ قلم میں نہیں آسکتی۔ نکتہ یہ بھی ہے کہ جب غلبہ محبت ہوتا ہے (نزول رحمت) تو بدن مفلوج ہو جاتا ہے۔ طاقت گفت و شنید اور محبت حقیقی میں تحریر سلب ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے واردات قلب احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے یہ وہ مقام محبت ہے کہ جب وصل ہوتا ہے تو زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ جو کچھ تحریر ہو گا، جہاں تک یا جب تک نگہ لطف و کرم چاہے گی تحریر ہو گا۔ مقام محبت اور بیان محبت تحریر کرنا یہ سب اسی پر موقوف ہے۔ جو کچھ لکھونگا یہ اس کا لطف عمیم ہو گا، نگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنار کا اعجاز، ذرہ نوازی، خضر راہ کی کرم نوازی ہوگی۔ یہ اس لئے کہ جب باطن میں نگاہ مصطفےٰ علیہ التحیہ والثنار کسی پر پڑتی ہے تو ظاہر میں صاحب نظر کی نگہ ملتجی پر پڑتی ہے، یعنی صاحب نظر کا انتخاب سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش و کرم کے بعد ہوتا ہے۔

پھر یہ معلوم ہو کہ اس رحمت کے مقابلہ میں ہمارے ....

رحمت پہ تیری میرے گناہوں کو ناز ہے
بندہ ہوں جانتا ہوں تو بندہ نواز ہے

یہ سب کچھ اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم دامن مصطفےٰ علیہ التحیہ والثنار کو مضبوطی سے تھام لیں (القرآن) جس نے تابعداری محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اس نے اطاعت خداوندی کی۔ اس کے بغیر کس کو طاقت ہے کہ اس خداوند ذوالجلال کے حضور میں کھڑا ہو۔ وہ قاہر ہم مقہور، وہ قادر ہم مجبور، وہ نورُ ہم ظلمت اس کی بارگاہ میں بھی معروض ہونے کے آداب ہیں۔ جب تک ان آداب سے آگاہ نہیں ہونگے۔ جب تک اس کے حضور میں کھڑے ہونے کا سلیقہ نہیں آئے گا اس وقت تک ہم اسکی بخشش اور رحمت سے محروم رہیں گے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اس بارگاہ رسالت سے تعلق پیدا کریں۔ جس کی بارگاہ میں پیش ہونے کے آداب خود رب العزت سکھاتا ہے، ہمیں اس وقت ہی نور خدا سے استفادہ ہوگا جب نور مصطفیٰ صلعم سے تعلق پیدا کرینگے یا فیض یاب ہونگے۔

نسبت سے نجس بھی پاک ہوتا ہے
میری اُن سے نسبت بڑی چیز ہے

دربار خداوندی کے آداب، راز و نیاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا ہونے سے ظاہر ہونگے۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خدا آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
(اقبال)

یہ گنہگار سرکار دوجہاں پر درود و سلام اتباع خداوندی میں اسی آرزو میں پڑھتا ہے کہ

ہر زمانش می فرستم صد سلام و صد دعا
بر امید آنکہ یا بم یک سلام مصطفیٰ

اگر زندگی میں ایک دفعہ بھی حضورؐ پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گنہگار کو شرف بخشا تو دونوں عالم سنور جائیں گے۔

قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے درود و سلام بہترین وسیلہ ہے۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ میں صبح وشام حاضری کا افضل ترین طریقہ یہی ہے۔ کیونکہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام بھیجنے والے کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ اب خداوند ذوالجلال والاکرام ہمیں وہ بصیرت اور قوت سامعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے عطا فرماوے کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے سلام کا جواب سُنیں۔ اور یہ بہت بڑی سعادت ہے اگر زندگی میں ایک دفعہ بھی حاصل ہوگئی تو مدعائے زیست مل جائے گا یعنی روز قیامت میں بھی ہم شفاعت کے امیدوار ہونگے اور مقام محمود پر آپکے سایہ دامان رحمت کے نیچے پناہ حاصل کرینگے۔ دنیا و آخرت کے خدشات اور ڈر اور خوف سے محفوظ رہیں گے۔ آمین۔

ہاں اگر اس کے ساتھ (درود شریف کے ساتھ) کسی اللہ والے کی صحبت میسر آجائے یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ جیسا کہ سورہ نور میں فرمایا اللّٰہ نور السمٰوات والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃ ۔۔۔۔۔ یہدی اللّٰہ لنورہٖ من یشآء

یعنی اللہ اپنے نور سے جسے چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جس ذات گرامی کو اللہ نے رحمتِ عالم بنا کر بھیجا اور اس کے سینے کو کھول دیا اور اس کے دل کے اندر نور حکمت اور ایمان کو بھر دیا۔ اس کی پیروی کی جائے اور اس کے چمکتے ہوئے نور کا کوئی چمکارا چن لیا جائے اس سے مراد اہل ذکر کی ہے جو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ حاصل کرتے ہیں جس سے اُن کے اپنے دل میں منور ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا جب کوئی طالب ایسے اہل ذکر کی صحبت میں بیٹھے گا اُسے میسر آئے گی تو وہ اس سے اس طرح استفادہ حاصل کرے گا جیسے اس نے حضور پُرنور سے استفادہ حاصل کیا جو کہ مرکز نور الٰہی ہے، اپنے دل کو اس رحمت عالم کے دل کا آئینہ بنا دیا جائے تاکہ اپنا دل بھی بقدر نور چینی منور ہو جائے، جس سے ہمیں اس صاحب ذکر کے تعلق سے یا نسبت سے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود وسلام پیش کرنے کے آداب اور اس دربار عالی مقام کی تعظیم وتکریم کے بجالانے کا سلیقہ آجائے گا پھر درود شریف پڑھنے کے صحیح نتائج برآمد ہوں گے۔ کیونکہ اس کے بغیر، ہم حضور کے فیضان سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتے۔

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ باب میں تصوف واحسان میں بقدر عنایت خداوندی مندرجہ بالا آیہ قرآنی کی روشنی میں مقامات قرب الٰہی اور حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کے مدارج پر روشنی ڈالی جائے گی جو کہ اہل دل اور طالبان راہ طریقت کو منزل کی نشاندہی کرے گی۔ وماعلینا الا البلاغ

سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

السلام اے موصل مطلوبہا
السلام اے منعم مرغوبہا
السلام اے دست دہ افتادگاں
السلام اے دلبر دلدادگاں
السلام اے تاجِ عزت بر سرت
السلام اے فیض واحساں بر درت
السلام اے حل مشکل السلام
السلام اے کارِ من از تو تمام
السلام اے عذر خواہِ مذنبین
لطف فرما بر گناہ من مبین
السلام اے ابرِ رحمت فیض بار
بر تو ہم بر چار شش ہم ہشت چار
صد سلام از ما بہر دم صبح وشام
بر تو ھم بر آل اصحابت تمام

برامیدے آنکہ اے عالی جناب
ازلبِ شیریں تو آید جواب

ازعلاجِ ما تو نیکو آگہی !
داروئے دردِ دلم ہم تو دہی

یا رسول اللہ بے درماندہ ام !
بال درکف خاک بر سر کردہ ام !

بیکساں راکس توئی در ہر نفس
من ندارم در دو عالم جز تو کس

بے کراں صلوٰۃ ہم بے حد سلام
بر تو ہم بر آل و اصحابت تمام

ہست داروئے دلِ بیمار من
شربت وصل تو اے دلدارِ من

یک نظر سوئے من غمخوار کن
چارۂ کارِ من بے کار کن

عزت دنیا و عقبا بخش ہم
کردہ ام ابیات شوقت ختم وتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانیّت

پر

احسانِ عظیم

(رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم)

ربّ العلمین اور رحمۃ للعلمین

آفتاب توحید و ہدایت

قرآن حکیم نے توحید الٰہی کے داعی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو "سراج منیر" سے ملقب کیا اور ان کے خصائص کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب: ۴۶)

اے پیغمبر! بے شک ہم نے تم کو شہادت دینے والا بشارت پہنچانے والا، ضلالت و خباثت سے خوف دلانیوالا راہ الٰہی کی طرف داعی اور مہر منیر بنا کر بھیجا ہے

لیکن ایک دوسرے موقع پر آفتاب کو بھی "سراج" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ۱۶)

اور آسمان میں خدا نے چاند کو بھی بنایا جو ایک نور ہے اور سورج کو بھی بنایا کہ وہ ایک روشن مشعل ہے۔

اس مماثلت اور اشتراک تشبیہ سے مقصود یہ تھا کہ اسلام کی دعوت بھی اس آفتاب مادی کی طرح ایک آفتاب ربانی ہے، آفتاب جب نکلتا ہے تو اس کی روشنی اور حرارت میں کوئی تمیز نزدیک و دور، اعلیٰ و ادنیٰ، سیاہ و سفید، باغ و دشت کی نہیں ہوتی۔ اس کی روشنی بلا تمیز مکان و مقام ہر شے پر چمکتی اور ہر حرارت پذیر وجود کو گرم کرتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال اس آفتاب دعوت الٰہی اور نیر درخشاں سمائے رسالت کی عموم فیضان بخشی کا تھا، جو کوہ سعیر سے چلا، مگر فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا جس کی کرنوں میں دہنی جانب شریعت الٰہی کی "نور و کتاب مبین" تھی مگر بائیں جانب قیام عدل و میزان کی شمشیر آبدار چمک رہی تھی جس کا طلوع کائنات میں ظلمت کی شکست اور روشنی کی دائمی فیروزمندی تھا کیونکہ آسمان ہدایت پر شریعت الٰہی کے گو سینکڑوں ستارے نمودار ہوئے تھے لیکن تاریکی کی آخری شکست کے لئے دنیا کو آفتاب ہی کے طلوع کا انتظار ہوتا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ (والیل ۱-۳)

رات کی قسم، جب کہ اس کی تاریکی کائنات کی تمام اشیاء کو چھپا دیتی ہے اور روز روشن کی قسم، جب کہ

آفتاب کی تجلی تمام کائنات کو روشن کر دیتی ہے اور دراصل
اس خالق کی قسم جس نے تخلیق عالم کے لئے نر اور مادہ
کا وسیلہ پیدا کیا۔

عالمگیر اخوت و اتحاد

اس آفتاب توحید نے طلوع ہوتے ہی تفریق و انشقاق کی تمام تاریکیوں کو مٹا دیا اس کی روشنی کی فیضان بخشی میں اسود و ابیض اور عرب و عجم کی کوئی تمیز نہ تھی۔ خدا کی ربوبیت کی طرح اس کی رحمت بھی عام تھی۔ وہ رب العلمین تھا پس ضرور تھا کہ اس کی راہ کی طرف دعوت دینے والا بھی "رحمۃ للعلمین" ہو۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
(انبیاء: ۱۰۷)

اے پیغمبر! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر تمام عالموں کیلئے رحمت قرار دے کر۔

انسان کی یہ سب سے بڑی ضلالت اور خدا فراموشی تھی، کہ اس نے رشتہ خلقت کی وحدت کو بھلا کر زمین کے ٹکڑوں اور خاندان کی تفریقوں پر انسانی رشتے قائم کر لئے تھے۔ خدا کی زمین کو جو محبت اور باہمی اتحاد کے لئے تھی۔ قوموں کے باہمی اختلافات و نزاعات کا گھر بنا دیا تھا، لیکن اسلام دنیا میں پہلی آواز ہے جس نے انسان کی بنائی ہوئی تفریقات پر نہیں، بلکہ الٰہی تعبد کی وحدت پر ایک عالمگیر اخوت و اتحاد کی دعوت دی اور کہا کہ!

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط
(حجرات: ۱۳)

اے لوگو ہم نے دنیا میں تمہاری خلقت کا وسیلہ مرد اور عورت کا اتحاد رکھا اور نسلوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا اس لئے کہ باہم پہچانے جاؤ، ورنہ دراصل یہ تفریق و شعوب کوئی ذریعہ امتیاز نہیں امتیاز و شرف اسی کے لئے ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہے

صرف ایک رشتہ

پس درحقیقت اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک الٰہی نشان ضرور تسلیم کرتا ہے ومن ایاتہ اختلاف السنتکم والوانکم لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد قرار نہیں دیتا۔ انسان کے تمام دنیوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں اصلی رشتہ صرف ایک ہے اور وہی ہے جو انسان کو اسکے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ وہ ایک ہے پس اسکے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ اگرچہ سمندروں

کے طوفانوں پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریقوں نے ان کو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہو۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ (مومنون ۵۲) بیشک تمہاری جماعت ایک ہی امت ہے اور ہم ایک ہی تمہارے پروردگار ہیں۔

مقام محمود

آیت ۹۷، (بنی اسرائیلؔ) میں مقام محمود سے مراد ایسا درجہ ہے جس کی عام طور پر ستائیش کی جائے۔ فرمایا کچھ بعید نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہیں ایسے مقام پر پہنچا دے جو عالمگیر اور دائمی ستائیش کا مقام ہو۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب پیغمبر اسلام کی مکی زندگی کے آخری سال گزر رہے تھے۔ مظلومیت اور بے سروسامانی اپنے انتہائی درجوں تک پہنچ چکی تھی، حتیٰ کہ مخالفین قتل کی تدبیر دل میں سرگرم تھے۔ ایسی حالت میں کون امید کر سکتا تھا کہ انہی مظلومیتوں سے فتح و کامرانی ہی کی بشارت نہیں دی، کیونکہ فتح و کامرانی کی عظمت کوئی غیر معمولی عظمت نہ تھی بلکہ ایک ایسے مقام تک پہنچنے کی خبر دی جو نوع انسانی کے لئے عظمت و ارتفاع کی سب آخری بلندی ہے۔ یعنی عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا حسن و کمال کا ایسا مقام جہاں پہنچ کر محمود بیت خلائق کی عالمگیر اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی۔ کوئی عہد ہو، کوئی ملک ہو، کوئی نسل ہو لیکن کروڑوں دلوں میں اس کی ستائیش ہوگی۔ ان گنت زبانوں پر اس کی مدحت طرازی ہوگی۔ محمود یعنی سرتاسر ممدوح ہستی ہو جائیگی

ما شئت قل فیہ، فانت مصدق
فالحب یقضی والمحاسن تشھد

انسانی عظمت کی انتہا

یہ مقام، انسانی عظمت کی انتہا ہے۔ اس سے زیادہ اونچی جگہ اولاد آدم کو نہیں مل سکتی اس سے بڑھ کر انسانی رفعت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کی سعی و ہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اڑ جا سکتی ہے لیکن یہ بات نہیں پا سکتی کہ روحوں کی ستائیش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے۔ سکندر کی ساری فتوحات خود اس کے عہد و ملک کی ستائیش

۱؎ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل ۷۹) اور رات پیغمبر رات کا کچھ حصہ یعنی پچھلا پہر شب بیداری میں بسر کرو یہ تیرے لیے ایک مزید عمل ہے قریب ہے، اللہ تجھے ایسے مقام میں پہنچا دے جو نہایت پسندیدہ مقام ہو۔

اسے نہ دلاسکیں اور نپولین کی ساری جہاں ستانیاں اتنا بھی نہ کرسکیں کہ کورسیکا کے چند غدار باشندوں ہی میں اسے محمود و ممدوح بنادیتیں، جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ محمودیت اسی کو حاصل ہوسکتی ہے جس میں حسن و کمال ہو کیونکہ روحیں حسن ہی سے عشق کرسکتی ہیں اور زبانیں کمال ہی کی ستائش میں کھل سکتی ہیں، لیکن حسن و کمال کی مملکت وہ مملکت نہیں جسے شہنشاہوں اور فاتحوں کی تلواریں مسخر کرسکیں۔

زبانوں کی ستائش اور روحوں کا احترام

غور کرو، جس وقت سے نوع انسانی کی تاریخ معلوم ہے نوع انسانی کے دلوں کا احترام اور زبانوں کی ستائش کن انسانوں کے حصے میں آئی ہیں؟ شہنشاہوں اور فاتحوں کے حصے میں یا خدا کے ان رسولوں کے حصے میں جنہوں نے جسم و ملک کو نہیں روح و دل کو فتح کیا تھا؟

یہی مقام محمود ہے جس کی خبر ہمیں ایک دوسری آیت میں دی گئی ہے اور خبر کے ساتھ امر بھی ہے۔
إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (احزاب ۵۶)[1]
بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کا ایک مشہد وہ معاملہ ہوگا، جو قیامت کے دن پیش آئیگا جب کہ اللہ کی حمد وثنا کا علم آپ بلند کریں گے اور بلاشبہ محمودیت کا مقام دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے جو ہستی یہاں محمود خلائق ہے، وہاں بھی محمود و ممدوح ہوگی۔

جامعیت افضلیت رسول اکرمؐ

ان آیات کریمہ[2] سے فضیلت و سیادت حضرت ختم المرسلین کا اول اثبات ہوا کہ امت مسلمہ کو ساری امتوں سے بہتر فرمایا اور شریعت محمدیہ کو تکمیل ادیان اور اتمام نعمت قرار دیا۔ ظاہر ہے مطیع کی افضلیت مستلزم افضلیت مطاع اور نعمت کا اتمام نعم سابقہ سے اعلیٰ واتم ہونا، حامل و مبلغ نعمت کے اعلیٰ و افضل ہونے پر دال ہے۔ اگر آخری شریعت تمام پچھلی شریعتوں کی جامع اور اس لئے ان سب سے افضل ہے۔ اگر آخری امت ساری پچھلی امتوں کے برکات و نعم سے مالا مال اور اس لئے ان سب سے اشمل و اصلح ہے اور اگر اس طرح شریعت آخری کے ظہور و زمان و مکان و قوام و اعمال کی ساری باتیں پچھلی امتوں کی ان ساری باتوں پر فوقیت و فضیلت رکھتی ہیں تو یہ بغیر

---

[1] اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر (علیہ السلام) پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے تم بھی اس پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام، اچھا سلام

[2] کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ـ اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (۷۱)

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شہیدا۔

اس کے ممکن نہیں کہ امت آخری کا رسول و قیّم بھی سارے پچھلے رسولوں کے مراتب و مقامات کا جامع اور اس لئے ان سب سے افضل و مافوق اور "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق ہو، کتاب و سنت کے مخصوص ارشادات اور تصریحات اس بارے میں بے شمار ہیں۔ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض کی تفسیر میں اس مطلب کو کمال شرح و بسط اور شاید ایک طرز تازہ و استدلال جدید کے ساتھ لکھا جاچکا ہے اور حقیقت جامعیت رسالت محمدی جامعیت شریعت اسلامیہ و جامعیت امت مسلمہ اور جامعیت جمیع ما تیعلق بہا پر ایک خاص اسلوب نظر سے بحث کی گئی ہے[1] باقی رہا لا نفرق بين احد منهم تو وہ معاملہ دوسرا ہے تفریق بین الرسل "کو مسئلہ تفضیل سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح لا تفضل علی یونس بن متی وغیر ذٰلك" تو اس نہی کا مورد و محل بھی دوسرا ہے اور منہی عنہ معاملہ تفضیل میں وہ تکلم یا رائے ہے منجوبہ تفریق بین الرسل جس نے تمام امم سابقہ کو گمراہ کیا، نہ کہ نفس تفضیل۔ کیونکہ "انا سید ولد آدم ولا فخر" اور آدم ما دونہ تحت لوائی کے بعد اور کیا باقی رہ گیا؟ پھر قطع نظر قرآن حکیم کے، خود نصوص سنت اس بارے میں بے شمار معلوم ہیں۔

ربّ زدنی علما

آیت ۱۱۴[2] (طٰہ) میں فرمایا: جب تک سلسلہ وحی پورا نہ ہوجائے اس بارے میں جلدی نہ کر اور منتظر رہ کہ فیضان غیب کی بخششیں کہاں تک مالا مال کرتی ہیں۔ تیری زبانِ حال کی صدا تو یہ؟

یہ احسان عظیم نہیں تو اور کیا ہے

حضرت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات انسانیت پر جو لاتعداد احسان کئے، ان کا استقصاء کون کر سکتا ہے۔ ان میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ ہر قسم کے تعبد و غلامی اور ذلت و تحقیر کی زنجیریں کاٹ ڈالیں اور سب کے لئے استقلال و حرّیت ذات و رائے، شرف و احترام نفس اور مساوات صحیحہ کی بنیادیں استوار کر دیں۔

---

[1] مطلب ہے "تفسیر البیان" میں

[2] فتعالى الله الملك الحق ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه وقل رب زدني علما

پس ہر طرح کی بلندی اللہ ہی کے لئے ہے اور وہی جہاندار حقیقی ہے اور جب تک قرآن کی وحی تجھ پر پوری نہ ہوجائے تو اس میں جلدی نہ کر۔ تیری پکار یہی ہو کہ پروردگار میرا علم اور زیادہ کر۔

دنیا استبداد و استعباد کے عذاب الیم میں مبتلا تھی۔ غلامی کی زنجیروں نے اس کا بند بند جکڑ رکھا تھا۔ فرمانروایانِ ملک، امرائے شہر، روسائے قبائل اپنے اپنے حلقہ فرمانروائی میں "اربابًا من دون اللّٰہ" تھے اور ان کے اطاعت گزار اور پیروان کے ہاتھ بالکل مثل معدوم الارادہ آلات عمل کے تھے، جن کی زندگی کا موضوع واحد صرف اپنے قادر و قابض کی تکمیل ہوائے نفس اتباع مرضات تھا۔

مسیح سے سترہ سو برس پہلے ذات شاہی ہر تقدیس سے متصف، ہر احترام فوق العادہ سے مقدس اور ہر نقص و عیب سے مبرا تھی۔ خدا کا سایہ کم از کم مرتبۂ انسانیت سے ایک بالا تر شے ضرور تھی۔ فراعنۂ مصر دیوتا تھے۔ اسی لئے مصر کے ایک فرعون نے مسیح سے سترہ سو برس پہلے اپنے درباریوں سے کہا تھا: انا ربکم الاعلیٰ" یعنی موسیٰ کا خدا کون ہے؟ تمہارا بڑا خدا تو میں ہوں کلدانیوں کے ملک میں نمرود بابل کی پرستش کے لئے ہیکل بنتے تھے۔ ہندوستان کے راجا دیوتاؤں کے اوتار بن کر زمین پہ اترتے تھے۔ روم کا پوپ" خدا کے فرزند کا جانشین اور اس کا آستانہ مقدس سجدہ گاہ ملوک و سلاطین تھا۔

روم کے قیصر اور فارس کے کسریٰ گو دیوتا نہ تھے لیکن فطرت بشریت سے منزہ اور مرتبہ انسانیت سے بالاتر تھے، جن کے سامنے بیٹھنا ممنوع، جن کے نام لینا سوء ادب، جن کے سامنے ابتدائے کلام گناہ اور جن کے سامنے ادنیٰ سا اعتراض بھی موجب قتل تھا۔

دنیا اسی تعبد و غلامی اور ذلت و تحقیر میں اسیر تھی کہ بحر احمر کے سواحل پہ ریگستانی سرزمین میں ایک "عربی بادشاہ" کا ظہور ہوا، جس نے معجزانہ زور و توانائی سے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیے۔ بابائے رومۃ الکبریٰ کے ایوان مقدس کی بنیادیں ہلا دیں تعبد و غلامی کی زنجیریں اس کی شمشیر اخلاق کی ایک ضرب سے کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ استقلال ذات و فکر، حریت خیال و رائے، شرف و احترام نفس، مساوات حقوق، ابطال شاہنشاہی کی روشنی دنیا قدیم کے قلب سے نکل کر دنیا بھر میں پھیل گئی۔ شاہان عالم مرتبہ قدوسیت و معصومیت سے گر کر عام سطح انسانی پر آ گئے اور عام انسان سطح غلامی و حیوانیت سے بلند ہو کر مصر و بابل کے دیوتاؤں اور روم و ایران کے قیصر و کسریٰ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو گئے (مؤلف)

دین رحمت اور رسولِ رحمت

محبوب معبود | غرض اسلام نے دینی عقاید و اعمال کا جو تصور قائم کیا ہے، اس کی بنیاد بھی تمام تر رحمت اور

محبت ہی پہ رکھی ہے۔ قرآن مجید کی مختلف تصریحات کے مطابق خدا اور بندوں کے درمیان بھی رشتہ محبت ہی کا ہے۔ مولانا ابوالکلام لکھتے ہیں۔

سچی عبودیت اسی کی عبودیت ہے جس کے لئے معبود صرف معبود ہی نہ ہو، بلکہ محبوب بھی ہو۔

اسی لئے فرمایا۔

۱۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ: ۱۶۵)	اور جو لوگ ایمان والے ہیں، ان کے دلوں میں تو سب سے بڑھ کر چاہت اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔
۲۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (آل عمران: ۳۱)	(اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے واقعی محبت رکھتے ہو تو چاہیے کہ میری پیروی کرو (کیونکہ میں تمہیں اللہ سے محبت کی حقیقی راہ دکھا رہا ہوں) اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا وہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔

حبِ رسول ﷺ

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے محبت بھی اسی لئے دنیا بھر کے انسانوں پر فائق و برتر ہوگئی کہ ان کے ذریعے سے ہمیں خدا کا راستہ ملا۔ حضور صلعم کا ارشاد ہے۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین[1]	تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک باپ، بیٹے اور پورے عالم انسانیت سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نور ہدایت لیکر آئے، اس کے سوا ہدایت کا کوئی وجود نہیں اور انسان کے لئے سب سے پہلی چیز ہدایت حق ہے، اس کے بعد تمام رشتے آتے ہیں اور خود رشتوں کے واجبات نیز ان کی تکمیل و سرانجام کے طریقے بھی ہمیں اسی نور ہدایت سے ملے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہماری زندگی میں مشعل راہ بنا۔

خدا سے محبت کی عملی راہ

یہ بھی بتا دیا کہ خدائے بزرگ و برتر سے محبت کی عملی راہ خدا کے بندوں کی محبت سے ہو کر گزرتی ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا سے محبت کرے، اسے چاہیے کہ رسول اللہ صلعم کی پیروی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں خدا کے بندوں سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محبت کرنا سیکھے۔ اقبالؒ نے مندرجہ شعر میں اسلام کے اسی پاکیزہ مقصد کا نقشہ کھینچا ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

قرآن مجید اور احادیث میں خدا کے بندوں سے پیار کے لئے جو کچھ موجود ہے اس کا خاصا بڑا حصہ جابجا پیش کیا جا چکا ہے اور اعادہ غیر ضروری ہے اس دنیا میں نگرانی اور دیکھ بھال کے محتاجوں کی کوئی صنف ایسی نہیں جس کے لئے مختلف صورتوں میں انفاق کے احکام موجود نہ ہوں۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کی اعانت بیواؤں، مسکینوں اور اسیروں کی امداد غلاموں کو غلامی سے چھڑانا، مسافروں کی خبر گیری، قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے سہارا دینا۔ غرض کون سی ضرورت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا؟ واضح رہے کہ اسیروں سے مراد وہ لوگ نہیں جو جرموں کے ارتکاب کے بعد جیل خانوں میں چلے جاتے ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنگ میں پکڑے جائیں یا زمانہ ماضی کی طرح اب کوئی ظالم شخص کسی کو گرفتار کر کے اپنا کام لینے لگے۔

جہاں صحیح اسلامی معاشرہ موجود ہو اور اس کے تمام افراد اپنے واجبات کتاب و سنت کے مطابق پورے کریں، وہاں کوئی ایسا محتاج نظر ہی نہیں آسکتا، جسے کسی کی طرف حسرت بھری نظر سے دیکھنے یا ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہو۔ ارباب استطاعت کا اسلامی جذبۂ خیر نیز محتاج کی اسلامی خودداری اور عزت نفس دونوں اپنی جگہ کارفرما ہوں گے۔ پہلے گروہ کے نزدیک انفاق اسی طرح واجب ہے، جس طرح خود اس گروہ کے لئے ذاتی ضروریات پورا کرنا واجب ہے، محتاج کسی سے نہیں لیتا کہ اس کا ممنون ہو۔ اللہ نے اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے اور وہ اپنا حصہ لیتا ہے۔ یہ اسلام تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے انسانوں کے لئے تھے

حضور صلعم کے چند ارشادات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ فرمایا۔

۱۔ خدا کی رحمت اپنی بندوں کے لئے ہے جو خدا کے بندوں کے لئے رحمت رکھتے ہیں۔
۲۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔
۳۔ جو شخص رحم کرے گا، اگرچہ ایک چڑیا ہی کے لئے کیوں نہ ہو، خدا اس پر رحم کرے گا
۴۔ مَن لا یُرحَم یعنی جو شخص رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۵۔ ایک اعرابی نے نماز پڑھتے ہوئے دعا کی کہ اے اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے ساتھ اور کسی پر رحم نہ کر جب وہ نماز ادا کر چکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بہت وسعت والے کا دروازہ تنگ کر دیا۔

اعرابی نے یہ دعا بُری نیت سے نہیں کی تھی، اس کے تصورات ہی اس قسم کے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دیا کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ تمام انسانوں کے لئے بھلائی مانگنے سے بھی اس کی رحمت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

صفات الٰہی کا پرتو

انسانیت کی تکمیل یہ ہے کہ صفات الٰہیہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تشبہ پیدا کیا جائے یعنی اتنا تشبہ جتنا انسان کے بس میں ہو۔ ان صفات کا عکس انسان کے آئینہ، فکر و عمل میں ٹھیک ٹھیک اتارنے کے لئے کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھنا چاہیئے۔ مولانا ابوالکلام لکھتے ہیں کہ قرآن مجید ہم میں خدا کی رحمت کا تصور پیدا کرنا چاہتا ہے تو صرف اس لئے کہ ہم بھی سراپا رحمت بن جائیں۔ اسی طرح قرآن خدا کی ربوبیت، رافت، شفقت اور احسان، نیز دوسری صفات کا نقشہ کھینچتا ہے تاکہ ہم میں بھی بقدر ہمت و استطاعت انہی صفات کا جلوہ نمودار ہو۔

قرآن ہمیں بار بار سناتا ہے کہ خدا کی بخشش و درگزر کی کوئی انتہا نہیں اور اس طرح ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم میں بھی اس کے بندوں کے بخشش و درگزر کا غیر محدود جوش پیدا ہو جانا چاہیئے۔ اگر ہم اس کے بندوں کی خطائیں بخش نہیں سکتے تو ہمیں کیا حق ہے کہ اپنی خطاؤں کیلئے اس بخششوں کا انتظار کریں

یہ آخری فقرہ اس حدیث پر مبنی ہے کہ مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَم

احکام و شرائع اور تلقینات

جس حد تک احکام و شرائع کا تعلق ہے، جزاءُ سیئۃٍ مثلھا برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی، اپنی جگہ قائم ہے کیونکہ تمام انسان حوصلے اور ہمت میں یکساں نہیں ہوتے اور نہ ہر جرم ایسا ہوتا ہے کہ بخشا جائے تو مرتکب پر یا معاشرے کے حالات پر بہر حال اچھا اثر پڑے گا۔ تاہم کتاب الٰہی کی تلقینات ہر لحظہ پیش نظر رہنی چاہیئں، جو عزیمت کی متقاضی ہیں مثلاً :

۱۔ پھر جس نے درگزر کیا اور معاملے کو بگاڑنے کی جگہ سنوار لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے (شوریٰ ۴۰)

۲۔ اور جو کوئی برائی پر صبر کرے اور بخش دے تو یقیناً یہ اولوالعزمی کی بات ہے (شوریٰ : ۴۳)

۳۔ خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں اللہ کے لئے خرچ کرنے والے، غصے کو پی جانے والے ہم جنسوں کے قصور بخش دینے والے اللہ کی محبت انہی محسنین کے لئے ہے (آل عمران: ۱۳۴)

۴۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے (تلخی و ناخوشگواری) صابرانہ برداشت کر لی نماز قائم رکھی۔ ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور علانیہ (ہمارے بندوں کے لئے) خرچ کرتے رہے اور برائی کا جواب برائی سے نہیں بلکہ نیکی سے دیا تو یقین کرو کہ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا بہتر ٹھکانا ہے (رعد: ۲۲)

۵۔ اور اگر تم بدلا لو تو چاہیئے کہ جتنی اور جیسی برائی تمہارے ساتھ کی گئی ٹھیک اسی کے مطابق بدلا لو اور اگر تم برداشت کر جاؤ تو صابروں کے لئے برداشت کر لینا ہی بہتر ہے

اللہ کی بے پایاں رحمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے جس کے ذریعے سے خدائے قدوس کی بے پایاں اور لامتناہی رحمت کی بشارت بندگان خدا کو ملی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

رحمتی وسعت کل شیئ — میری رحمت کا یہ حال ہے کہ ہر شے پر چھائی ہوئی ہے۔

(اعراف: ۱۵۶)

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک موقع پر کچھ قیدی آئے، ان میں سے ایک عورت کو بچہ مل گیا، جو اس کا تھا۔ دیکھتے ہی مامتا کی خاص تڑپ کے ساتھ اسے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ بچہ مل جانے کی خوشی اور دودھ پلانے کی پرسرور تسکین سے وہ بظاہر اس درجہ سرشار ہو گئی کہ گردو پیش اور ماحول کا بھی کچھ خیال نہ رہا۔ رسول اللہ صلعم نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا۔

اترون هذه طارحة ولدها فی النار؟ قلنا، لا وهی تقدر ان لا تطرحه۔ فقال الله ارحم بعباده من هذه بولدها

تمہارا کیا خیال ہے کہ آیا یہ عورت اپنا بچہ آگ میں ڈال دینے کے لئے تیار ہو جائے گی؟ ہم نے عرض کیا کہ جب تک اس کی طاقت و قدرت میں ہے کبھی نہ ڈالے گی۔ حضور صلعم نے فرمایا اللہ اپنے بندوں کیلئے اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے کیلئے ہے

انسانوں، حیوانوں، پرندوں، چرندوں، درندوں، وغیرہ میں سے کسی گروہ کو لے لیجئے، بچے کے لئے ماں کی ماممتا سے بڑھ کر پُرخلوص محبت کا نظارہ نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مامتا کا نظارہ دیکھ کر بندوں کیلئے اللہ کی رحمت کا اظہار فرما دیا اور اس محبت کا نقش لوگوں کے قلوب وارواح پر جما دینے کی صورت اس کے سوا کیا تھی کہ دنیا کی بہترین نیت سے بہ طور مثال کام لیا جائے؟ حقیقۃً بندوں سے اللہ کی محبت کا صحیح اندازہ پیش کرنے کی دل نشیں تر صورت کون سی ہے؟

نورِ حق کے لئے والہیت

قرآن مجید میں جابجا اسلام کو نور کہا گیا ہے یعنی حق کی روشنی۔ مثلاً:

۱۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اعراف ۱۵۷

پیروی کی اس نور کی جو انکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اترا

۲۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (زمر ۲۲)

بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لئے سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف ہے۔

۳۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط (بقرہ ۲۵۷)

اللہ ان کا ساتھی اور مددگار ہے، جو ایمان کی راہ میں اختیار کرتے ہیں انھیں تاریکیوں سے نکالتا اور روشنی میں لاتا ہے۔

بعض مقامات پر "نور" اس طرح آیا ہے کہ بعض مفسرین کرام کو خیال ہوا غالباً اس سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جیسے سورہ مائدہ میں ہے۔ اور یہ خیال نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس "نور" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حق کی روشنی، آچکا نیز وہ روشن کتاب آچکی جس کے ذریعے سے اللہ اپنی رضا و خوشنودی کے پیروں کو سلامتی کے راستوں کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

(حاشیہ صلہ)

اس آیہ کریمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا واضح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ظاہری عمل سے اللہ مجدہٗ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ۔ الخ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت عطا ہوگی جب ہمیں اس کی محبت عطا ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ہر عمل اپنا عمل قرار دیتا ہے ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا اس کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ حضور کی شان مبارک میں فرمان الٰہی ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ اور ایسے ہی اپنے عظیم دوستوں کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ان سے دشمنی کرے گا وہ حقیقت میں میرے ساتھ دشمنی کرے گا (جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کہ جو میرے ولیوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے) تو معلوم ہوا کہ جب ان کا ہر عمل اللہ کا عمل ہوگا جب ایسا ہوگا تو وہ بھی نور ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کا تعلق اللہ کے نور سے ہوگا جیسا کہ سورہ نور میں اللہ نور السمٰوات والارض .... الخ ارشاد ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے اس نور ہدایت سے استفادہ کرنے والا اللہ کے نور کو ارض و سماء میں مشاہدہ کرتا ہے، اس کی نماز بھی مشاہدہ میں ہوتی ہے اور یہ بات اسوقت میسر ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے پوچھا کہ آپ نے اللہ کو کیسے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کو اللہ کی آنکھوں سے دیکھا۔ اس سے بھی واضح شب معراج کا واقعہ ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ حق کیا حتیٰ کہ آنکھوں نے دوئی محسوس نہ کی ماذاغ البصر وما طغیٰ اور یہ اس وقت ہے جب عین ذات ہو جائے جب عین ذات ہوا تو پھر عین نور ہوا۔ پھر اس کے نور جاننے میں غالباً کا لفظ خارج از بحث ہے

(حاشیہ صلہ)

نور سے مراد ہر وہ عمل ہے جس سے اللہ کا جاننا۔ دوسروں کیلئے ظاہر ہو اور جس سے قرب الٰہی حاصل ہو سکے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل انسانیت کے لئے ہر شعبہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکام میں رہنمائی کرتا ہے جس سے طاعت رب العزت اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے ہمارے لئے آپ کا ہر عمل مشعل راہ ہے اس لحاظ سے بھی جس عمل سے انسان اللہ کی حقیقتوں کو اور اس نور ہدایت سے استفادہ کر سکے روشنی کہلائے گا۔ کیونکہ اس کی ضیاء میں وہ اپنی منزل تک پہنچے گا جب اسے اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنائے گا اور اس کو اپنانے کے بعد اللہ مجدہٗ تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ کرے گا۔ پھر اس کی نماز۔ اس کا ہر عمل مشاہدہ کا عمل قرار پائے گا۔ چونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی روشنی میں سب کچھ کر رہا ہے جو اسے تاریکیوں سے نکال کر اللہ کے نور کی طرف لے جا رہا ہے۔ معلوم ہوا جس عمل سے دوسرے کو ہدایت ہے وہ بھی نور ہی کہلائے گا۔

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ فِیۡ قَلۡبِیۡ نُوۡرًا وَّ فِیۡ بَصَرِیۡ نُوۡرًا وَّ فِیۡ سَمۡعِیۡ نُوۡرًا وَّعَنۡ یَّمِیۡنِیۡ نُوۡرًا وَّعَنۡ یَّسَارِیۡ نُوۡرًا وَّ فَوۡقِیۡ نُوۡرًا وَّ تَحۡتِیۡ نُوۡرًا وَّ اَمَامِیۡ نُوۡرًا وَّ خَلۡفِیۡ نُوۡرًا وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ نُوۡرًا وَّ فِیۡ لِسَانِیۡ نُوۡرًا وَّ فِیۡ دَمِیۡ نُوۡرًا وَّ فِیۡ عَصَبِیۡ نُوۡرًا وَّ فِیۡ شَعۡرِیۡ نُوۡرًا وَّ فِیۡ بَشَرِیۡ نُوۡرًا اَللّٰھُمَّ اَعۡطِنِیۡ نُوۡرًا، اَللّٰھُمَّ اَعۡظِمۡ لِیۡ نُوۡرًا، اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ نُوۡرًا۔

اے اللہ میرے قلب میں نُور ہو اور میری آنکھوں میں نُور ہو اور میرے کانوں میں نُور ہو اور میرے داہنے نُور ہو اور میرے بائیں نُور ہو اور میرے اُوپر نُور ہو اور میرے نیچے نُور ہو۔ اور میرے آگے نُور ہو اور میرے پیچھے نُور ہو اور نُور کو میرا بنا دے اور میری زبان نُور ہو، اور میرے خون میں نُور ہو اور میرے پٹھوں میں نُور۔ اور میرے چہرے پر نُور ہو۔ الٰہی مجھے نُور عطا فرما الٰہی میرے نُور کو بڑھا اور الٰہی مجھے نور ہی نور بنا دے۔ آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا مبارکہ کو سامنے رکھ کر ہم دیکھتے ہیں۔ سوال کرنے والا کون اور مسئول الیہ کون۔ مسئول اس کی ذات بابرکات ہے جس نے آپ کی شان مبارکہ میں فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک۔ وہ اس کی بارگاہ سے جو مانگے گا اسے کیا نہیں ملے گا اور حضور نے فرمایا اوّل ما خلق اللہ نوری ہ دیکھنے والا نُور مانگنے والا نُور۔ پھر اللہ مجدہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی نبوت و رسالت ایسی ہے کہ جس کا ظہور آپ کے اظہار کرنے کے بغیر بھی عوام الناس پہ ظاہر ہو جاتا ہے یعنی آپ کا نبی ہونا۔ جس نبی کی یہ شان ہو اس کو نُور کیوں نہیں کہیں گے۔ سورج طلوع ہونے پر ہر کس و ناکس اسکی نورانیت کو دیکھتا ہے لیکن جو نابینا ہوتے ہیں وہ اس کی ضیاء پاشیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہی حال ان دلوں کا ہے جن پہ تاریکیوں اور ظلمتوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں جو آپ کے نُور کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن چشم باطن رکھنے والے آپ کو سرتاپا نُور دیکھتے ہیں۔ اور اہل ایمان کے لئے آپ کا ہر عمل مشعل راہ اور تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف لے جانے والا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا کہ جب آپ سرتاپا نُور ہوں۔ کیونکہ قرآن حکیم بھی نُور ہے۔ اس لئے حامل قرآن بھی نُور ہوگا کیونکہ وہ عین قرآن ہے جیسا کہ جنابہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا کان خلقہ القرآن معلوم ہوا کہ آپ عین قرآن ہے۔ جب آپ عین قرآن ہیں تو پھر آپ نور ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نور ہے کہ آپ کی ذات بابرکات صلی اللہ علیہ وسلم تاریکیوں کو دُور کرنے والی ہے۔ ہر وہ چیز جو تاریکی کو دُور کرنے والی ہے۔ وہ نور کہلائے گی سورہ نوح کی آیۃ ۱۶ وجعل القمر فیھن نورًا وجعل الشمس سراجا آسمان میں خدا نے چاند کو بنایا جو ایک نور ہے اور سورج کو بھی بنایا جو ایک روشن مشعل ہے۔ اللہ مجدہ تعالیٰ نے سورہ والتین میں فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہ پھر فرمایا وسخر لکم ما فی السموات والارض ان ہر دو آیات کا جب ہم تقابل کرتے ہیں تو بات ظاہر ہوتی ہے کہ انسان بہترین مخلوق ہے اور کائنات کی ہر چیز منفعت بخش ہے اور اس کے لئے مسخر کر دی گئی ہے اللہ مجدہ تعالیٰ نے آیۃ بالا میں چاند کو نور فرمایا اور سورج کو روشن مشعل فرمایا جو ظاہری تاریکیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ انسان کو اس سے بہترین مخلوق فرمایا اور انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کو افضل اور اپنا نائب بنایا گیا۔ اور آقائے دوجہاں شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرتاج انبیاء بنایا اور آپ کی شان مبارک لولاک لما فرمایا۔ آپ کی شان مبارک کو ورفعنا لک ذکرک فرمایا۔ آپ کا کلام

وما ینطق عن الھوی فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر فرقان حمید میں بسم اللہ کی ب سے لے کر والناس کی س تک بنظر غایت اور جذب محبت میں اس کو پڑھا جائے اور اس پہ تفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کلام الٰہی کا ہر لفظ محبوب پاک کی نعت و ثنا ہے۔ جس نبی کی یہ شان مبارک ہو اور جس کا قرب مقام محمود اور جس کے لئے عرش معلیٰ دو قدم ما زاغ البصر وما طغیٰ! جس کی ذات بابرکات ہر لحظہ اللہ سے واصل اور ہم میں موجود، جس کی ذات کے لئے اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے جنگ بدر میں صحابہ کرام سے جب آپ کی حفاظت کے انتظام فرمائے تو حکم ہوا میرے محبوب تمہاری حفاظت میرے ذمہ ہے۔ محبوب محب کے مقام قرب میں اور محب محبوب کے اتنا قریب ہے کہ محبوب میں ہی محب کا نظارہ کیا جاسکتا ہے یعنی محبوب عین محب ہے۔ اور جب آپ عین محب ہوئے تو آپ نور ہوئے کیونکہ محب نور ہے۔

جب منفعت بخش اور مسخر چیز کو نور کہا جائے جو ظاہری تاریکیوں کو دور کرنے والی ہے تو وہ چیز بھی نور ہوگی جس کے لئے اس کو تسخیر اور منفعت بخش کہا گیا ہو۔ اور خاص طور پر انبیاء علیہم السلام جو انسانوں کو بھی ہدایت کرنے والے ہیں جو سراپا نور ہدایت ہوتے ہیں۔ وہ نور نہیں کہلائیں گے۔ تو انھیں کیا کہا جائے گا۔

یہ کتاب کُن میں آیا طرفہ آیہ نُور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنےٰ نُور کا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نُور کا
مَن رَاٰنی کیسا؟ یہ آئینہ دکھایا نور کا

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نُور کا
چاند پہ تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نُور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نُور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نُور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نُور کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ نور السمٰوٰت والارض ..... الخ

۱۔ جیسا کہ اس سے پہلے نور کی تشریح میں نے اللہ کی عطا کردہ فہم و ادراک کے مطابق کی ہے اس کی مزید وضاحت قرآن حکیم کی سورہ نور کی اس آیۃ مبارکہ کی روشنی میں جو اکثر مفسرین نے کی ہے۔ میں تفسیر "ضیاء القرآن" مولفہ پیر کرم شاہ صاحب سے اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اسکی شرح کی ہے بعینہٖ ہر دو کا اضافہ کر رہا ہوں تاکہ علم تصوف کی ابتداء اور انتہا اور مقصود پڑھنے والوں پر کھل جائے۔ اس نظام کائنات کو جس طرح اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے اور اس کائنات میں اس کا نور جاری و ساری ہے اسکے رموز علم معرفت سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب پر روشن ہو جائیں تاکہ طالبان حق مدارج ولایت اور تصوف کی اصطلاحات کو سمجھ سکیں اور اپنے واردات قلبی کو کسی صاحب دل سے وابستہ کر کے اپنا مقصود حاصل کر سکیں۔

اس مضمون کے پڑھنے سے طالبان حق پر یہ بات کھل جائیگی کہ جب تک ہم حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا تعلق نہیں جوڑینگے اسوقت تک ہم اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے ابتدائے وجود و حضور میں واسطہ ہیں۔ اسی طرح نہایت میں بھی واسطہ ہیں ، جو جنت میں اقامت کیلئے ہے لہذا ہمارا وجود اور ہر وہ چیز جس کا وجود ہے اس کے لئے ازل ابد اوّل و آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا موجودات میں واسطہ اور وسیلہ نہیں ہے۔ اور حقیقتاً وسیلہ کے معنی مطلوب تک پہنچنے کے لئے واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ جو دراصل آپ ہی کی ذات ہے اس لئے طالبوں پر واجب ہے کہ آپکے در اقدس کے ہو کر رہ جائیں تاکہ دونو جہان سے لگاؤ حاصل ہو۔ جب بھی کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفاقت کا تمنائی ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اعنی علیٰ نفسک بکثرت سجود ۔ اولیائے کاملین آپکے در اقدس پر جب رسائی کرتے ہیں اور یہی طریقہ ہمیشہ اہل کمال کا رہا ہے اور ہے۔ طالبان حق کو چاہیئے کہ وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق اختیار کریں اور آپسے تعلق رکھنے کے دو طریقے ہیں۔ پہلا کمال اتباع و استقامت اور قول و فعل میں کتاب و سنت کے امر و نہی پر مواظبت (یہ طریقہ اہلسنت والجماعت ہے)۔ اور یہ اس وقت تک جب تک تمہیں نفس کی شناسائی اور اس کے اسباب و علل کی معرفت حاصل نہ ہو اور یہ بات کسی شیخ کامل کے واسطے سے ہی حاصل ہوگی۔ کیونکہ وہ اس سے ظاہر و باطن میں آشنائی رکھتا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ وہ اس نور سے اس لحظہ فیض پا ہوئے ہیں۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض جسکے معنی ہیں اللہ تعالیٰ اہل آسمان اور زمین کا ہادی ہے یعنی

رہتا ہے۔ اس کی رہنمائی میں سب حق کی طرف چل رہے ہیں۔ کیونکہ اس کا جلوہ سب کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ وہ نور جسکے پرتو کی وجہ سے مومن کا دل اس کی ذات و صفات کی طرف راستہ پاتا ہے عقل انسانی جس کو پا نہیں سکتی تھی اس نور کی ضیار پاشی کی وجہ سے وہاں تک پہنچ جاتے ہیں جسکے ذریعہ یہ عقل بشری حق کو حق اور باطل کو باطل جان لیتی ہے اللہ مجدہٗ تعالیٰ فرماتے ہیں وھو علیٰ نور من ربہ۔ (تفسیر مظہری)

علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھتے تھے مثل نورہٖ فی قلب مومن (بقول سعید ابن جبیرؓ) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس نور کی ہر دو صفت اللہ نے مومن کو عطا فرمائی ہے۔ یہ فیضان اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی بلا واسطہ اور کبھی ملائکہ اور انبیاء کے توسط سے۔ اس لئے کہ ان سب کو انوار کہا جاتا ہے۔ ملائکہ بھی نور ہیں انبیاء بھی نور ہیں۔ اور سب سے بڑھکر اللہ تعالیٰ نور ہے۔ مومن کو یہ نور حضور آقائے دوجہاں کے توسط سے یا نسبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ مرکز کل ہیں۔ بلکہ انبیاء علیہ السلام بھی آپ ہی کے نور کا ایک جزو ہیں اسم ذات الہٰی کا نور ہے جس کے تصور میں آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا میں مراقبہ کیا کرتے تھے جس کے اتباع میں صوفیائے کرام اکثر ذکر حلقہ اور مراقبہ خود بھی کرتے ہیں اور اپنے متوسلین کو اس کے کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ جیسا کہ کلام الہٰی میں مذکور ہے کہ من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمی۔ لہٰذا اس نور سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے اور اس کو پہنچانے کیلئے ہم یہاں موجودات میں جب تک اس کے ساتھ تعلق اور واسطہ نہیں رکھیں گے۔ آخرت میں اس سے کس طرح بہرہ ور ہونگے کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یہاں نہیں پہچانا۔ آخرت میں کس طرح پہچان سکتا ہے۔ مندرجہ بالا آیتہ کے مطابق جو یہاں بھی اندھے ہیں وہاں بھی اندھے رہیں گے۔

حدیث پاک میں ہے من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ چاہیے ہمیں یہ کہ ہم اس کی ذات کو پہچاننے کے لئے اپنی ذات کو پہچان لیں جب ہم نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس کو پہچان لیا۔ بندہ کا یہ مشاہدہ ہے کہ ہم بذات خود ایک چلتی پھرتی قبر ہیں۔ جب تک ہم اس قبر کو روشن نہیں کریں گے ہماری آخری قبر روشن بہتر ہوگی۔ اور وہ ہے کہ ہم اسم ذات اللہ کا مراقبہ نسبت یا دواشت کو راسخ کریں تاکہ یہ ذکر جاری اور ساری ہوجائے جب یہ ذکر جاری و ساری ہوجائے گا تو ہمارا دل روشن ہوجائے گا۔ جب دل روشن ہوجائیگا تو ہماری چلتی پھرتی قبر بھی روشن ہو جائے گی اور جب یہ روشن ہوجائیگی تو ہماری آخری قبر بھی یقیناً روشن ہوجائے گی کیونکہ ہماری وابستگی اسی کی ذات سے مسلسل ہے۔

اسم ذات کے نور کے۔ اور اللہ مجدہ، تعالیٰ کے صفاتی اسمائے مبارکہ کے انوار سے جس کا جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی وہ اس کے نزدیک ہوگا اور اس کے درجات ہیں جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

زانکہ ہفت صد پردہ دار نورِ حق
پردہ ہائے نور دان چندیں طبق
از پس ہر پردہ قومے را مقام
صف صف اند ایں پردہا شان تا امام

ترجمہ:۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کا نور سات سو پردے رکھتا ہے۔ پس تم ان مراتب کو نور کے پردے سمجھو۔ ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے اور اس کے پیچھے جماعتیں صف بہ صف امام تک ہیں۔ مطلب یہ کہ نور کے ہر پردہ کو ایک جماعت کے لئے متعین کر دیا گیا ہے جو اس بات سے فیض یاب ہوتی ہے حتیٰ کہ ولی اعظم یا قطب الاقطاب کا درجہ ہے جو اپنی اعلیٰ استعداد کے مطابق ان تمام روحانی حجابات کو طے کر جاتا ہے اور آخری حجاب سے مستفید ہونے کی تاب رکھتا ہے یہ مدارج اولیائے کرام ہیں۔ جن پر اللہ کا خاص احسان ہوتا ہے وہ ان درجات سے نوازے جاتے ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم کسی ایسے صاحب نظر سے تعلق پیدا کریں جس کے توسط سے ہم بھی استفادہ کر سکیں۔ تاکہ روز قیامت ان لوگوں کے زمرہ میں بارگاہ رب العزت میں لوائے الحمد کے پرچم کے سایہ میں سرکار دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے حقدار ٹھہریں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے ایسے دوست ہیں۔ جن کو نہ عالم موجودات میں اور نہ آخرت میں کسی قسم کا خدشہ اور ڈر ہے ؎ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ٥

▬▬▬▬▬

مولانا رومیؒ نے فرمایا

آدمی دیداست باقی پوست است — دید آن باشد کہ دید دوست است
جملہ تن را در گداز اندر بصر — در نظر رو، در نظر رو، در نظر

باب

احسان

تصوّف

اللہ کی عبادت عالم حضوری میں ہو اگر ایسا میسر نہ آئے
تو عالم شہودیت میسر ہو (حدیث نبوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قال اخبرنی عن الاحسان

قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فالم تکن تراہ فانہٗ یراک قال لی یاعمر اتدری من السائل قلت اللہ و رسولہ اعلم قال فانہٗ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم

جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر حضور نے فرمایا اے عمر کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے۔ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے (مشکوٰۃ کتاب الایمان)

کتب احادیث میں حدیث جبرئیل کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا ہے۔ اسلام سے مراد فقہ، کیونکہ اس میں شریعت کے احکام اور اعمال کا بیان ہے۔ اور ایمان سے مراد عقائد ہیں جو علم کلام سے مسائل ہیں۔ اور احسان سے مراد اصل تصوف ہے۔ جو صدق دل سے توجہ الی اللہ سے عبارت ہے۔ مشائخ طریقت کے تمام ارشادات کا حاصل یہی احسان ہے۔ تصوف اور کلام لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ تصوف بغیر کلام کے اور فقہ بغیر تصوف کے بے معنی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے احکام فقہ کے بغیر معلوم نہیں ہوتے اور فقہ بغیر تصوف کامل نہیں ہوتی۔ کیونکہ عمل بغیر اخلاص نیت کے مقبول نہیں۔ اور یہ دونو ایمان کے بغیر بیکار ہیں۔ اس کی مثال روح اور جسم کی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر نا تمام رہتے ہیں (لمعات شرح مشکوٰۃ) شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

ہمارا نفس مضمون احسان ہے۔ جو کہ اصل تصوف ہے۔ جس کا تعلق اہل ذکر سے ہے۔ کیونکہ یہی لوگ فن خلوص و احسان کے کفیل ہیں۔ جنہیں ہم صوفیائے کرام کہتے ہیں۔ تصوف کے بغیر شریعت زندہ نہیں رہ سکتی اور نہ دین سلامت رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (تفہیمات الٰہیہ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں سورہ توبہ کی آیت ما کان للمومنین ان ینفروا کافۃ کی تفسیر کے سلسلہ میں تصوف کے مقام اور اہمیت کی وضاحت فرمائی معلوم ہوا کہ جب تک کسی عمل میں اخلاص پیدا

نہ ہو اس کی قبولیت ناممکن ہے۔ اور یہ اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ جب کسی صاحب اخلاص کی صحبت اختیار کی جائے۔ جس پر احسان کا دروازہ کھلا ہو۔ جس کی نماز صحیح معنوں میں حدیث نبوی کی مظہر ہو (الصلوٰۃ معراج المومنین) تاکہ اس کی صحبت میں بیٹھکر وہ نورانیت حاصل کی جائے جس سے اس کی نماز کیا ہر عمل مشاہدہ بن جائے۔

عَنْ عُمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ انْقَطَعَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ مَئُوْنَةٍ وَاَرْزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

جو شخص مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ کا ہو رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تمام تکالیف کا خود ذمہ دار ہو جاتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسے اس کا گمان تک نہیں ہوتا۔"

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ لِلْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَيْهِ وَمَا زَالَ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی رکھی، میری طرف سے اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے جو کچھ کرتا ہے میرے نزدیک سب سے محبوب وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے، حتیٰ کہ میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں۔ اور جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے، اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں، اور جب میرے پاس پناہ ڈھونڈھتا ہے تو میں اُسے پناہ دیتا ہوں"

قَالَ الطِّيْبِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصْلٌ فِي السُّلُوْكِ اِلَى اللّٰهِ وَالْوُصُوْلِ اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ وَمَحَبَّتِهٖ وَطَرِيْقِهٖ اِذَا الْمُفْتَرِضَاتُ الْبَاطِنِيَّةُ وَهِيَ الْاِيْمَانُ وَالظَّاهِرَةُ وَهِيَ الْاِسْلَامُ وَالْمُرَكَّبُ مِنْهُمَا وَهُوَ الْاِحْسَانُ كَمَا يَتَضَمَّنُ مَقَامَاتِ السَّالِكِيْنَ مِنَ الزُّهْدِ وَالْاِخْلَاصِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَغَيْرِهَا۔

علامہ طوفی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سلوک الی اللہ اور اس کی محبت و معرفت کے وصول اور اس کی راہ پر چلنے میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے، اس کا طریقہ فرائض باطنیہ یعنی ایمان اور ظاہرہ یعنی اسلام اور ان دونوں سے مرکب یعنی احسان کی بجا آوری ہے جیسا کہ حدیث جبریل سے ظاہر ہے، اور احسان عبارت ہے مقامات سالکین سے جیسے زہد، اخلاص اور مراقبہ وغیرہ۔

جس کا علم اُس کے عمل سے ظاہر ہو عمل مظہر ہو علم اس کے جسم کی حرکت سے دیکھنے والے کے لئے مشعل راہ عمل، جس کی شان میں اللہ مجدہٗ کلام الٰہی میں فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ تابعداری میں اس مقام پر پہنچتا ہے

یحبونہٗ کحب اللّٰہ والذین اٰمنوا اشد حب اللّٰہ۔

اسی عبارت کا نام تصوف ہے جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے جسے یہ حاصل ہو جائے اسے مقام قرب الٰہی اور قرب رسالت حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس کے بارے میں اللہ مجدہٗ نے سورہ فاتحہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ بندوں کی زبان میں سیدھا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ

(ترجمہ) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو وہ چراغ شیشہ کے (ایک فانوس) میں ہو۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے (یہ) نور ہی نور ہے۔ پہنچا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ طرح طرح کی مثالیں لوگوں (کی) ہدایت کیلئے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر :- علامہ ابوالفضل جمال الدین ابن منظور اپنی شہرہ آفاق کتاب لسان العرب میں النُّور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ النُّور اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ سے ہے۔ کیونکہ اندھا اللہ تعالیٰ کے نور سے ہی روشنی پاتا ہے اور گمراہ اسی کی ہدایت سے راہ راست پہ گامزن ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو نور کہا جاتا ہے۔ نور کے لفظی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ الظاھر فی نفسہ المظھر لغیرہ یسمّی نورا (لسان العرب)۔ جو خود ظاہر ہو اور اپنی روشنی سے دوسروں کو آشکارا کر دے اُسے نور کہا جاتا ہے (حجۃ الاسلام) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اسماءِ حسنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے النّور کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ کسی چیز کے ظاہر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ موجود ہو، جو چیز موجود نہیں ہوگی اس کا ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ وہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک موجود رہے گی۔ نیز وہ اپنے موجود ہونے میں کسی سبب کسی علت اور کسی فاعل کا محتاج بھی نہیں۔ اس لئے وہی ہے جو صفت نور وظہور سے متصف ہونے کا مستحق ہے۔ وہ خود بھی موجود ہے اور اس کے امر کُن سے ہر چیز کو خلعت وجود ارزانی ہوتی ہے اس لئے وہ ہر چیز کے لئے نور ہے یعنی مظہر ہے اس لئے اکثر علماء تفسیر نے اس آیت میں نور کا معنی موجد اور مبدع کیا ہے

یعنی عدم سے وجود میں لانے والا، اس کے علاوہ آیت میں نور سے مراد مدبر بھی لیا گیا ہے۔ کیونکہ قوم کا وہ رئیس جو ان کے تمام کاموں کے متعلق صحیح سوچ بچار کرتا ہے اور انھیں صحیح راستہ پر چلاتا ہے اسے نور القوم کہا جاتا ہے یعنی سب اسی کی راستے کی روشنی میں اپنے جملہ امور طے کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نور کا معنی ہادی بھی منقول ہے۔ آیت کا مطلب ہوگا ھادی اھل السّمٰوات والارض فھم بنورہ یعنی بھدایتہ الی الحق یمتدون وبھداہ من حیرۃ الضلالۃ ینجون یعنی آسمان اور زمین والوں کا وہی ہادی ہے پس وہ اسی کے نور ہدایت سے حق کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور گمراہی کی حیرانی سے نجات پاتے ہیں قیل فی تفسیر ھادی اھل السّمٰوات والارض (لسان العرب)

یہ تمام تفسیریں اجلہ علماء سے منقول ہیں۔ ان میں سے ہر ایک درست ہے اور ہر ایک کی اپنی شان ہے امام ابن جریر نے ابن عباس کے قول کو زیادہ پسند فرمایا ہے اور حجۃ الاسلام کے نزدیک پہلی توجیہ زیادہ پسند ہے۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے اس آیت کے مشکل الفاظ کی تشریح کر دی جائے جب ان کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے گا تو پھر علماء کرام کے متعدد اقوال کی روشنی میں اس کا مصداق متعین کرنا آسان ہوگا۔ مَثَلُ کا معنی ہے صفت والمراد بالمثل الصفۃ العجیبۃ (روح البیان) یعنی اس کے نور کی عجیب وغریب صفت یوں بیان کی جاتی ہے مشکوٰۃ اس مخصوص جگہ کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کے لئے بنائی جاتی ہے جو صرف ایک طرف سے کھلی اور باقی اطراف سے بند ہوتی ہے کوۃ غیر نافذۃ فی الجدار: چراغ دان مصباح بڑے چراغ کو کہتے ہیں جو خوب روشنی دے۔ سراج ضخم زجاجۃ: شیشے سے بنا ہوا فانوس جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ شفاف شیشہ سے بنے ہوئے فانوس میں اگر بڑا چراغ رکھا ہوا ہو اور اس چراغ کو مشکوٰۃ (چراغ دان) میں رکھ دیا جائے جس کی روشنی ہر سمت سے بند ہو کر ایک ہی سمت میں پھیل رہی ہو تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ روشنی کتنی تیز ہو گی۔ اگر چراغ روشن کر دیا جائے اور اسے فانوس میں نہ رکھا جائے ایک تو ہر وقت ہوا کے کسی جھونکے سے اس کے بجھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے نیز اس کی لو بھی مدھم ہوتی ہے اور اگر اس چراغ کو شیشہ کے فانوس میں رکھ دیا جائے تو بجھنے کا خطرہ بھی نہ رہے گا اور جب بلور کے شفاف فانوس سے اس کی روشنی چھن چھن کر آئے گی تو اس میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا اور اگر وہ فانوس کھلے میدان میں رکھا ہوا ہو اور اس کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہو تو بھی اس کی چمک ہر طرف پھیل جانے کی وجہ سے

کم ہو جائے گی اور اگر اس فانوس کو اٹھا کر کسی ایسے چراغ دان میں رکھ دیا جائے جو صرف ایک طرف کھلتا ہو تو ساری روشنی ایک سمت میں پھیلنے کی وجہ سے کئی گنا تیز ہو جائے گی۔ وہ چراغ بالکل اسی طرح دکھائی دے گا جیسے تاریک رات میں آسمان پر کوئی دمکتا ہوا ستارہ ہو جو روشن بھی ہو اور حسین بھی۔

اس زمانہ میں چراغ جلانے کے لئے مختلف قسم کے تیل استعمال کئے جاتے تھے۔ ان تیلوں میں سے زیتون کے تیل کی روشنی بڑی تیز، صاف اور دھوئیں سے پاک ہوتی۔ جس چراغ میں زیتون کا تیل ڈالا جاتا اس کی چمک دمک کا مقابلہ کوئی اور چراغ نہ کر سکتا۔ پھر زیتون کے درخت اور ان سے نکالا ہوا تیل ایک قسم کا نہیں ہوتا۔ بعض زیتون کے درخت اپنے علاقہ اور آب و ہوا کی وجہ سے دوسرے زیتون کے درختوں سے زیادہ عمدہ ہوتے ہیں اور ان سے نکلا ہوا تیل کہیں صاف اور روشن ہوتا ہے۔ خصوصاً زیتون کا وہ درخت جو کسی پہاڑ کی چوٹی یا کھلے میدان میں اگا ہوا ہو۔ طلوع آفتاب کے وقت بھی اس کی عنابی کرنیں اسے زندگی بخش اثرات سے سرشار کر دیں اور جب سورج غروب ہو رہا ہو تب بھی۔ ہوا ہر طرف سے اسے لگتی ہو۔ اس قسم کا درخت اپنے قد و قامت میں بھی نمایاں ہوتا ہے اور اس کا تیل بھی بڑا نفیس ہوتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر اسے آگ نہ بھی لگائی جائے تو از خود روشنی کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ آیت کے پہلے حصہ میں چراغ کا ذکر ہوا۔ پھر بلوری فانوس کا اور اس جگہ کا جہاں اسے رکھا جاتا ہے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ جو تیل اس میں جل رہا ہے وہ سرسوں یا تارا میرا کا معمولی تیل نہیں بلکہ زیتوں کے ایک خاص درخت کا ہے اب اس مثال کی عظمت کا اندازہ لگائیے کہ ایسے چراغ کی روشنی کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کی چمک دمک دوسرے چراغوں کو مات کر رہی ہوگی اور اپنی صفائی اور لطافت کے باعث دل و نگاہ کو مسحور کر رہی ہوگی ان امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب علمائے کرام نے اس تمثیل کے جو مختلف مطالب بیان فرمائے ہیں انھیں ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) حضرت ابن عباس نے کعب احبار سے کہا اخبرنی عن قولہ تعالٰی مثل نورہ کمشکوٰۃ ... الآیۃ مجھے اس آیت کا مطلب بتاؤ قال کعب ھذا مثل ضربہ اللہ لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالمشکوٰۃ صدرہ والزجاجۃ قلبہ والمصباح فیھا النبوۃ یکاد نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم وامرہ یتبین للناس ولو لم یتکلم انہ نبی کما کان یکاد ذٰلک الزیت یضیئ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور (مظہری)

ترجمہ:۔ حضرت کعب نے کہا یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیٔ کریم کے متعلق بیان کی ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد سینہ مبارک ہے۔ زجاجۃ سے مراد قلب انور ہے مصباح سے مراد نبوّت ہے یعنی حضورؐ کا نور اور حضورؐ کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود عیاں ہو رہی ہے اگرچہ حضور اپنی نبوت کا اعلان نہ بھی کرتے۔ عارف باللہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ولنعم ما قال کعب ھا انذا اذکر فصلا فی ظھور امر نبوتہ قبل ان یبعث وقبل ان یتکلم انہ نبیٌ اور رفعت شان اعلانِ نبوّت سے پہلے ہی ظاہر باہر تھی۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک طویل فصل لکھی ہے جس میں حضور نبی کریم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان معجزات کا ذکر کیا جو اعلانِ نبوت سے قبل ظہور پذیر ہوئے۔ دل تو چاہتا ہے کہ اہل محبت کی تسکین خاطر کے لئے اس کا ترجمہ پیش کروں لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں اور بالکل محروم رہنا بھی گوارا نہیں۔ صرف ایک واقعہ ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضور ابھی کمسن ہی تھے کہ تمام علاقہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ حضرت ابوطالب بارش کی دعا کرنے کیلئے حرم شریف آئے اور حضور اقدس کو بھی ہمراہ لائے حضور کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور دعا مانگی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ دعا مانگنے کی دیر تھی فاقبل السحاب من ھٰھنا وھٰھنا واغدق واغدق وانفجر لہ الوادی وفی ذالک قال ابوطالب ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہٖ ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

یعنی اس وقت بادل اِدھر اُدھر سے ہجوم کر آئے، خوب موسلا دھار بارش برسی۔ یہاں تک کہ وادیاں بہنے لگیں اور اس وقت ابوطالب نے یہ شعر کہا کہ وہ سفید من موہنی رنگت والا جس کے روئے تاباں کے صدقے بادل کی التجا کی جاتی ہے وہ یتیموں کا آسرا اور بیوہ عورتوں کی ناموس کا محافظ ہے لا شرقیۃ ولا غربیۃ فرما کر یہ بتادیا کہ نبوّتِ مصطفوی کا فیض عام ہے جس طرح زمانہ کی پابندی نہیں اسی طرح مکان کی قید بھی۔ اہل مشرق و مغرب سب کے لئے درِ رحمت کھلا ہے اور دامن لطف و کرم کشادہ ہے۔

۲۔ ابوالعالیہ نے ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ یہ مومن کی مثال ہے مشکوٰۃ اس کا نفس ہے زجاجہ اس کا سینہ مصباح نورِ ایمان اور نورِ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں پیدا فرماتا ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد اخلاص ہے۔

۳۔ حسن بصری اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی مثال ہے۔ مصباح سے مراد قرآن کریم ہے

جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ زجاجة سے مراد قلب مومن ہے مشکوٰة سے مراد اس کا منہ اور اس کی زبان ہے۔ شجرہ مبارکہ سے مراد اس کی وحی ہے علامہ ابی حیان اندلسیؒ نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں یہ تین قول درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان صورتوں میں مثل نورہ کی ضمیر کا مرجع ایسی چیزیں ہوں گی جو پہلے مذکور نہیں ہیں۔ اسی لئے مکی نے اللہ نور السمٰوات والارض پر وقف کیا ہے۔ اور آیت کے پچھلے حصہ کو کلام متانف قرار دیا ہے۔ هٰذه الاقوال الثلاثة عاد فيها ضمير على غير مذكور .... ولذالك قال مكى يوقف على الارض فى تلك الاقوال الثلاثة

(بحر محیط)

۴۔ یا نورہ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہوگا اس صورت میں مصباح سے مراد ذات خداوندی ہوگی مشکوٰة سے مراد ساری کائنات ہوگی اور فانوس (زجاجہ) اس کا وہ نوری پردہ ہوگا جس کے باعث وہ عیاں اور آشکارا ہونے کے باوجود اپنی مخلوقات کی نگاہوں سے مخفی اور پنہاں ہے، یہ خفا اس لئے نہیں کہ اس کے ظہور میں کچھ کمی ہے بلکہ تجلیات کی فراوانی اور انوار کی کثرت اس بات سے مانع ہے کہ کوئی آنکھ کھول کر دیکھنے کی جرأت کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ورسوله المکرم اعلم باسرار الکتاب ورموزه انسان محض اپنی کوشش اور علم وفضل سے اس نور محض تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس پر چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے فرما دیتا ہے۔

۴۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندہ پروری ہے کہ وہ ان حقائق ومعارف کو محسوس مثالوں کے ذریعہ سمجھا دیتا ہے ورنہ ان کو سمجھنا کسی انسان کے بس کا روگ نہ تھا۔

●●

آں کسے کش مثلِ خود پنداشتے زاں سبب با او حسد برداشتے

ترکیب : پنداشتے اور برداشتے دونوں یا بیائے مجہول صیغہ واحد غائب فعل ماضی تمنائی ہیں۔ یا برداشتی و برداشتی بیائے معروف صیغہ واحد حاضر فعل ماضی مطلق ہیں پہلی صورت میں کش اور او کی ضمیر میں خداوند تعالیٰ کی طرف راجع ہیں اور دوسری صورت میں یہ ضمیریں آں کسے اسم موصول کی طرف۔ ترجمہ دونوں تقدیروں میں دو طرح ہو سکتا ہے

ترجمہ : ۱۔ کیونکہ وہی شخص (خدا پر حسد کرتا ہے جو) اس کو اپنے جیسا سمجھتا اور اسی سبب سے وہ اس کے ساتھ حسد کا جھگڑا کھڑا کرتا ہے۔

۲۔ دیکھو وہی شخص تمہارے حسد کا نشانہ ہوگا (جس کو تم اپنے جیسا سمجھتے ہو اور اسی سبب سے تم اس کے ساتھ حسد کا جھگڑا) کھڑا کرتے ہو۔

نوٹ :۔ پہلا ترجمہ خاص شعر سابق کے مضمون کی کہ "خدا پر کوئی حسد نہیں کرتا" دلیل قرار پائے گا" اور دوسرا ترجمہ اس عام دعوے کی دلیل بن جائے گا۔ کہ حسد کے لئے مماثلت اور جنسیت لازم ہے۔

چوں مقرر شد بزرگیِ رسول پس حسد ناید کسے را از قبول

ترجمہ : چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری مسلّم ہو چکی۔ لہٰذا اب کسی (منکر و کافر) کو ابھی ان کے ہادی و مرسل مانے جانے پر حسد نہیں آتا۔

مطلب :۔ ظہور حسد کے دو خاص سبب ہیں۔ ایک مماثلت دوسرا معاصرت۔ انبیاء کی بعثت میں دونوں سبب موجود تھے لہٰذا حاسدین نمایاں ہوتے رہے۔ مگر سلسلہ نبوت کے ختم ہو جانے سے معاصرت نہ رہی اس لئے موجودہ منکرین کے دل میں اگرچہ میلان اتباع نہیں۔ مگر ان سے آثار حسد بھی ظاہر نہیں ہوتے جس سے یہ سلسلہ امتحان ہی منقطع ہوا جاتا تھا۔ پس اس کی تدبیر قدرت نے یہ کی کہ

پس بہر دَورے ولیئے قائم ست تا قیامت آزمائش دائم ست

ترجمہ : پس ہر زمانے میں ایک نہ ایک ولی قائم رہتا ہے (جس کے کمالات اور قبول عام بد طینت لوگوں کے لئے باعث حسد ہو جاتے ہیں اور اس طرح حاسد اور غیر حاسد کا امتحان ہو جاتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ امتحان

ہمیشہ رہنے والا ہے

مطلب :۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر زمانے میں ایک ولی موجود رہتا ہے، جو قطب ارشاد کہلاتا ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی جانشین ہوتا ہے۔ پس جس طرح نبی کی اطاعت سے گریز کرنا اور آپ سے بغض وحسد رکھنا باعث شقاوت ہے۔ اسی طرح قطب ارشاد کا انکار اور اس پر حسد کرنا بھی باعث محرومی وخسران ہے۔ حدیث قدسی ہے من عادیٰ لی ولیا فقد اذلته بالحرب یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھے میں اس کے لئے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ حافظ رحمہ

در دمندان غمش زہر ہلاہل دارند　　قصد ایں قوم خطر باشد وہیں تا نکنی

مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے۔ کہ اس سے قطب الاقطاب مراد ہے اور یہ بیادہ ولی ہے جو تمام عوالم پر فرمانروا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اس کے تابع ہیں اور بقائے عالم کا سلسلہ اس کی بقا سے قائم ہے شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ افراد دائرہ قطب سے خارج ہیں اور یہ ولی اپنے زمانے کا سردار ہے اور وہ صرف اپنے زمانے میں ایک ہوتا ہے شیخ اکبر فتوحات کے باب ہفتادم میں ارشاد فرماتے ہیں القطب لا یکون الا وحداً وھو الغوث ایضاً وھو سید الجماعته فی زمانه ومنھم من یکون ظاھر الحکم ویحوز الخلافة الباطنة من جهة المقام کابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ والحسنؓ ومعاویة ابن یزید وعمر عبد العزیز والمتوکل ومنھم من له الخلافة الباطنة ولا حکم لھم فی ظاھر کاحمد ابن ھارون السبتی وکابی یزید البطامی واکثر الاقطاب لا حکم لھم فی ظاھر یعنی یہ قطب نہیں ہوتا مگر ایک اپنے زمانے میں اور سارے جہان کا غوث ہے سارا جہان اس کا محتاج ہے اور وہ قطب اپنے زمانے کا سردار ہے۔ ان قطبوں میں سے بعض ظاہر الحکم ہوتے ہیں جو خلافت ظاہری کی بھی تنفیذ احکام کرتے ہیں جس طرح خلافت باطنیہ کی تنفیذ احکام کرتے ہیں جیسے حضرات خلفائے اربعہ حضرت امام حسنؓ۔ عمر بن عبد العزیزؒ۔ متوکل باللہ عباسی اور بعض اقطاب کو صرف خلافت باطنہ ہے اور جیسے حضرت بایزید بسطامیؒ حضرت جنید بغدادیؒ۔ حضرت داتا گنج بخشؒ۔ خواجہ معین الدینؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ رکن عالمؒ۔ بہاء الدین زکریاؒ اور اکثر اقطاب میں کہ ان کو حکومت وسلطنت ظاہرہ کی عنان اختیار نہیں دی گئی۔ اور باب دو صد و ہفتادم میں فرماتے ہیں۔ واما القطب فھو عبد اللہ وعبد الجامع وھو المبعوث بجمیع الاسماء متحققا وتخلقا وھو مرءات الحق وھو مجلی النعوت المقدسة ومحل المظاھر الا

لھیبة صاحب الوقت وعین الزمان وسمہ القدر ولہ علوم الدھور الخ مولانا بحرالعلوم اس عبارت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں کہ قطب عبد اللہ ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم اللہ کا مظہر ہے پس اس کا باطن باطن رسول ہے) اور عبدالجامع ہے (یعنی وہ اس اسم الٰہی کا مظہر ہے۔ جو تمام اسماء کا جامع ہے) اور وہ جمیع اسماء سے موصوف ہے۔ از روئے تحقیق و تخلق کے اور آئینہ حق ہے (یعنی حق اپنے آپ کو تمام اسماء کے ساتھ اس میں دیکھتا ہے) اور حق کی صفات مقدسہ کو روشن کرنے والا ہے اور مظاہر الٰہیہ کا محل ہے (یعنے وہ اسماء الٰہیہ اور مظاہر کونیہ کا جامع ہے)۔ وقت اس کے زیر فرمان ہے۔ جو کچھ جہان میں مقدر ہے اسے سب معلوم ہے۔ اور اس کو زمانوں کا علم ہے۔ انتہیٰ۔

مولانا بحرالعلوم پھر فرماتے ہیں۔ قطب حقیقی اور غوث ازلی روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ قطب جو مذکور ہوئے سب کے سب روح موصوف کے خلیفہ ہیں اور اتصال فیض الٰہی میں اس کے قائم مقام ہیں۔ ان اقطاب میں سے بعض اصحاب کو تحکم عظیم حاصل ہے اور ان کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ کو یہ مقام حاصل ہے۔ اور آپ تمام اولیاء اللہ کے سردار رئیس ہیں۔

غرض مولانا روم کا مدعا یہ ہے۔ کہ زمانے میں ایک قطب دنیا میں موجود رہتا ہے۔ جس پر جہان کا قیام موقوف ہے۔ جب اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو فورًا اس کی جگہ دوسرا قطب مامور ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت چلا جائے گا۔

واضح ہو کہ شریعت غرا جس ہدایت وارشاد کا سبق دیتی ہے۔ اس کا معلم اعلیٰ اور اس ودیعت کا حامل اکبر ایک خاص شخصیت ہوتی ہے۔ جس کے وجود باجود پر سارے عالم میں نظام تشریعی کا قیام اور دنیا میں اس ودیعت الٰہیہ کی سلامتی موقوف ہے۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ اور صوفیہ کی اصطلاح میں وہ ہستی قطب الاقطاب ہے جو سب سے پہلے ذات عالی درجات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ پھر آپ کے چاروں خلفا راشدین اپنے اپنے وقت کے قطب تھے اور اس کے بعد ہر زمانے میں یکے بعد دیگرے قطب قائم ہوتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک قائم ہوتے چلے جائیں گے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں قطب موجود نہ ہو ورنہ دنیا کے نظام امن کا قیام امن ودیعت الٰہیہ کی سلامتی متعذر تھی، اہل سنت کے عقیدہ میں قطبیت کا یہ منصب جلیل کسی خاص قوم نسل اور جماعت سے مخصوص نہیں ہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ

اللہ اَتْقٰکُمْ جو شخص تقویٰ اور عبادت میں سب سے بڑھ جاتا ہے اللہ کے ہاں وہی زیادہ معزز ممتاز ہو جاتا ہے خواہ کسی قوم اور کسی جماعت سے ہو۔

احادیث صحیحہ سے آخری زمانے میں ایک امام بنام مہدی کے ظہور کا ثبوت ملتا ہے۔ جن کی تیغ خارا شگاف کی چمک سے کفر و شرک کی تاریکی دنیا سے رفع ہو جائے گی اور اکناف عالم میں پھر ایک مرتبہ اسلام کا بول بالا اور امن قائم ہو جائے گا۔ اس امام کے متعلق ایک صحیح حدیث ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یخرج فی اخر الزمان رجل من عترتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یعنی آخری زمانے میں ایک شخص میرے خاندان سے نکلے گا۔ جس کا نام میرے نام پر (یعنی محمد) اور اس کے باپ کا نام میرے والد کے نام پر (یعنے عبداللہ) ہوگا۔ اور مشکوٰۃ میں ایک حدیث مروی ہے۔ کہ حضرت علی نے اپنے بیٹے حضرت امام حسن کو دیکھ کر فرمایا ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم الخ یعنے یہ میرا بیٹا سردار ہے جیسے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نے خطاب دیا ہے اور کسی زمانے میں اس کی نسل سے ایک آدمی نکلے گا۔ جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا۔

پہلی حدیث سے ثابت ہوا کہ امام مہدی کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ اور دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔

★

اُو چُو نورست و خرد جبریل اُو
آں ولی کم از و قندیل اُو

ترجمہ:- وہ ولی اعظم (یعنی قطب الاقطاب) مثل نُور کے ہے اور عقل اسکے لئے بمنزلہ جبرائیلؑ ہے اور وہ (جو) اس سے کم رتبہ ہے گویا قندیل ہے۔

★★

مطلب : جبرائیل علیہ السلام کا کام یہ تھا کہ خداوند تعالیٰ کا پیغام پیغمبر علیہ السلام کے پاس لاتے تھے جس سے لوگوں کو ہدایت ملتی ہے۔ پس جس طرح حق تعالیٰ کا فیض ہدایت جبرائیل کے واسطہ سے لوگوں کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس ولی اعظم کا فیض ارشاد لوگوں تک پہنچانے کا کام عقل کرتی ہے کہ لوگ عقل ہی کے ذریعہ سے اس کے کمالات کے معتقد ہوجاتے ہیں۔ اور عقل ہی کے مشورہ و تحریک سے اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ ولی اعظم ایک نور ہے اور جس طرح نور مختلف قندیلوں میں نمایاں ہوکر محل کو جگمگا دیتا ہے۔ اسی طرح اس ولی اعظم کا فیضان اس کے خلفاء کے توسط سے مخلوق کی ہدایت کا باعث ہوتا ہے۔

مولانا بحر العلومؒ فرماتے ہیں۔ کہ نور سے مراد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور مثل نور سے حضرت کا قائم مقام۔ یعنی وہ قطب۔ اپنے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام اور حقیقت محمدیہ کا مظہر اتم ہے۔ اور اس کی عقل اپنی صفائی و تیزی کی بدولت بمنزلہ عقل کل ہے اور جبرئیل کی طرح افاضہ کرتی ہے۔

پھر قندیل کی شرح میں شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ اس قطب کے دو امام ہوتے ہیں۔ جو اس کے وزیر ہیں۔ ایک دایاں امام بنام عبدالملک دوسرا بایاں امام بنام عبدربہ۔ جب قطب وفات پاجاتا ہے تو دایاں امام قطب بن جاتا ہے۔ اور بایاں امام اس کا دایاں امام ہوجاتا ہے۔ اور بائیں امام کی جگہ کوئی اور مامور ہوجاتا ہے فکان ابوبکر عبدالملک و عمر عبد ربہ فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان مات صلی اللہ علیہ وسلم فسمی ابو بکر عبداللہ وسمی عمر عبدالملک وسمی امام الذی ورث مقام عمر عبدربہ ولا یزال الامر علیٰ ذالک الی یوم القیمۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ابوبکرؓ (امام الیمین) عبدالمالک اور عمرؓ (امام الیسر) عبدربہ تھے۔ حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو حضرت ابوبکرؓ قطب بن گئے اور ان کا نام عبداللہ ٹھہرا (کیونکہ قطب عبداللہ ہوتا ہے) اور حضرت عمرؓ امام الیمین بن گئے (اس لیے ان کا نام عبدالملک قرار پایا۔ اور جو امام عمرؓ کے مقام پر مامور ہوا۔ وہ عبدربہ کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ یہی شان و روش قیام قیامت تک جاری رہیگی۔ کہ عبدالملک قطب بن جاتا ہے۔ اور عبدربہ کے منصب پر کوئی اور قائم ہوجاتا ہے۔ پس مولانا کی مکم اندر سے مراد یہ امام ہیں جو قطب کے وزیر اور اس کے لیے بمنزلہ قندیل ہیں۔ جن پر اس قطب الاقطاب کا نور فائز ہوتا ہے۔ انتہیٰ۔

وآنکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃ ماست — نور را در مرتبت ترتیبہا ست

لغات: قندیل، فانوس، لالٹین، قمقمہ۔ مشکوٰۃ دریچہ۔ طاقچہ چراغ۔ مرتبت۔ مرتبہ، درجہ

ترجمہ: اور وہ (نور ہدایت سے منور ہونے والا وجود) جو اس قندیل سے کم (رتبہ ہے) وہ ہمارا طاقچہ (وجود) ہے غرض مرتبہ کے لحاظ سے نور کے بہت سے مدارج ہیں۔

مطلب: یہ مضمون اس آیت سے ماخوذ ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ط

اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق (اور) طاق میں ایک چراغ رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے۔ کہ جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رُخ۔ اس کا تیل اس قدر صاف ہے کہ) اگر اس کو آگ نہ بھی چھوئے۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھے گا (غرض ایک نور نہیں بلکہ نورٌ علیٰ نورٍ ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے (سورہ نور ع ۵)

شعر کا مطلب کما حقہ سمجھنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے آیت کی تفسیر کی جائے۔ اور تفسیر کے لئے پہلے چند اصطلاحات کو سمجھ لینا چاہیئے۔

۱۔ **لاھوت** ۔ ذات بحت۔ یعنی ذات حق تعالیٰ بلا لحاظ اسماء و صفات

۲۔ **جبروت** ۔ مرتبہ صفات باری تعالیٰ یعنی سمع بصر ارادہ علم وغیرہ

۳۔ **ملکوت** ۔ مرتبہ اسمائے باری تعالیٰ جس کا ایک حصہ حظیرۃ القدس ہے

۴۔ **حظیرۃ القدس**۔ وہ مقام جس میں ملاء اعلیٰ اور روح اعظم کے انوار کا تداخل ہے۔ ملاء اعلیٰ انسانی جماعت کے لئے بمنزلہ دماغ ہے۔ جس طرح ہر شخص کا دماغ اس کے لئے خیر و شر کی تمیز کا مرکز ہے۔ اسی

طرح ملاء اعلیٰ نوع انسانی کے لئے محرک خیر و مانع شر ہے۔ اور روح اعظم نوع انسان کے لئے بمنزلہ کل طبعی ہے۔

۵۔ ملاء الاعلیٰ ۔ افاضل ملائکہ کی جماعت جو اللہ کے سبب سے زیادہ مقرب ہیں۔ جن کا کام یہ ہے کہ نیک لوگوں کی نیکی پر ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

ان ملائکہ کے تاثرات سے ملأ سافل کے ملائکہ پر بھی الہامات ہوجاتے ہیں۔ جس سے وہ ان نیک لوگوں کے لئے بہتری کا سامان اور برے لوگوں کے لئے عقوبت و خسران کے اسباب مہیا کر دیتے ہیں۔ ملأ سافل وہ ملائکہ ہیں جو عالم دنیا کے امور تکوینی میں بحکم الٰہی مختلف تصرفات کرتے رہتے ہیں۔

جب ایک شریعت یا قانون الٰہی قابل نزول ہوتا ہے۔ تو اس کی ابتداء لاھوت (ذات بحت) سے ہوتی ہے۔ اور اس وقت وہ قانون کسی کیفیت سے متکیف نہیں ہوتا۔ پھر وہ مقام جبروت میں آتا ہے۔ تو متکیف بکیفیتہٖ ما ہوجاتا ہے۔ پھر وہ قانون عالم ملکوت میں پہنچتا ہے۔ جس کا ایک حصہ خطیرہ قدس ہے۔ اور وہاں جبرئیل علیہ السلام اس کے حامل ہوجاتے ہیں جو ملاء اعلیٰ میں ایک فرد ممتاز ہیں۔ اور وہ اس کو عالم انسانی میں پہنچاتے ہیں۔ اور عالم انسانی میں اس کو اس فرد پر نازل کرتے ہیں۔ جس کو تمام افراد انسانی میں سب سے زیادہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ یعنی پیغمبر وقت۔

اب مذکورہ بالا آیات کی تفسیر لیجئے۔

اللہ کے نور	..	..	سے	نور ہدایت	مراد ہے
مصباح	یعنے	چراغ	سے	عالم جبروت	"
زجاجہ	"	مینائی قندیل	"	خطیرہ قدس	"
مشکوٰۃ	"	طاق	"	نبی وقت	"

پس خدا کے نور کا چراغ مینائی قندیل میں۔ اور قندیل کا طاق میں ہونا یہ مطلب رکھتا ہے۔ کہ نورِ ہدایت شریعت کے رنگ میں عالم لاہوت سے عالم جبروت میں منتقل ہوتا ہے۔ پھر خطیرہ قدس سے ہو کر نبی وقت کے پاس آتا ہے۔ پھر جس طرح طاق کا چراغ سارے گھر کو روشن کر دیتا ہے۔ اسی طرح نبی کی ہدایت و ارشاد سے تمام عالم انسان منور ہوجاتا ہے۔ اہل سعادت کے لئے یہ روشنی نور افزائے بصیرت ہوجاتی ہے۔ اور اشقیاءؔ کی آنکھیں چندھیا کر اور بھی کور و بے بصر ہوجاتی ہیں یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا کا قبل

سیہ بختاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل　　که خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

پس مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح انوار شریعت عالم جبروت کے چراغ سے حظیرہ قدس کی قندیل سے اور پھر اس سے بنیؐ وقت میں جو بمنزلہ طاق ہے، آتے ہیں۔ اور اس طاق سے عالم انسان میں جو بمنزلہ مکان ہے پھیلتے ہیں اسی طرح نور ارشاد قطب الاقطاب کی ذات عالی صفات سے جو ایک چراغ منوّر ہے۔ دوسرے اولیاء کی قنادیل میں منتقل ہوتا ہے۔ اور ان قنادیل سے عام پیروں مرشدوں کو پہنچتا ہے جو گویا طاقچے ہیں اور ان سے دوسرے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

مولانا بحر العلومؒ فرماتے ہیں۔ کہ مشکوٰۃ صوفیہ کی اصطلاح جیسے عبد الرحمٰن جامیؒ کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے ولایت کے خاص مقام کو کہتے ہیں۔ اور شعر سابق میں وزیران قطب کے مقام ولایت کو قندیل سے تعبیر کیا ہے جن پر قطب کے نور کا اضافہ پہلے ہوتا ہے۔ جس طرح شمع کا نور پہلے قندیل پہ پڑتا ہے اور اپنے امثال کے مقام ولایت کو مشکوٰۃ سے تشبیہہ دی ہے۔ جن پر اس قطب کا نور اس وزیر کے واسطہ سے پہنچتا ہے۔ جس طرح شمع کا نور قندیل کے واسطہ سے چراغدان کو منور کرتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس قطب فیض وزیر کے بعد اور اس کے واسطہ پہ ہم پر جو کہ بمثابہ مشکوٰۃ ہیں۔ فائض ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مولاناؒ ابدال میں داخل ہیں اور ابدال اگرچہ ولایت کاملہ رکھتے ہیں۔ اور سیر و سلوک میں کامل ہوتے ہیں۔ لیکن دائرہ قطب میں داخل اور قطب کے زیر فرمان ہوتے ہیں۔ اور یہ ابدال کل سات ہیں۔ اور ہفت اقلیم کا قیام انہی کی ذات با برکات پر موقوف ہے۔ اور ان میں سے ہر ابدال کو اس اسم کے ساتھ نسبت حاصل ہوتی ہے جس نسبت سے اللہ تعالیٰ اس پر نظر فرماتا ہے اور وہی نسبت اس پر غالب رہتی ہے۔ قطب کو اسم جامع کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جو کہ اللہ ہے اور ہر اسم اس اسم جامع کے ماتحت ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ابدال قطب الاقطاب سے استمداد کرتے ہیں (انتہی) اس کے بعد ایک روایت نقل کی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا رومؒ نے خود اپنے ابدال ہونے کی تصریح فرمائی تھی۔

شعر کے دوسرے مصرعہ میں جو کہا ہے۔ کہ نور کے بہت سے مراتب ہیں۔ اب اس فرق مراتب کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

زانکہ ہفصد پردہ دارد نورِ حق　　پردہ ہائے نُورداں چندیں طبق

ترجمہ:۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کا نور سات سو پردے رکھتا ہے۔ (پس) تم ان مراتب کو بھی نور کے پردے سمجھو۔

مطلب:۔ ہفصد سے عدد سے مخصوص نہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کے نور کے لئے بے شمار پردے ہیں اور یہ اولیاء کے اختلاف مدارج کی مثال ہے۔ یعنی جس طرح پہلا پردہ اس قدر روشن ہوتا ہے کہ گویا خود نور مجسم ہے۔ اور دوسرا پردہ اس سے کم مگر باقی دوسرے پردوں سے زیادہ روشن ہوتا ہے علیٰ ہذا اسی طرح اولیاء کے مراتب اوپر نیچے ہیں

از پسِ ہر پردہ قومے را مقام صف صفند ایں پردہاشاں تا امام

ترجمہ:۔ ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے۔ اسی طرح یہ پردے (اور ان کے پیچھے کی جماعتیں) صف بصف امام تک (قائم) ہیں۔

مطلب:۔ نور کے ہر پردے کو ایک ایک جماعت کے لیے متعین کر دیا گیا ہے جو اس سے فیض یاب ہوتی ہے حتیٰ کہ ولی اعظم یا قطب الاقطاب کا درجہ ہے۔ جو اپنی اعلیٰ استعداد کی بدولت ان تمام نورانی حجابات کو طے کر جاتا ہے اور آخری حجاب سے مستفید ہونے کی تاب رکھتا ہے۔

اہلِ صف آخریں از ضعفِ خویش چشمِ شاں طاقت ندارد نورِ بیش

ترجمہ:۔ آخری صف والے اپنی کمی استعداد کے باعث (سب کے پیچھے ہیں کیونکہ) ان کی آنکھ آخری پردہ سے) زیادہ نور (کو برداشت کرنے کی تاب نہیں (رکھتی)

مطلب:۔ شاہدین انوارِ قدس کا یہ فرق مدارج ان کے اختلاف استعداد پر مبنی ہے۔ آخری جماعت کی استعداد سب سے کم ہے۔ اس لئے وہ ہنوز اس سے زائد نور کی تاب نہیں لا سکتا۔

واں صفِ پیش از ضعیفی بصر تاب نارد روشنائی بیشتر

ترجمہ:۔ اور وہ (سب سے پچھلی صف والوں سے) اگلی صف والے (بھی اپنے اضافی) ضعف بصر کے باعث صرف اتنی روشنی کے متحمل ہو سکتے ہیں جو پچھلی صف والوں سے کسی قدر زیادہ ہے) اس سے زیادہ نور کی تاب نہیں لا سکتے ہیں۔ چنانچہ

روشنی کو حیات اوّل است — رنج جان و فتنۂ ایں احوال است

ترجمہ: وہ نور جو پہلی صف کے لئے (مایۂ) حیات ہے۔ اس (پچھلی صف والی) ضعیف البصر جماعت کے لئے وبال ہے۔

احولی ہا اندک اندک کم شود — چوں ز ہفصد بگذرد اویم شود

لغات: اویم میں ہوں۔ میں اس سے متصل و متواصل ہوں۔ اس سے اتحاد حقیقی مراد نہیں بلکہ اتصال معنوی مراد ہے۔ ضمیر غائب اور میم ضمیر متکلم کا امتیاز خود ظاہر کر رہا ہے کہ ہر دو متواصلین ذاتاً متغائر ہیں۔ پس اس کلمے کے معنوی اتصال معنوی کے ہیں۔ جس کو مجازاً اتحاد سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں جیسے دو دوستوں کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو بالکل ایک ہیں۔

ترجمہ: پس رفتہ رفتہ ضعف بصر گھٹتا جاتا ہے (اور نظر قوی ہوتی جاتی ہے یعنی استعداد بڑھتی جاتی ہے تو وہ مشاہدہ جمال میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ) جب ان سات سو (یعنی تمام حجابات سے آگے) گزر جاتا ہے (اور جب وہ عارف کامل و اکمل بن جاتا ہے۔

آتشے کاصلاح آہن یا زرست — کے صلاح آبی و سیب ترست

لغات: اصلاح بمعنے مصلح۔ آبی بہی ایک پھل ہے۔ سیب سے مشابہ جس کے بیجوں کو بہارانہ کہتے ہیں۔ سیب تر۔ تازہ سیب۔ جو ابھی تر ہو۔

ترجمہ: (دیکھو) جتنی تیز آگ لوہے یا سونے کی اصلاح کرتی ہے۔ بہی یا ہرے سیب کی کب اصلاح کر سکتی ہے (بلکہ وہ ان کو جلا کر خاکستر کر دے۔

مطلب: اُوپر جو بیان کیا تھا کہ جو روشنی اگلی صف والوں کے لئے مایۂ حیات ہے۔ وہ پچھلی صف والوں کے لئے وبال جان ہے۔ اس کی واقعیت کو ایک مثال سے مبرہن فرماتے ہیں۔ یعنی اس کی نظیر محسوسات میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ لوہا جتنی تیز آگ سے اصلاح پاتا ہے۔ اس قدر تیز آگ سیب وغیرہ پھل برداشت نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ اس سے اصلاح پانے کی بجائے برباد ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ وہی تفاوت

استعداد ہے۔ چنانچہ

سیب وآبی خامیئے دارد خفیف　　نے چوآہن تابشے خواہد لطیف

لغات :۔ خامی کنایہ ہے ضعف استعداد سے۔ تابش گرمی۔ تاؤ۔ لطیف۔ نرم ونازک، ہلکا
ترکیب : تابشے خواہد کی ضمیر سیب وآبی کی طرف راجع ہے اور حرف نفی کا تعلق صرف آہن سے ہے نہ کہ اس جملہ سے اور اس جملہ پر حرف اضراب مقدر ہے۔ ایک شارح نے تابشے خواہد کا فاعل آہن کو قرار دیا ہے جس سے الٹا مفہوم بن جاتا ہے۔ اور حرف نفی کو تابشے خواہد پر وارد کرنے سے بھی مخالف مقصود مطلب نکلتا ہے۔

ترجمہ : سیب اور بہی میں کسی قدر (ضعف استعداد کی) خامی ہے (کیونکہ وہ لوہے کی طرح قوی الاستعداد نہیں ہیں کہ شدید گرمی کو برداشت کر سکیں۔ بلکہ ہلکا تاؤ چاہتے ہیں۔

مطلب :۔ جس طرح لوہے سے مختلف آلات وآزار بنانے کے لئے اس کو آگ میں رکھ کر گرم و نرم کیا جاتا ہے اسی طرح سیب و بہی کو بھی مربہ بنانے کے لئے آگ پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ان دونوں کے لئے ہلکے ہلکے جوش کافی ہیں۔ وہ بھی پانی کے ساتھ۔ کیونکہ جب یہ نرم ونازک پھل آغوش آب کی پناہ میں ہوتے ہیں تو آگ کی تندی ان کو تباہ نہیں کرنے پاتی۔ لیکن اگر پانی کے بغیر ان کو اسی بھٹی میں دہکتی ہوئی آگ کے حوالے کر دیا جائے جو لوہے کو سرخ کر دیتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ان غریبوں کا کیا حشر ہو۔ غرض تابش انوار کی برداشت حسب استعداد ہو سکتی ہے۔ صاحب ؒ سه

ہر سخن گوشے وہر نے ساغرے دارد جدا
شربت سیمرغ نتواں برگلوئے مور ریخت

ہست آں آہن فقیر سخت کش　　زیر تپک و آتش ست و سرخ وخوش

لغات : فقیر۔ محتاج۔ یہاں خدا کا محتاج اور درجہ فقیر پر پہنچا ہوا مراد ہے۔ سخت کش، سختی برداشت کرنے والا۔ تپک ہتھوڑا۔ لوہے کو کوٹنے کا اوزار۔

ترجمہ :۔ وہ لوہا فقیر ہے (ریاضت کی) سختی کو برداشت کرنے والا جو (پابندی احکام کے) ہتھوڑے

کے نیچے (اور مجاہدات کی) آگ کے اندر ہے اور سرخ (رُو) و خوش دل ہے

مطلب :- جس طرح لوہا آگ سے لال ہو جاتا ہے ۔ عاشق آتشی مجاہدہ کی سوزش پاکر روحانی مسرت سے لالوں لال ہو جاتے ہیں سعدیؒ ؎

اگر عاشقی خواہی آموختن بکشتن فرح یابی از سوختن
؎ زعشق او بداغے کہ تسلی مے شوم ظاہر کہ غرق سوختن چوں شعلہ مے خواہم سراپارا

فقیر یا فقیری سلوک کا ایک ممتاز درجہ ہے ۔حضرت بایزید بسطامیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ درگاہ حق تعالیٰ میں سوال کیا ہے بما اتقرب الیک الٰہی تیرا قرب کن باتوں سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ ارشاد ہوا بالذلۃ والافتقار (یعنے ذلت و فقر سے یعنے اپنے آپ کو ہر تجلی کے سامنے ذلیل و خوار رکھنے ۔ اور ہر حالت میں حق تعالیٰ کا محتاج سمجھنے سے قرب حاصل ہو سکتا ہے ۔ پس مولانا فرماتے ہیں کہ یہ فقیر نور الٰہی کو قبول کرنے میں لوہے کی مانند ہے جس کو نور قوی ضرر نہیں پہنچاتا اور ہر حالت میں سرخ رو و خوش دل ہے (بحر العلوم)

حاجب آتش بود بے واسطہ در دل آتش رود بے رابطہ

لغات :- حاجب ۔ آڑ ۔ پردہ ۔ دل ۔ وسط ۔ میانہ ۔ رابطہ ۔ واسطہ ۔ ذریعہ

ترجمہ :- وہ آگ کی سوزش کا اس قدر خوگر ہوتا ہے کہ اس) پر خود کسی واسطہ کے بغیر چھپا جاتا ہے (اور) کسی ذریعہ کے بغیر آگ سے پختگی نہیں پاتیں ۔ صائبؒ ؎

آتش گل ہمیشہ بہار است پروانہ را لبیر گلستاں چہ حاجت ست

بے حجابے آب و فرزندان آب پختگی ز آتش نیابند و خطاب

ترجمہ : پانی اور پانی کی پیدا واریں (اناج ، ساگ ، ترکاری ۔ پھل وغیرہ توے یا دیگچی وغیرہ کی آڑ کے بغیر آگ سے پختگی نہیں پاتیں ۔ اور (نہ روٹی ۔ پلاؤ ۔ دال ۔ سالن وغیرہ کا) لقب پا سکتی ہیں ۔

اوپر فقیر کو لوہے سے تشبیہ دی تھی ۔ جو آگ کی بڑی سے بڑی تابش کو برداشت کر لیتا ہے اسی طرح فقیر کو انوار الٰہی کو بلا واسطہ قبول کر سکتا ہے ۔ اب دوسرے اولیاء کو پانی اور پانی کی پیدا واروں سے تشبیہ دیتے ہیں جو توے ، کڑاہی ، دیگ وغیرہ کے حجاب سے آگ کی تپش پاکر پک سکتے ہیں ۔ ورنہ بلا واسطہ

آگ کھانے سے جل جائیں گے۔ اسی طرح یہ اولیا رب بے واسطہ نور الہٰیہ کو قبول کرنے کی تاب نہیں لا سکتے لہٰذا وہ اس کو کسی واسطہ و ذریعہ سے قبول کرتے ہیں۔

واسطہ دیگے بود یا تابۂ　　ہمچو پارا در روش پا تابۂ

لغات :۔ تابہ ۔ توا۔ پارا پائے را۔ پیر کے لئے۔ روش ۔ رفتار ۔ پاتابہ ۔ جوتا۔ کفش

ترجمہ :۔ (اور وہ) واسطہ (اناج وغیرہ کے لئے) دیگ یا توا ہوتا ہے۔ جیسے پاؤں کے چلنے کے لئے جوتا

مطلب :۔ دیگ اور توے کی آڑ سے مقصد یہ ہے۔ کہ ان کے اندر کی چیز کو معتدل حرارت پہنچے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی مقصود ہے۔ کہ اعتدال سے زیادہ مضر حرارت نہ پہنچے۔ پس مقصود کی اس دوسری شق میں پاتابہ کی مثال اس کے ساتھ مشترک ہے۔ پہلی شق میں نہیں۔ کیونکہ جوتے سے یہی مقصود ہوتا ہے۔ کہ زمین کی سردی۔ گرمی یا سنگلاخ زمین۔ کنکر پتھر کی اذیت پاؤں کو نہ پہنچے نہ کہ پاؤں کو یہ تاثیرات باعتدال پہنچائی جائیں۔

یا مکانے درمیاں تا آں ہوا　　میشود سوزاں و مے آرد نما

لغات :۔ سوزاں ۔ گرم ۔ نما ۔ بڑھنا ۔ پھولنا ۔ یہاں پکنا مراد ہے ۔ چونکہ ہر پھل کے بڑھنے کے لئے پختگی لازم ہے اس لئے ملزوم بول کر اس کا لازم مراد لیا ہے ۔

ترجمہ :۔ یا (اس پھل پھلواری کے اور مرکز حرارت کے) درمیان ایک مکان (حائل ہے) حتیٰ کہ وہ ہوا (جو اس مکان میں پھیل رہی ہے) گرم ہوتی ہے ۔ اور (اس کی گرمی پھلوں کو) پکا دیتی ہے ۔

مطلب :۔ تمام اناج اور پھل آفتاب کی حرارت سے پکتے ہیں مگر بے واسطہ نہیں۔ بلکہ اس فضائے بسیط کے واسطہ سے جو زمین و آسماں کے درمیان ہے۔ جس کی ہوا آفتاب کی حرارت سے گرم ہو جاتی ہے اور اس ہوائے گرم کی آغوش میں یہ فواکہ و اثمار خوش رنگ وطرح دار اور لذیذ مزے دار بن جاتے ہیں۔

پس فقیر آنست کو بیواسطہ است　　شعلہ ہارا با وجودش رابطہ است

ترجمہ :۔ پس (مذکورہ تمہید کے بعد واضح ہو کہ) فقیر وہ ہے جو بلا واسطہ (واصل) ہوتا ہے (انوار الہٰیہ) کے شعلوں کو اس کے وجود سے خاص تعلق ہوتا ہے۔

مطلب :۔ جب طلب ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ اور شیخ کے توسط سے اپنے اندر قبول انوار کی پوری استعداد کرلیتا ہے۔ تو وہ فقر کے درجے پر پہنچ کر ان انوار کو بلا واسطہ قبول کرنے لگتا ہے اور اس کی ذات کے ساتھ ان انوار کی خاص نسبت قائم ہو جاتی ہے۔

پس فقیر آنست کو خود را دہد　　آب حیوانے کہ ماند تا ابد

ترجمہ : پس فقیر وہ ہے کہ اپنے آپ کو وہ آب حیات پلا دے کہ (جس کی بدولت) وہ ہمیشہ زندہ رہے
مطلب :۔ یعنی وہ اقتباس علوم و معارف اور اقتباس تجلیات و انوار خود بخود کسی ظاہری واسطہ کے بغیر کرنے لگتا ہے۔ جس میں کبھی ترانی و فترت نہیں ہوتی ؎

چوں غرق شد عراقی یا بد حیات باقی　　اسرار غیب بیند در عالم شہادت

پس دل عالم وے است ایرا کہ تن　　میرسد از واسطہ ایں دل بفن

ترجمہ : پس (یہ باکمال فقیر) وہ ہے کہ جسم عالم کا دل ہے۔ کیونکہ جس طرح جسمانی ترقیات کا منبع اور دوران خون کا مرکز دل ہے۔ اسی طرح جسم (عالم) اسی دل (یعنے فقیر) کے ذریعہ سے (علم و فن) (باطنی) پر فائز ہوتا ہے۔ صائب ؎

خیمہ در مصر چو پیراہن یوسف زدہ ایم　　جلوہ ہا در نظر مردم کنعاں داریم

ولہ ؎ دارند بدیوانۂ ماچشم غزالال　　سرحلقۂ صاحب نظرانیم جہاں را

میرسد فیضِ سکر وحال باطراف جہاں　　میشود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

دل نباشد تن چہ داند گفتگو　　دِل نجوید تن چہ داند جستجو

ترجمہ :۔ دیکھو اگر) دل کی تحریک نہ ہو تو بدن (زبان کے تکلم اور دوسرے اعضاء کے اشارہ سے گفتگو کرنا کیا جانے (اگر دل ہی طالب نہ ہو۔ تو اکیلا بدن (نگاہِ تجسس اور پائے سعی سے) طلب و تلاش کرنا کیا جانے
مطلب :۔ انسان کی زندگی اور زندگی تمام آثار کسبِ کمال و حصول تقرب غرض یہ سارے کرشمے دل کے ساتھ ہیں۔ صائب ؎

چوں سلیماں تدر دل اکنوں نے دانی کہ چیست　　آں زماں انگشت میخائی کہ بے خاتم شوی

پس نظرگاہ شعاع آں آہن ست　　پس نظرگاہِ خدا دل نے تن است

ترجمہ: پس (جس طرح) شعلہ آتش اکا مطمع نظر وہ لوہا ہوتا ہے (جو اس کی شدت تابش کو برداشت کر سکے تو اسی (طرح خداوند تعالیٰ کا مطمع نظر (یہ) دل ہے نہ کہ بدن۔

مطلب: دل سے مراد وہ فقیر یا ولی کامل و مقرب حق ہے جس کی تعریف چلی آتی ہے۔ اور بدن سے مقصود باقی عالم ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح آگ لوہے کو اپنی تابش کی برداشت کے لئے مستعد پاکر اس میں اپنی گرماگرم نگاہ جلال گاڑ دیتی ہے۔ اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کی تابش انوار اپنے جلوے کے لئے اس دل کو تاکتی ہے۔ جسم یعنی باقی عالم کا یہ رتبہ نہیں۔ صائبؒ ؎

بغیر دل کہ عزیز و نگاہ داشتنی ست　　جہاں و ہرچہ در و ہست واگذاشتنی ست

ولہ ؎　غرض ز وسعت میداں لامکاں شاں ست　　وگرنہ غیر دلِ تنگ جلوہ گاہش نیست

یہاں تک دل اور جسم کی مثال سے ولی اور محجوب کا فرق بیان کرنا تھا۔ اب اہل اللہ کا آپس کا فرق بتلاتے ہیں

بازایں دلہائے جزوی چوں تن ست　　بادلے صاحبدلے کو معدن ست

لغات: دلہائے جزوی۔ قلوب، عوام۔ مراد اولیائے تابعین۔ یا مقابلہ کے لئے ہے۔ صاحبدل دل والا، زندہ دل۔ مراد بڑے درجہ کا ولی۔ قطب ارشاد۔ قطب الاقطاب۔ دل صاحبدلے میں اضافت تشبیہی ہے۔

ترجمہ: پھر یہ جزوی دل (یعنے اولیائے تابعین) بھی گویا بدن ہیں بمقابلہ دل یعنے صاحب دل (قطب ارشاد) کے جو (انوار و تجلیات) کا معدن ہے۔

بس مثال و شرح خواہد ایں کلام　　لیک ترسم تا نلغزد فہم عام

ترجمہ: یہ بات بہت سی مثالیں اور شرح چاہتی ہے۔ لیکن میں ڈرتا ہوں۔ کہ ان تفصیلات میں عام لوگوں کے اعتقاد میں لغزش نہ آجائے۔

مطلب :۔ اگرچہ اولیائے کرام کے مراتب کی توضیح کے لئے ابھی بہت سی تقریر اور مثالوں کی ضرورت ہے مگر زیادہ تفصیلات میں جانے سے اندیشہ ہے کہ عام لوگوں کے عقائد خراب ہو جائیں گے ۔کیونکہ یہ سلسلہ کلام وحدۃ الوجود کے مسئلے پر منتہی ہوگا ۔جو نہایت محیّر افہام و مزل اقدام ہے ۔ اگرچہ خواص کا عقیدہ اس سے نہیں بگڑتا مگر عوام کی کثرت کے باعث ان کی مصلحت کو ملحوظ رکھنا مقدم ہے ۔ لہٰذا اس سے سکوت ہی واجب ہے

عراقی رحمہ ۔ مے خواستم از اسرار اظہار کنم حرفے ۔ زاغیار بترسیدم گفتن سخن سر بست

تا نگردد نیکوی ما بدی ۔ ایں کہ گفتم ہم بند جز بیخودی

ترجمہ :۔ تاکہ ہماری نیکی بدی نہ بن جائے ۔ یہ بھی جو کچھ میں کہہ گیا ہوں اس کا سبب اسوائے بیخودی کے اور کچھ نہ تھا۔

مطلب :۔ ہم تو بعض اشکال طریقت کے حل کرنے کے لئے یہ تقریر کر رہے تھے ۔ مگر مسئلہ ہے نازک اور نقطہ ہے پُرخطر۔ لہٰذا خاموشی بہتر ہے ۔ کہ مبادا حلِ اشکال کی نیکی فساد عقائد عامہ کے گناہ پر منحصر ہو جائے ۔ اور وہی بات ہو کر ہنسانے کا نام نہیں ۔ رلائے کا نام ہو جائے ۔ نیکی برباد گناہ لازم اور جتنا کچھ بیان ہو چکا ہے ۔مصلحت اس کی بھی متقاضی نہ تھی مگر جوشِ اظہار نے رہنے نہ دیا اور بے خودی سمند بیان کیلئے مہمیز کا کام کرتی چلی گئی ۔

پائے کژ را کفش کژ بہتر بود ۔ مر گدا را دستگہ بر در بود

ترجمہ :۔ ٹیڑھے پاؤں کے لئے ٹیڑھا جوتا ہی اچھا ہوتا ہے ۔ فقیر کی رسائی دروازے تک ہوتی ہے ۔

مطلب :۔ جس طرح ٹیڑھے پاؤں میں اسی انداز کا ٹیڑھا جوتا ٹھیک آتا ہے ۔ اور سیدھا جوتا موجب تکلیف ہوتا ہے ۔ اسی طرح کم فہم لوگوں کے لئے سیدھی سادی عام فہم باتیں سنانا ہی مناسب ہے ۔ گہری اور پُراسرار باتوں سے اُن کے گمراہ ہونے کا خوف ہے اور جس طرح بھیک مانگنے والے کا حق صرف اتنا ہے ۔ کہ دروازے پر کھڑا ہو کر صدا دے اور جو کچھ مل جائے لے کر چلتا بنے ۔ اگر گھر میں جا گھسے اور باصرار و تکرار کچھ مانگنے لگے ۔ تو ظاہر ہے ۔ کہ اس کی کیا کچھ گت بنے گی ۔ اسی طرح عوام کو مسائل کے صرف آسان اور نمایاں پہلو دکھلانے چاہئیں ان کو اسرار کی گہرائی میں لے جانا ان کی اعتقادی تباہی کا باعث ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

●

معراج المومنین نماز مومن کی معراج ہے

الصلوٰۃ

الطہارۃ نصف الایمان

"طہارت، وضو، توبہ، قبلہ"

★★

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡھَکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ ؕ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوۡا ؕ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡھِکُمۡ وَاَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡہُ ؕ مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَھِّرَکُمۡ وَلِیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝

ترجمہ :۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ جب تم نماز کے لئے ہمارے حضور میں کھڑے ہو۔ تو پہلے اپنے آپ کو ظاہری طور پر پاک و صاف کرو۔ یعنی وضو کرو وہ اس طرح کہ پہلے اپنا منہ اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھولو اپنے سر کا مسح کرو اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو غسل کر کے اپنے آپ کو پاک کرلو لیکن اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا اگر تم میں سے کوئی شخص جائے ضرورت سے آیا ہو یا تم نے اپنی عورت سے صحبت کی ہو اور تمہیں پانی میسر نہ ہو تو پھر پاک مٹی سے تیمم کرو اور اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرو۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے بلکہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم اس کا شکر کرو،

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ ۝

تحقیق اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ہر دو آیات بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے اور قرب حاصل کرنے کے لئے طہارت ظاہری و باطنی نہایت ضروری ہے اور ظاہر و باطن کی تمام آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک و صاف ہونے پر ہی رب العزت کے انعامات۔ انوارات، تجلیات و برکات کے نزول کے اسباب محض پیدا ہی نہ ہوں گے بلکہ انعامات کو پورا کرنے کی کوئی کسر باقی نہ چھوڑی جائے گی اور اس حد تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے اس طریق سے دربار ایزدی میں حاضر ہونے والوں کو اپنے محبوبوں

(دوستوں) میں شمار کرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کس قدر نوازش ہے۔

دربار رب العزت میں حاضری کی چار شرائط ہیں: وضو (طہارت ظاہری) توبہ (طہارت باطنی) ادب اور قبلہ۔

طریق:- وضو کرنے کے بعد دل سے رجوع الی اللہ ہو کر توبہ کرے اور نہایت ادب، خشوع اور خضوع کے ساتھ دربار خداوندی میں روبقبلہ ہو کر دست بستہ کھڑا ہو جائے ان چار شرائط کو پوری طرح بجا لانے کے بعد حبیب اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور رحمت کاملہ سے اس کا باطن بھی پاک کر دیں گے۔

طہارت ظاہری ظاہری یعنی جسمانی طہارت کے لئے غسل واجب ہے جس کا مسنون طریقہ یہ ہے۔ پہلے استنجا کر کے جسم کو غلاظت سے پاک کیا جائے اور پھر وضو کیا جائے اس کے بعد سر پہ پانی ڈالنا چاہیئے۔ بعد ازاں جسم کے دائیں اور بائیں طرف تین تین مرتبہ پانی ڈال کر جسم کو پاک کر لیا جائے۔ اس کے بعد اگر مناسب سمجھیں تو صابن مل کر جسم کو دھولیں۔ کپڑے پہننے کے بعد اگر دوبارہ وضو کر لیں تو بہتر ہے۔ جاننا چاہیئے کہ عوام کا غسل تو ظاہری طہارت کے لئے ہوتا ہے لیکن خاصان خدا اس وقت غسل کرتے ہیں جب انھیں یادالہٰی میں لذت نہ محسوس ہو رہی ہو۔ چنانچہ وہ غسل کر کے از سر نو یاد خدا میں لذت محسوس کرنے لگتے ہیں۔

وضو وضو کرنا بمنزلہ قلعی گر کے زنگ آلود برتن کے قبل از استعمال قلعی رگڑنا۔ میل وکچیل کو دور کرنے کے ہے قلعی یا پالش کا استعمال صرف اس وقت ہی فائدہ مند ہوتا ہے جب کہ تمام کثافتیں دور ہو چکی ہوں۔ اس کی اہمیت اس حدیث شریف سے ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَاتَنَمْ اِلَّا وَاَنْتَ طَاهِرٌ فَاِنَّكَ اِنْ مَاتَ مُتَّ شَهِيْدًا

تم وضو کر کے پاک حالت میں سویا کرو پس اگر تم اس حالت میں سوتے ہوئے مر جاؤ گے تو تمہاری موت شہید کی موت ہوگی۔ جب بحالت خواب اس قدر باوضو ہونے پہ زور دیا گیا ہے۔ تو بحالت بیداری اس کی اہمیت بذات خود عیاں ہے۔ وضو کے فضائل بے شمار ہیں۔ یہاں اتنا بتا دینا ہی کافی ہے۔ کہ وضو کرنے کے وقت جو جو عضو دھویا جائے۔ اس عضو سے جو گناہ سرزد ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے معاف فرما دیتے ہیں۔ اور اس طرح گناہوں سے پاک و صاف ہو کر دربار الہٰی

میں حاضری انعامات وکرامات کی بارش کا مستوجب بنتی ہے۔ قابل تاسف امر یہ ہے کہ ادنےٰ دنیاوی حاکم ڈپٹی کمشنر کے سامنے پیش ہونے کی خاطر غسل کرتے ہیں بال سنوارتے ہیں اعلیٰ پوشاک پہنتے ہیں اور ہر ایسا انداز اختیار کرتے ہیں۔ جو مرغوب خاطر حاکم ہو۔ حتیٰ کہ عدالت افسر میں پیش ہونے سے قبل لرزہ براندم ہوتے ہیں مگر احکم الحاکمین جو تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَ تَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ جسے چاہتا ہے بادشاہت نوازتا ہے جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے) اور تُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ (جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے) کے دربار میں حاضری کے وقت ان آداب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا حالانکہ یہ ازحد ضروری ہے)

حدیث شریف میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کا ایمان بڑھاتا ہے جو ہر نماز میں نیا وضو کرتا ہے جناب رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے۔

اجمعو وضوء کم جمع اللہ شملکم تم اپنے وضوؤں کا کامل رکھو یعنی ادھورا وضو نہ کرے مکمل طور پر ہر عضو کو اچھی طرح دھوؤ، اس کے عوض اللہ تمہارا شیرازہ بندھا رکھے گا

وضو بہت اچھے طریق سے کرنا چاہیے، ہر ایک عضو کو اچھی طرح دھویا جائے نامکمل وضو سے نہ نماز ادا ہوتی ہے اور نہ ہی اوراد و وظائف، اچھی طرح وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کے آداب اور مستحبات کا پورا پورا اہتمام کیا جائے، وضو کی ایک سنت مسواک ہے جس سے عام طور پر بے توجہی برتی جاتی ہے، حدیث شریف میں مسواک کے بیشمار فضائل مذکور ہیں جو نماز مسواک کر کے پڑھی جاتی وہ اس نماز سے ستر درجے افضل ہے جو بلا مسواک پڑھی جائے۔ مسواک مسوڑھوں کو مضبوط اور نظر کو تیز کرتی ہے مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے محبوب رکھتے ہیں، حتےٰ کہ بوقت موت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

وضو بطریق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مسواک کرنے کے بعد وضو شروع کرنا چاہیئے اور وہ اس طرح کہ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں سمیت تین بار دھوئیں ہاتھوں کی ظاہری میل دھونے کے علاوہ اس وقت دل میں اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگے کہ اے اللہ! میرے ہاتھوں سے نیک کام کروا۔ ان سے کوئی برائی سرزد نہ ہونے پائے اور نہ کسی بے کس پر ظلم ہو۔

ان سے کسی چیز کے چرانے کی رغبت نہ ہو۔ غرضیکہ ہاتھوں سے جو جو برائیاں بھی ہوسکتی ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور نیک کام کرنے کی توفیق مانگے۔ اس کے بعد تین دفعہ کلی کرے۔ اور پانی سے منہ کو صاف کرتے وقت دل سے دعا مانگے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے زبان سے اپنا ذکر اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ قرآن پاک پڑھنے کی توفیق عطاء فرماء اور بری باتوں۔ ترش کلامی، بدزبانی اور دشنام طرازی سے میری زبان کو بچا۔ پھر ناک صاف کر کے تین دفعہ ناک میں پانی ڈالیے اور دعا مانگئے۔ اے اللہ مجھے بُری بوؤں خاص کر جہنم کی بُو سے بچا اور اچھی خوشبوؤں خاص کر جنت کی خوشبو سے سرفراز فرما۔ پھر تین دفعہ منہ کو پیشانی تک دونوں کانوں کی لوؤں تک اور تھوڑی کے نیچے حصے تک دھوتے اور دل میں دعا مانگے کہ اے اللہ میرا حشر ان نیک لوگوں کے ساتھ کیجئے جن کے چہرے قیامت کے دن ان کے اعمال صالحہ کے باعث نورانی ہوں گے اور ان لوگوں کے ساتھ نہ اٹھائیو۔ جن کے چہرے ان کے بُرے اعمال کے سبب سیاہ ہوں گے پھر دونوں بازوؤں کو کہنیوں سمیت تین دفعہ دھوتے۔ اور دعا مانگے کہ اے اللہ! میرا اعمال نامہ قیامت کے روز میرے داہنے ہاتھ میں دیجیو۔ اور میرے بائیں ہاتھ میں نہ دیجیو! اس کے بعد سر اور کانوں کا اور گردن کا مسح کریں اور دعا مانگیں اے اللہ مجھے توفیق دے کہ میرے کان کلمہ حق اور نیک باتیں سنیں اور بُری بات یا برائی کا کلمہ نہ سنیں اور اے اللہ مجھے قیامت کے روز عرش کے سایہ کے نیچے رکھیو جس روز سوائے تیرے عرش کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا پھر دونوں پاؤں ٹخنے سمیت دھوتے اور دل سے دعا مانگے۔ اے اللہ مجھے نیکی کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرما۔ اور میرے قدم برائی کے کاموں کی طرف نہ اٹھیں میرے قدم صراط مستقیم پر ثابت رکھ اور نیکی کے راستے پر چلنے میں ذرا بھی نہ لڑکھڑائیں۔

وضو کرنے کے بعد کلمہ شہادت اور درود شریف ایک ایک بار اور سورۃ القدر تین بار پڑھنا چاہیئے اور دُعا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ پڑھنی چاہیئے

اگر وضو ناقص ہے تو عبادت بھی مقبول نہیں ہو گی اس لئے وضو نہایت احتیاط کے ساتھ ہر عضو کو اچھی طرح تر کرنا چاہیئے۔ اگر ناقص وضو کے ساتھ نماز باجماعت میں شامل ہوں گے تو امام کی نماز میں خلل واقع ہوگا۔

طریق وضو از حضرت داتا گنج بخشؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وضو کے لئے ہاتھ دھونے لگو تو سمجھو کہ اپنے دل کو دنیاوی زندگی اور دنیاوی آلائشوں سے پاک کر رہے ہو۔ وضو سے پہلے جب استنجا کرو تو خیال کرو کہ جس طرح ظاہری طور پر اپنے آپ کو پاک کر رہے ہو اسی طرح باطن کو بھی سب ناپاکیوں، گناہوں اور خداوند تعالیٰ کی نافرمانیوں سے پاک کر رہے ہو نیز غیر اللہ کی دوستی سے باطن کو صاف کر رہے ہو۔

۲۔ جب منہ میں پانی ڈالو تو سمجھو کہ اپنے منہ کو غیر اللہ کے ذکر سے پاک کر رہے ہو اور خالص ذکر الٰہی کے لئے اسے تیار کر رہے ہو۔

۳۔ جب ناک میں پانی ڈالو اور ناک کو صاف کرنے لگو تو سمجھو کہ تمام قسم کی دنیاوی لذتوں بدبوؤں اور شہوتوں کو اپنے اوپر حرام کر رہے ہو۔

۴۔ جب منہ دھونے لگو تو سمجھو کہ تمام دنیاوی خواہشات اور مرغوب چیزوں سے اپنا منہ پھیر رہے ہو اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

ترجمہ:۔ میں اپنا منہ اس ذات باری کی طرف موڑتا ہوں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور میں خالص مسلم ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں) کے لئے تیار کر رہے ہو۔

۵۔ جب بازو دھونے لگو تو ان کو نصیبوں سے علیحدہ کر دو۔

۶۔ جب سر کا مسح کرو تو اپنے سب کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور جب کانوں کو مسح کرو تو دُعا مانگو اے رب العزت مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو قولِ حق کو سُن کر اس کی پیروی کرتے ہیں۔

۷۔ جب پاؤں دھونے لگو تو دل میں مصمم ارادہ کرو۔ کہ خدا تعالیٰ کی موافقت اور فرمانبرداری واطاعت کے کاموں علاوہ میرے قدم کسی غیر جانب نہیں اٹھیں گے۔ جب تم ایسا کرو گے تو تمہارے ظاہر و باطن بالکل پاک وصاف ہو جائیں گے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے مروی ہے کہ جب کبھی دنیا کا اندیشہ ہوتا ہے تو وضو کر لیتا ہوں۔ جب عقبیٰ کا فکر واندیشہ میرے دل میں گزرتا ہے تو غسل کرتا ہوں کیونکہ دنیا حادث ہے اور حدث سے طہارت واجب ہوتی ہے۔

عقبیٰ غیبت اور آرام کی جگہ ہے۔ اس کی فکر جنابت کی فکر ہے اور جنابت سے غسل واجب ہوتا ہے

بیان توبہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ط (جو شخص اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرا اور عاجزی والے دل کے ساتھ خدا کے حضور میں آیا۔ تو وہ سلامتی کے ساتھ بہشت میں داخل ہوا) اگر انسان گناہوں سے ملوث ہو اور اس کا دل پراگندہ اور غیر پاکیزہ خیالات سے مکدر ہو۔ تو رجوع الی اللہ کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا گزشتہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ کے لئے مکمل اجتناب کے بغیر عبادت محض بناوٹ ہوگی۔ یاد رکھیں کہ ظاہری طہارت پانی سے ہوتی ہے اور باطنی طہارت توبہ اور رجوع الی اللہ سے ہوتی ہے۔

توبہ کی قسمیں

توبہ تین قسم کی ہوتی ہے ۱۔ خطا سے ثواب کی طرف ۲۔ ثواب سے ثواب کی طرف ۳ آپ سے خدا تعالیٰ کی طرف۔

۱:۔ خطا سے ثواب کی طرف:۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً کرنے والا پائیں گے یہ توبہ عوام کی ہے اور خطا سے ثواب کی غرض ہے۔

۲۔ ثواب سے ثواب کی طرف: ثواب سے ثواب کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فرمائش کی۔ کہ اے اللہ مجھے اپنا جلوہ دکھا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ط اور جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنا جلوہ آشکارا فرمایا یعنے:۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ج فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ پس جب تجلی کی پروردگار اس کے نے طرف پہاڑ کی کیا اس کو ریزہ ریزہ اور گر پڑا موسیٰ بے ہوش پس جب اس سے افاقہ ہوا کہا پاکی ہے تجھ کو توبہ کی طرف میں نے تیری اور میں اوّل ایمان لانے والے میں ہوں)

خاصانِ خدا سزا کے خوف یا جزا کی تمنا میں عبادت نہیں کرتے۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی جناب میں توبہ کرتے ہیں۔

۳:- **اپنے آپ سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع**: اپنے آپ سے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اس طرح ہے جیسے حضور نبی کریم امام الاولین و الآخرین۔ حبیب رب العالمین سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ کُنْتُ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (یعنی میرا دل حجاب والا ہو جاتا ہے تو میں اللہ عزّوجل سے ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتے ہوں) سرکار دوجہاں۔ اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَہُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِہِمْ ہ اور وہ لوگ جو غلطی سے بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا گناہ کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کر لیتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنیوالا پاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر قدم ترقی کی طرف ہوتا ہے۔ جب رسول خدا اعلیٰ مقام پر پہنچتے تو نچلے مقام کی طرف دیکھ کر استغفار کرتے تھے اس کے عوض اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اور بھی بلند فرماتا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ گناہ سے ہوتی ہے۔ خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے غفلت عوام کیلئے نعمت ہے مگر خواص کے لئے حجاب۔

اور ندامت سے یاد کرنا ثواب کا باعث ہے توبہ یہ ہے کہ تو کئے ہوئے گناہوں کو فراموش نہ کر ہمیشہ اس کی فکر میں رہ۔ توبہ یہ ہے کہ گناہ کو بھلا دے اس واسطے کہ توبہ کرنے والا محب الٰہی ہوتا ہے اور محب ہمیشہ مشاہدہ میں ہوتا ہے جب مشاہدہ ہو تو گناہ کا ارادہ یا خیال کرنا اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے۔

تیری فرزنگی ایسا گناہ ہے جس پر کسی دوسرے گناہ کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ دوست کا وجود دوست کے حضور میں گناہ ہوتا ہے۔ یعنی دوست کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دینا چاہیئے۔ (کشف المحجوب)

صدیقؓ کا استغفار

حضور کے یار غارؓ افضل البشر بعد الانبیاء بالتصدیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خشیت الٰہی کی وجہ قرآن پڑھتے ہوئے رویا کرتے تھے۔ اور کفار مکہ کو آپ کی گریہ وزاری پر اعتراض ہوا۔ کہ ان کے قلوب مائل بہ اسلام ہوتے تھے اور ان کے بچے اسلام قبول کر لیتے تھے۔ حضرت کی خشیتِ الٰہی کا یہ حال تھا۔ کہ درخت پر چڑیا کو دیکھ کر رویا کرتے تھے کہ مجھ سے یہ بہتر ہے کہ اس کا حساب و کتاب نہیں ہوگا۔ اور میرا حساب و کتاب ہوگا۔ خبر نہیں

قیامت کے روز کیا حال ہو۔ یہ اس بزرگ ہستی کا فعل ہے جن کی غار میں ایک رات گذارنے کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر میری ساری نیکیاں لے لیں اور غار کی رات کی نیکیاں مجھے دے دیں۔

فاروق کا استغفار

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی قبل از اسلام کے اعمال کو یاد کرکے بہت رویا کرتے تھے اور بہت توبہ استغفار کیا کرتے تھے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ یعنے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر طغیان سرکشی کی وجہ سے ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے لیکن یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ توبۃ النصوح کی جائے۔ یعنے پچھلے گناہوں سے صدق دل سے توبہ کی جائے اور آئندہ کے لئے گناہوں سے مکمل طور پر کنارہ کشی کی جائے۔ اور پھر اس کے بعد ایمان کی سلامتی کے ساتھ نیک اعمال کئے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ اور فضل عاجلہ سے برائیوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۔

ترجمہ:۔ اور جس نے توبہ کی اور اس کے بعد نیک عمل کئے تو اللہ تعالیٰ ان کی بدیاں نیکیوں میں تبدیل کردے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ادب کے فوائد

ادب۔ توبہ کے ساتھ ادب بھی نہایت ضروری ہے۔ بے ادب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔ مولانا روم نے فرمایا ہے ؂

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم شد از لطف رب

حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم اور پیشوایان طریقت کا ادب ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ میرے ایک دوست کثرت سے درود شریف کا ورد کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ

کی عنایت سے وہ زیارت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں مشرف ہوئے لیکن کہتے ہیں کہ میں غلطی سے حضور کے دربار پر انوار میں جوتیوں سمیت چلا گیا۔ حضور اس سے بہت برہم ہوئے اور حکم فرمایا کہ ایسے بے ادب کو ہمارے دربار سے نکال دو۔ اس کے لئے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے چنانچہ انھیں دربار سے نکال دیا گیا۔

بعض احباب شکوہ کرتے ہیں کہ بزرگان دین اپنے پیشوائے طریقت کی دست بوسی یا قدم بوسی جائز نہیں۔ لیکن اس کا جواب خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ایک اور دوست مولوی مہر علی رحمۃ اللہ علیہ اچھروی سناتے ہیں کہ خواب میں انھیں حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے خواب میں حضورؐ پاک کے قدم مبارک چومنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو حضور پاک نے اپنا قدم مبارک آگے بڑھایا اور انہوں نے بوسہ دیا۔ اگر قدم بوسی جائز نہ ہوتی تو حضورؐ پاک اس کی اجازت نہ فرماتے۔ لیکن حضور پاک کے اس کی اجازت دینے سے ثابت ہے کہ بزرگان اور اولیائے عظام کی دست بوسی اور قدم بوسی عین ثواب و باعث برکت ہے۔ حضرت عمرؓ جب حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو ان کے ہاتھ چومے۔

میرے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور مناقب سننے سے حضور کی محبت اور ادب دل میں پیدا ہوتا ہے اگر وجدانی کیفیت پیدا ہونے لگے تو حتی الوسع ضبط کرنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ مجلس درہم برہم نہ ہونے پائے۔ لیکن اگر ضبط نہ ہو سکے اور کیفیت و وجد خود بخود طاری ہو جائے۔ تو اسے روکنا نہیں چاہیئے آداب مجلس کے بارے میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ جب حضور پاک تشریف فرما ہوتے اور اہل مجلس تعظیماً کھڑا ہونا چاہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے اور فرماتے اسی طرح بیٹھے رہو۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف مخلوق خدا کا رجوع من جانب اللہ ہوتا ہے اللہ کی ذات مقلب القلوب ہے اور مخلوق کے دل اللہ تبارک تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں وہ جس طرف چاہے ان کے دل پھیر دیتا ہے۔ بندے کا بندگان خدا کی طرف رجوع کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سبب سے ہے۔

قبلہ

پیر طریقت سے تعلق کا پیدا کرنا قبلہ کی شناخت ہے خاصانِ خدا بوقت نماز ایک ظاہری اور ایک باطنی وضو کرتے ہیں۔ ظاہری وضو پانی سے کیا جاتا ہے اور باطنی توبہ سے۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو مسجد حرام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مقام ابراہیمی میں درمیان دو ابروؤں کے سجدہ کرتے ہیں اور بہشت کو اپنے دائیں طرف اور دوزخ کو اپنے بائیں اور قدموں میں پلصراط کا اور اپنی پشت کے پیچھے ملک الموت کا یقین کرتے ہیں۔ تکبیر تعظیم کے ساتھ کہتے ہیں اور قیام بڑی عزت کے ساتھ۔ قرأت ہیبت سے رکوع تواضع سے جلسہ علم اور وقار سے اور سلام پھیرتے ہیں ساتھ شکر کے بقول حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہجویری ثم لاہوری۔

فوائد و کمالاتِ نماز

۱۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے۔ جو اخلاقی۔ روحانی۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر غرض ہر ایک لحاظ سے مفید ہے اس لئے نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا۔

الصلوۃ عماد الدین

۲۔ حدیث شریف میں مروی ہے۔ الفرق بین المومن والکافر الصلوۃ مسلمان اور کافر کے درمیان تمیز کرنے والی چیز نماز ہے اور قصداً ترک نماز سے کفر لازم آتا ہے

۳۔ بموجب فرمان خداوندی المتقین الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ ایمان بالغیب کے بعد متقی کی صفت پابندئ نماز ہے یعنی متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ پر غائبانہ ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

۴۔ نماز خدا کے آگے جھکنے۔ اپنی بندگی کا اظہار کرنے۔ اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور لوگوں میں نظم پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب مقتدی امام کی پیروی کرتے ہوئے نماز کے ارکان بجالانے میں اس کی اطاعت کرتے ہیں تو ان میں اطاعت امیر اور نظم وضبط کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ نماز بدنی عبادتوں میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔

۶۔ فرد کے لئے اس میں اخلاقی۔ طبی اور مادی فوائد ہیں۔ اور پوری اُمت کے لئے اس میں معاشرتی فائدے ہیں۔ وضو کرتے وقت کلی کرنے۔ ناک میں پانی ڈالنے کانوں اور گردن کا مسح کرنے، ہاتھ منہ اور پاؤں دھونے سے ہر طرح کی کثافتیں، جراثیم اور گرد وغبار دھل کر جو اعضاء کپڑوں سے ڈھکے ہوئے نہیں ہوتے صاف ہوجاتے ہیں اور غلاظت وغیرہ بھی کہیں لگ گئی ہو تو وہ بھی صاف ہوجاتی ہے۔

۷۔ ایمان اور توحید کا اظہار نماز کے ذریعے بڑی خوبی سے ہوسکتا ہے۔

۸۔ صلواۃ کے لفظی معنے دعا کے ہیں۔ لیکن شریعت کی اصطلاح میں صلواۃ ایک خاص طریقہ عبادت ہے۔ اور اس کا نام صلواۃ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دعاؤں کا مجموعہ ہے اور اوّل سے آخر تک اس میں دعائیں ہی دعائیں ہیں دعا زبان سے دل سے اور جسم کے ظاہری اعضا سے کی جاتی ہے۔

۹۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے الصلوٰۃ معراج المومنین نماز مومن کے لئے معراج کا درجہ رکھتی ہے۔

۱۰۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی تاکید اس طرح فرمائی الصلوۃ وماملکت ایمانکم یعنے نماز کی حفاظت کرو اور اپنے لونڈی غلاموں کے بارے میں نرمی کا برتاؤ کرو۔

نماز خوف اور قصر

بنو غسان سے لڑائی کے موقع پر نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیان اسلام کو نماز جماعت سے پڑھائی۔ کفار حیرانی سے دیکھتے رہے جب مسلمان نماز گذار چکے تو حضرت خالد بن ولید جو ابھی دولت ایمان سے سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ بڑی چوک ہوگئی۔ نماز کی حالت میں مسلمانوں پر حملہ کر دینا چاہیئے تھا۔ اتنے میں عصر کا وقت آگیا۔ اسی وقت حکم خداوندی بذریعہ جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوا۔ نماز کی قصر کرو، اور فوج کے دو حصے کر دیجئے۔ ایک حصہ دشمن کا مقابلہ کرے دوسرا آپ کے ساتھ نماز ادا کرے۔ جب ایک رکعت ختم ہو جائے۔ تو نماز پڑھنے والا دستہ پیچھے ہٹ جاتے اور لڑنے والا دستہ دوسری رکعت آپ کے ساتھ ادا کرے۔ پھر پہلا دستہ آکر اپنی نماز پوری کر کے چلا جاتے۔ ان کے آنے جانے سے نماز کی ادائیگی میں کوئی ہرج واقع نہیں ہوگا۔ یہ چیز

ظاہر کرتی ہے کہ نماز کتنی اہم چیز ہے۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰباً مَّوْقُوْتاً ۝

تحقیق نماز مومنین پر فرض ہے۔ پابندی اوقات کے ساتھ یعنی نماز کا وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا فرض ہے۔

دیگر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سب نمازوں کی حفاظت کرو اور اس سے خبردار رہو۔ خاص کر درمیانی نماز یعنی نماز عصر سے۔ گو مجتہدین اس میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن اجماع امت اسی پر ہے کہ نماز وسطیٰ سے نماز عصر ہی مراد ہے۔

نماز قضائے حاجات

طلوع فجر سے پہلے دو رکعت نماز۔ ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ تیس بار آیۃ الکرسی۔ گیارہ مرتبہ سورہ الکافرون۔ گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اس کے بعد سبحان اللہ وبحمدہ۔ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ العظیم یک صد مرتبہ۔

بعد از نماز عشاء پہلی رکعت میں ۱۰ مرتبہ سورہ الکافرون دوسری رکعت میں ۱۰ مرتبہ سورہ اخلاص سلام کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر سبحان اللہ والحمد للہ۔ ۱۰ مرتبہ پھر ۱۰ مرتبہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ ۱۰ مرتبہ یا غیاث المستغیثین اغثنا۔

نماز تراویح

رمضان المبارک میں عشاء کے فرض وغیرہ پڑھنے کے بعد وتروں سے قبل دو دو رکعت کی نیت سے بیس رکعتیں پڑھنی سنت ہیں۔ افضل یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھے اور قرآن شریف پورا کرے وقت نماز تراویح صبح صادق سے پہلے پہلے پڑھ سکتا ہے امام کو قرآن شریف سنانے کی اُجرت لینا دینا دونوں مکروہ ہیں۔ نیز مقتدیوں کو امام کے نیت باندھ لینے کے بعد دیر تک کاہلی سے بیٹھے رہنا مکروہ ہے

فرض نماز ایک امام کے ساتھ اور تراویح دوسرے امام کے ساتھ پڑھ لینا جائز ہے۔

نماز جمعہ

ہر مسلمان مرد جو تندرست مقیم اور شہر میں ہو اور اپاہج بھی نہ ہو۔ اس پر جمعہ کی نماز فرض ہے۔ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے جمعہ پڑھ لینے سے ظہر کی نماز ذمے سے اتر جاتی ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے امام کو خطبہ دینا اور کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہونا شرط ہے بغیر ان دو باتوں کے جمعہ نہیں ہوتا۔ جمعہ کی دو رکعتیں ہیں ان کے پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اُوپر مذکور ہوا۔ اور نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا اور خاموش بیٹھے رہنا خطبہ سننا ضروری ہے۔

مستحب اوقاتِ نماز

صبح کی نماز:۔ صبح صادق ہونے کے بعد اس قدر تاخیر افضل ہے کہ اجالا ہو جائے۔

ظہر کی نماز:۔ زوال کے بعد جاڑوں میں جلدی اور گرمیوں میں دیر کر کے پڑھنا افضل ہے۔

عصر کی نماز:۔ دو مثل گزرنے کے بعد آفتاب زرد ہونے سے پہلے پڑھنا اور ابر کے دن جلدی کرنا افضل ہے

مغرب کی نماز:۔ آفتاب غروب ہوتے ہی جلدی کرنا اور ابر کے دن احتیاطاً دیر کرنا افضل ہے۔

عشاء کی نماز:۔ شفق ابیض غروب ہونے کے بعد تہائی رات تک پڑھنا اور ابر کے دن جلدی کرنا افضل ہے

جمعہ کی نماز:۔ زوال کے بعد مسئلہ:۔ مریض و معذور لوگ گھر میں ظہر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھ لیں۔

عیدین کی نماز:۔ آفتاب کے نکلنے کے بعد عید الفطر میں تاخیر اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا افضل ہے۔

عیدین کی نماز پڑھنے کا طریقہ

عید الفطر اور عید قربان ہر دو عید کی نماز واجب ہے اس میں جماعت کا ہونا ضروری ہے اور آخیر میں خطبہ سنت ہے طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت واجب نماز عید کی نیت کرے۔ پھر امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے اور سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ پڑھے پھر الحمد شریف پڑھنے سے پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور تیسری دفعہ باندھ لے

دوسری رکعت میں الحمد اور سورت کے بعد اسی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر دفعہ ہاتھ چھوڑ دے۔ چوتھی مرتبہ بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے اور نماز پوری کرے۔

مسائل متعلقہ نماز عیدین

۱: عید کی نماز کے بعد خاموش بیٹھ کر خطبہ سننا سنت ہے۔

۲: عید کی نماز سے پہلے ہر جگہ اور نماز کے بعد صرف عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے

۳: جو شخص نماز عید میں کھڑے ہونے کے بعد شامل ہو وہ قیام یا رکوع نیت باندھنے کے بعد تینوں تکبیریں کہہ لے۔

۴: اگر پوری ایک رکعت رہ جائے تو اس رکعت کو آخر میں الحمد اور سورہ پڑھنے کے ادا کرے

۵: اگر بالفرض دونوں رکعتیں نہ پائیں اور قعدہ میں شریک ہو۔ تو وہ بھی بعد میں حسب قاعدہ معہ تکبیروں کے پڑھے۔

ترکیب نماز صفائی قلب

چار رکعت نماز۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص زبان دل سے پڑھے۔

تمت بالخیر

نماز کی رکعتوں کا نقشہ

نام نماز	سنتیں	فرض	سنتیں	نفل	وتر	نفل	کل
فجر	۲	۲	-	-	-	-	۴
ظہر	۴	۴	۲	۲	-	-	۱۲
عصر	۲ یا ۴	۴	-	-	-	-	۸
مغرب	-	۳	۲	۲	-	-	۷
عشاء	۴	۴	۲	۲	۳	۲	۱۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ بجمیع محامدہٖ کلہا ما علمت منہا وما لم اعلم وصلی اللہ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

برادرانِ طریقت اور طالبانِ معرفت کی خدمت میں خصوصاً جو اس فقیر سے رابطہ محبت اور ارادت کا رکھتے ہیں عرض کرتا ہے کہ اشغالِ قلبیہ کے علاوہ ضرور ہے کہ سوائے فرائض اور واجبات اور سنن کے بعض عبادات اور طاعات اور اوراد و وظائف جو مددگار اور قوت بخشنے والے صفائی دل اور جلا دینے والی روح کے ہوں عمل میں لاوے جیسا کہ نماز تہجد کی بارہ رکعتیں یا آٹھ ہیں اور نماز اشراق کی کہ دو رکعتیں ہیں اور نماز چاشت کہ چار رکعتیں ہیں بارہ تک اور صلوٰۃ الاوابین کہ چھ رکعتیں ہیں بیس تک اور چہار رکعتین سنت قبل ظہر اور چار سنتیں قبل عصر اور چار سنت قبل عشاء اور روز جمعہ کے صلوٰۃ التسبیح اگر فراغ ہو پڑھے۔ صلوٰۃ التسبیح واسطے مغفرت تمام گناہ صغیرہ اور کبیرہ خطاً اور عمداً سرًّا اور علانیۃً کے حدیث میں آیا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمایا ہے چار رکعتیں ہیں ہر رکعت میں بعد قرأت کے پندرہ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے اور رکوع میں دس بار اور قومے میں دس بار اور سجدے میں دس بار اور جلسے میں دس بار اور دوسرے سجدے میں دس بار اور بعد سجدۂ دوسرے کے بیٹھکر دس بار اور پس ہر رکعت میں پچھتر بار اور چار رکعت میں تین سو بار پڑھے اور اگر طاقت ہو تو اس نماز کو ہر روز پڑھنے والا ہفتہ میں ایک بار یا ماہ میں یا سال میں یا تمام عمر میں ایک بار پڑھے اور مروی ہے کہ چہار رکعت میں ان چاروں سورتوں کو یعنی الہٰکم التکاثر والعصر قل یا ایہا الکفرون قل ہو اللہ احد پڑھے اور سورتیں بھی مروی ہیں جیسے سبح اسم اور مسبحات مگر یہ سہلتر ہیں اور تین روزے ایام بیض کے۔ یعنی ہر چاند کی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ روزہ رکھے۔ اور روز پنجشنبہ اور دو شنبہ کا اور چھ روزے ماہ شوال کے اور نو روزے اوّل ماہ ذی الحجہ کے اور روزہ عاشورہ محرم کا اور آٹھ روزے اوّل ماہ رجب اور شعبان کے رکھے اور تلاوت قرآن کی جس قدر ہو سکے۔

بیان اذکار اور اشغال اور مراقبات کا جو بزرگان طریقت نے قلب اور تجلیۂ روح کے واسطے تجویز کیے ہیں

ان میں سے بارہ تسبیح ہیں جو حضرات اویسیہ نقشبندیہ میں طریق ان کا یہ ہے کہ بعد نماز تہجد کے توبہ اور استغفار عجز و انکسار سے کر کے اور ہاتھ اٹھا کر کے یہ دعا بحضور قلب اَللّٰھُمَّ طَہِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ وَنَوِّرْ قَلْبِی بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ تین بار یا سات مرتبہ تکرار کرے اور گیارہ بار استغفار اور گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کے چار زانو بیٹھے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے اور جو انگلی کے پاس ہے اُس سے رگ کیماس کو کہ بائیں زانو کے اندر ہے محکم پکڑے اور کمر کو سیدھی رکھے پھر دلجمعی سے ہیبت اور حرمت اور تعظیم تمام کے ساتھ خوش الحانی سے ذکر شروع کرے بعد اعوذ بسم اللہ کے باخلاص تمام تین بار کلمہ طیب اور ایک بار کلمہ شہادت پڑھ کے سر کو قلب کی طرف کہ زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت کے واقع ہے جھکا کے کلمہ لا کو قوت اور سختی سے دل کے اندر سے کھینچ کے اور اِلٰہَ کو مونڈھے پر لیجا کر سر کو پشت کی طرف مائل کر کے تصور کرے کہ غیر اللہ کو دل میں سے نکال کر پس پشت ڈال دیا اور دم کو چھوڑ کر لفظ اِلَّا اللّٰہ کی زور اور سختی سے دل پر ضرب مارے اور تصور کرے کہ عشق اور انوار الٰہی کو دل میں داخل کیا اس طرح اس نفی اثبات کو فکر اور ملاحظے اور واسطے کے ساتھ دو سو بار کہے اور اس ذکر میں نو بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دسویں مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے بعد اس کے بطور سابق تین بار کلمہ طیب اور ایکبار کلمہ شہادت کہے لیکن مبتدی کلمہ لَآ اِلٰہَ میں لَا مَعْبُوْدَ اور متوسط لَا مَقْصُوْدَ اور منتہی لَا مَوْجُوْدَ ملاحظہ کرے اس کے بعد لمحہ دو لمحہ مراقب ہو کے تصور کرے کہ فیضان الٰہی عرش سے میرے سینے میں آتا ہے طریق ذکر اثباتِ مجرد پھر دو زانو بیٹھے اور کمر کو سیدھی کرے اور سر کو داہنے مونڈھے پر لے جا کے لفظ اِلَّا اللّٰہُ کو زور سختی سے دل پر ضرب کرے اس کو چار سو بار دمادم کرے پھر بطور سابق تین بار کلمہ طیب اور ایک بار کلمہ شہادت کہے اور لمحہ دو لمحہ مراقب رہے طریق ذکر اسم ذات پھر ذکر اسم ذات اللّٰہُ اللّٰہُ کا کرے اس طرح سے کہ اوّل حرفِ ہار لفظِ اللّٰہ کو پیش اور دوسری ہار لفظِ اللّٰہ کو ساکن کرے یعنی جزم دے اور آنکھیں بند کر کے سر کو داہنے مونڈھے پر لا کے لفظِ مبارک اللّٰہُ اللّٰہُ دونو ضرب جہر اور قوت سے دل پر مارے اس ذکر اسم ذات دو ضربی کو چھ سو بار دمادم کرے لیکن دسویں گیارہویں بار اللّٰہُ حَاضِرِی اَللّٰہُ نَاظِرِی اَللّٰہُ مَعِی مع ملاحظہ معنوں کے کہتا رہے تا کیفیت اور لذت ذکر کی اور دفع غفلت اور خواب حاصل ہو بعد اس کے بطور سابق تین بار کلمہ طیب اور ایک بار کلمہ شہادت کہے پھر ایک ضربی اسی

طرح سر کو دہنے مونڈھے کے کج کر کے لفظ مبارک اللہ کو دلپر سو بار و مادم ضرب کرے بعدہ، تین بار کلمہ طیب اور ایک بار کلمۂ شہادت کہہ کے درود شریف اور استغفار گیارہ گیارہ بار پڑھ کے دعا مانگے اور مناجات کرے کہ الٰہی تو ہی مقصود اور رضا تیری مطلوب ہے ترک کیا میں نے دنیا اور آخرت کو واسطے تیرے عطا کر مجھ کو نعمتیں اپنی اور وصول تام درگاہ مقدس اپنی میں تیسرا طریق ذکر پاس انفاس کا یعنی اپنے انفاس پر آگاہ اور ہوشیار رہے کہ بے ذکر اللہ کے کوئی دم نہ گزرے خواہ ذکر جلی ہو خواہ ذکر خفی۔ پس وقت نکلنے سانس کے دم کے ساتھ لَا اِلٰہ اور وقت داخل ہونے سانس کے دم کے ساتھ اِلَّا اللّٰہ کہے دہن بستہ بحرکت زبان خیال سے دم کو ذاکر کرے اور نظر ناف پر رکھے وہاں سے ذکر جاری کرے طریق دوسرا یہ ہے کہ لفظ مبارک اللّٰہ کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور لفظ ہو کے ساتھ سانس کو چھوڑ دے اس ذکر کے خیال اور دھیان سے ایسی کثرت اور مشق کرے کہ دم ذاکر اور مستغرق بذکر ہو جاوے فقط بیان ذکر اسم ذات زبانی طالب کو چاہیئے کہ باوجود ذکر پاس انفاس کے اسم ذات کو زبانی ہر روز چوبیس ہزار بار کہ اوسط مرتبہ ہے کہے اور اگر اس قدر نہ ہو سکے تو چھ ہزار سے کم ادنیٰ مرتبہ ہے نکرے طریق ذکر نفی اثبات کہ حضرات قادریہ کرتے ہیں یہ ہے کہ خلوت میں رو بر قبلہ باادب تمام بیٹھے اور آنکھیں بند کر کے لانفی کو زیر ناف کہ سے زور اور سختی کے ساتھ نکالکے اور دراز کر کے دہنے مونڈھے تک لیجا کے دماغ سے نکالدے اور اِلَّا اللّٰہ کو قوت سے دلپر ضرب کرے اور لَآ اِلٰہَ سے نفی معبودیت اور مقصودیت اور موجودیت غیر اللہ کی ملاحظہ کرے تا وجود غیر کا نظر سے اُٹھ جاتے اور اِلَّا اللّٰہ سے اثبات وجود مطلق حق سبحانہ تعالیٰ کا کرے اس طرح گیارہ سو بار ایک جلسے میں ہر روز کیا کرے تا اثر اس کا ظاہر ہو اور اس ذکر کو اسی طرح حبس دم مین بھی کرتے ہیں طریق شغل اسم ذات اس طریقہ کا یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کے دل سے جس قدر ہو سکے رات دن تصور کیا کرے تا پختہ ہو کر بے تکلف جاری ہو جائے۔ باقی اذکار اور اشغال اس طریقے کے ضیاء القلوب میں موجود ہیں طریق شغل نفی و اثبات کہ حبس دم میں کرتے ہیں یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگا کے اوّل دم کو ناف سے کھینچکر دلمیں قرار دے پھر اسی طرح کلمہ لَآ اِلٰہَ کو دل سے نکال کے اور دہنے مونڈھے پر لیجا کر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دلپر مارے اس طرح اوّل روز دس دم ہر دم میں تین تین بار مشغول ہو پھر ہر روز درجہ بدرجہ ایک ایک بار زیادہ کرتا ہے تا حرارت باطن پیدا ہو کر تمام بدن میں سرایت کرے طریقہ مراقبے کا یہ ہے کہ دو زانو نمازی کے طرح سر جھکا کے بیٹھے اور دل کو غیر اللہ سے

خالی کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری میں حاضر رکھے اوّل اعوذ بسم اللہ پڑھ کے تین بار اَللّٰہُ حاضِرِی اَللّٰہُ نَاظِرِی اَللّٰہُ مَعِی زبان سے تکرار کر کے پھر مراقب ہو کے ان کے معنوں کا دل میں ملاحظہ کرے اور تصور کرے یعنی جانے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ حاضر ناظر میرے پاس ہے اس جاننے میں اس قدر غور کرے کہ مستغرق ہو کر شعور غیر حق نہ رہے یہاں تک کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اگر ایک آن بھی اس سے غافل ہو تو مراقبہ نہ ہوگا مراقبہ دوسرا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور انوار الٰہی کو کہ ہر زمان و مکاں میں موجود ہے جیسا کہ وجود ہستی اس کی کا ہر جگہ ثابت ہے ملاحظہ کرے اور مستغرق ہو جائے طریق ذکر اسم ذات جو متعلق لطائف ستہ سے ہے وہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کے اور آنکھیں بند کر کے بزبان خیال دل صنوبری سے اَللّٰہُ اَللّٰہُ کہے اس طرح سے کہ اس اسم کو غیر ذات سمجھانے اس حیثیت کو بمقدور اپنے اٹھتے بیٹھتے ترک نہ کرے اس طرح چھوں لطیفوں کو ترتیب مذکور کے ساتھ جاری کرے یہاں تک کہ خود ان کے ذکر سے واقف ہو العزیز جان تو کہ جسم انسان میں چھ لطیفے ہیں یعنی چھ مقام ہیں کہ فیضان و برکات اور انوار الٰہی سے لبریز ہیں اوّل لطیفہ قلبی ہے کہ مقام اس کا دو انگشت نیچے پستان چپ کے واقع ہے اور نور اس کا سرخ ہے۔ دوسرا لطیفہ روحی ہے جگہ اس کی دو انگشت نیچے پستان راست کے ہے اور نور اس کا سفید ہے تیسرا لطیفہ نفسی ہے کہ مقام اس کا زیر ناف ہے اور نور اس کا زرد ہے اور نور اس کا سبز ہے پانچواں لطیفہ خفی ہے ٹھکانا اس کا پیشانی ہے نور اس کا نیلگون ہے چھٹا لطیفہ اخفی ہے موضع اس کا ام الدماغ ہے نور اس کا سیاہ ہے مثل سیاہی چشم کے پس طالب کو چاہیے کہ ان چھوں لطیفوں کے ذکر اور شغل میں اس قدر مشغول ہو اور مشق کرے کہ اثر ذکر کا ظاہر ہو یعنی طالب کے لئے یہ مراقبہ نہایت ضروری ہے اسی ذکر سے مقصد حیات ملتا ہے یعنی دل ذاکر ہو جاتا ہے جب دل ذاکر ہو جاتا ہے تو طالب ہر لحظہ تجلی الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی ہر لحظہ وہ نور ہدایت سے استفادہ کرتا ہے تمہیں اللہ جل جلالہ تقدس وتعالیٰ ہمکو اور تمکو اور سب کو خاص فضل و کرم اپنے سے ہمت اور توفیق اور استعداد کامل عطا فرمادے کہ شب و روز ہر حال میں ہر دم اس کے ذکر شغل عبادات طاعات مرضیات میں رہیں اور ایک دم اس سے غافل نہ ہوں اور غیر اللہ کو دل میں جگہ نہ دیں اور محبت اور معرفت اور حضوری دائمی اس کی کہ جو خلقت انسانی سے مقصود اور مطلوب ہے حاصل کریں اور اپنی حقیقت کو پہنچیں اور اسی سے جئیں اور اسی پر مریں اور اسی میں اٹھیں۔ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلَّمْ ؕ

اوراد و وظائف ۔ نمازِ پنجگانہ

نام نماز	اوراد	نوافل
فجر	سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ کلمہ شہادت ایک بار کلمہ استغفار ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ط درود شریف ایک سو گیارہ بار درود تاج سات بار آیۃ الکرسی ایک بار یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرَقٌ خُذْ یَدِیْ سَہِّلْ لَّنَا اَشْکَالَنَا گیارہ بار	نماز باجماعت کے بعد ذکر اذکار میں مشغول رہیں اور سورج نکلنے کے بعد دو نفل اشراق پڑھیں تو حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے

ظہر

سُبحان اللہ ۳۳ بار — الحمدللہ ۳۳ بار — اللہ اکبر ۳۴ بار

کلمہ شہادت ایک بار آیۃ الکرسی ایک بار کلمہ چہارم ایک بار

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا آخر تک گیارہ بار

عصر

سُبحان اللہ ۳۳ بار — الحمدللہ ۳۳ بار — اللہ اکبر ۳۴ بار

درود شریف ہزارہ ۱۰۰ مرتبہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔

مغرب

سُبحان اللہ ۳۳ بار — الحمدللہ ۳۳ بار — اللہ اکبر ۳۴ بار

کم از کم چھ نوافل اوابین اور سورۃ واقعہ ایک بار

عشاء

سُبحان اللہ ۳۳ بار — الحمدللہ ۳۳ بار — اللہ اکبر ۳۴ بار

کلمہ شہادت ایک بار آیۃ الکرسی ایک بار کلمہ چہارم ایک بار یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا آخر تک گیارہ بار ختم خواجگان معہ آخری دس سورہ جات کلام پڑھ کر بزرگان عظام کی ارواح پاک کو روزانہ بخشیں، درود شریف

نماز تہجد کوشش کے ساتھ باقاعدہ پڑھیں، برائے روحانی مدارج آٹھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہر رکعت میں سورہ اخلاص تین بار پڑھیں

گیارہ مرتبہ آیتہ کریمہ، گیارہ مرتبہ پھر کھڑے ہو کر قُلْ هُوَ اللهُ ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھ کر سجدہ میں دُعا میں مانگیں۔

مراقبہ نفی اثبات

درود شریف خضری صلی اللہ علیٰ ۱۰۰ بار حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

ختم خواجگان حسب ذیل ہے۔

الحمد شریف	درود شریف	تیسرا کلمہ
ایک مرتبہ	سات مرتبہ	تین مرتبہ
آیتہ الکرسی	آیتہ الکریمہ	سورہ الم نشرح
۳ مرتبہ	۷ مرتبہ	۳ مرتبہ
قل یا یہا الکفرون	قل ہو اللہ	قل اعوذ برب الفلق
ایک مرتبہ	۳ مرتبہ	۱ مرتبہ
قل اعوذ برب الناس	الحمد شریف	
ایک مرتبہ	ایک مرتبہ	
ذکر نفی اثبات	اثبات	اسم ذات
۱۱ مرتبہ	۱۱ مرتبہ	۱۱ مرتبہ

لہ

لِیْ خَمْسَةٌ اُطْفِیْ بِهَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَةِ اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَ اَبْنَاهُمَا وَالْفَاطِمَةِ

حاشیہ وضاحت :۔ ذکر نفی اثبات یعنی سانس چھوڑتے ہوئے اللہ کہا جائے اور سانس کھینچتے وقت ہُو کہا جائے۔ یہ ذکر صبح اور عشاء کی نماز کے بعد درود شریف پڑھکر تصورِ شیخ میں بیٹھکر کم از کم ایک سو دفعہ کرے یعنی تصور کرے کہ وہ اپنے شیخ کے سامنے دو زانو بیٹھا ہے اور شیخ کے سینہ سے اس کے سینہ میں روشنی آ رہی ہے۔

اسی طرح اسم ذات یعنی اللہ کا ذکر اس طرح کرے جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تصور کرے کہ میرا دل روشن ہے اور یہ روشنی شیخ کے قلب سے اسکی طرف آ رہی ہے اور اس کا تمام جسم اللہ اللہ کر رہا ہے۔ پھر چلتے پھرتے اس ذکر کو قائم رکھے۔ یعنی اس کا تصور دل میں جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اس کو محسوس ہو (واضح طور پر) کہ اس کا جسم اللہ اللہ کر رہا ہے۔ جب ایسی کیفیت پیدا ہو جائے تو ذکر جاری ہو جائے گا۔ چاہے تصور کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ لیکن اسکے باوجود صبح و شام اس ذکر کو جاری رکھے۔ اگر ذکر میں کمی و بیشی محسوس ہو تو اپنے شیخ سے رجوع کرے تاکہ وہ اس کا اصلاح حال کر سکے۔ یہی ذکر سلطان الاذ کار ہے۔ اگر یہ جاری ہو جائے تو اس کی نسبت اور تعلق کا سلسلہ متعلقہ سے درست ہے۔ کیونکہ اس پر فیض جاری ہو جائے گا۔ فیض کا جاری ہو جانا ہی نیت کی درستگی کا ثبوت ہے

یہ ذکر بالخصوص سلسلہ مجددی نقشبندی سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے اذکار نسبت اویسی کے متعلق ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و جلوہ کے نور سے بسی ہوئی کائنات میں مولانا رومیؒ نے طالبانِ حق کی منزل کے نقطہ آغاز و انتہا کی نشاندہی کردی کہ یہ نعمت کہاں کہاں میسر آسکتی ہے حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ السلام کا فرمان تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ تم اپنے آپ میں اللہ مجدہٗ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو۔ یہ بات جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نسبت سے حاصل ہوگی۔ کیونکہ حضورؐ کی ذات برکات ہی عین ذات ہے کل الخلائق من نوری انا من نور اللہ مظہر اسم ذات یعنی آپ ہدایت یافتہ ہی نہیں بلکہ آپ کا ہونا دوسروں کیلئے بھی وجہ ہدایت یہاں تک منبع مصدر بنا دینے والا ہے اس لئے اسم ذات کی نورانیت سے استفادہ حاصل کرنے کے لیئے ہمیں کسی ایسے بزرگ کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ جس نے آپ کی ذات مبارک سے استفادہ حاصل کیا ہوا ہو۔ کیونکہ حضور صلعم کا فرمان ہے کہ جس نے ہمارے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے ہمیں دیکھا سلسلہ طریقت بھی اس کڑی کی ایک کڑی ہے۔ جو شیخ طریقت سے لیکر حضور آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتی ہے۔ یہ اُن باعمل بزرگوں کا طریقہ ہے جو علم دین کے مظہر ہیں یعنی انکو دیکھکر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جیساکہ ایک دورہٗ حدیث پڑھانے والے محدث کی کڑی واسطہ بواسطہ حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتی ہے جس سے ہمیں دین کے ظاہری علم کا استفادہ حاصل ہوتا ہے۔ بزرگان طریقت اس کی روح ہیں اور یہ اس کے جسم ہیں۔ یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں اور انکے درجات ہیں جیساکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے وتزعم انک جرم صغیر و فیک انطوی العالم الاکبر تو گمان کرتا ہے کہ تو چھوٹا سا جسم ہے حالانکہ تجھ میں ایک بڑا عالم پوشیدہ ہے آیۃ مبارکہ سے بھی ظاہر ہے۔ علامہ اقبالؒ نے خوب کہا ہے

تو ہے محیط بیکراں میں ہوں ذرا سی آب جو
یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر

اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے فرمایا وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ تم اپنے نفسوں میں کیوں نہیں دیکھتے یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم اسم ذات کا ذکر کریں اور ان ودیعت کردہ لطائف کو اپنے اندر محسوس کریں جو اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ جیساکہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زنگ از دل دور کن۔ صیقل بزن
تا بہ بینی لایزال را بالیقین

اپنے دل سے زنگ کو دور کر اور اسے روشن کر تاکہ دیدار باری تعالیٰ تجھے حاصل ہو۔ اور تو یقینی اسکا دیدار کرے گا۔

یہ نعمت ذکر کے ساتھ فکر سے تعلق رکھتی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے دواءک فیک وما تشعر تیری دوا تجھ میں ہے تو کیوں نہیں جانتا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں دواءک فیک وما تبصر تیری دوا تجھ میں ہے۔ کیوں نہیں دیکھتا معلوم ہوا کہ اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے یوم میثاق الست بربکم کا عہد لیا تھا جس میں جواباً ہم نے قالوا بلیٰ کہا تو مقصد حیات یہی تھا کہ اس عہد کو ہم نہ بھولیں اور یہاں بھی اسکو یاد رکھیں۔ اور اسکی تلاش کریں۔ جو کہ حبل الورید سے قریب تر اور ہمارے نفسوں میں موجود ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کیا گیا۔ تاکہ ہم اس کا مشاہدہ کریں اور روز قیامت بھی اسکے مشاہدہ کرنے والوں میں ہوں اور یہ بات متواتر ذکر اور فکر سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم اسم ذات کا ذکر اسی طرح کریں کہ وہ حرز جان ہو جائے جس سے محبت رسول اور محبت الٰہی پیدا ہو۔ جب محبت رسول پیدا ہوگی تو دیدار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگا۔ اور جب محبت الٰہی پیدا ہوگی تو دیدار الٰہی حاصل ہوگا۔ اور محبت رسول اور محبت الٰہی یہ ہے کہ ہر دیکھنے والا اسے دیکھکر فنا الرسول اور فنا فی اللہ کہے۔ جب یہ صورت پیدا ہو گی تو ہر وہ شخص جو آپکی صحبت میں بیٹھے گا رحمت الٰہی سے نوازا جائے گا۔ ایسے بزرگان عظام کو دیکھنا اور ان کی صحبت میں بیٹھنا صد ہا سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے کیونکہ وہ عین ذات ہوتے ہیں کیونکہ وہ حضور علیہ السلام کی نورانیت سے ہر لحظہ مستفید ہوتے ہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا طالبان طریقت جیسے صحبت شیخ میں بیٹھے ہیں تو شیخ کا دیکھنا ہی عبادت جانتے ہیں یعنی نوافل پر دید شیخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مولانا روم کے مندرجہ بالا آیۂ مبارکہ کا جو مفہوم سمجھا ہے یہ ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلعم مرکز کل (مظہر اسم ذات) ہیں اور اسم ذات سے استفادہ حاصل کرنے کیلئے آپکے ساتھ تعلق پیدا کرنا از حد ضروری ہے۔ اور وہ اسی طرح ہے کہ ہم کسی ایسے صاحب نسبت بزرگ کی صحبت میں بیٹھیں جس نے آپکی ذات بابرکات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ فیض حاصل کیا ہو تاکہ ہم بھی آپکے خوشہ چینوں میں داخل ہو سکیں۔ ہم میں بھی عشق الٰہی کا جذبہ پیدا ہو۔ ہمیں بھی وہ نسبت احسان سے نوازیں۔ تصوف کے رموز ہم پر کھلیں ہماری ظاہری اور باطنی زندگیاں درست ہوں۔ ہمارے اعمال مظہر اخلاق اللہ ہوں۔ ہماری نمازیں شاہدہ یا مشہودیت کی ہوں۔ اللھم آمین بحرمت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میرے ایک مربی عالم دین پروفیسر مشتاق احمد صاحب نے پچھلے دنوں چند لفظوں میں ایمان عمل اور عشق کی بات بیان فرمائی اور اتنی پیاری بات کی جس کو میں تحریر میں لائے بغیر نہیں رہ سکا۔ مختصراً یہ ہے کہ صرف ایمان کا ہونا اعمال کچھ ہونیکے بغیر بھی کس قدر عظیم ہے۔ ایک مشرک اور کافر میں کتنا فرق ہے مرجانے کے بعد بھی اس کا تقدس یہ ہے کہ اس کا جنازہ آگے آگے اور لے جانے والے پیچھے پیچھے جب نماز جنازہ بغیر رکوع و سجود ادا کی جاتی ہے اس کے لئے حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد بارگاہ رب العزت میں دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ مگر مشرک اور کافر کا معاملہ اسکے برعکس ہے۔

[1] ایمان - نسبت - عمل - فضل - عشق - احسان عظیم

۲۔ ایمان لانے کے بعد عمل کرنے والے کی شان یہ بتائی کہ جب اُسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو اُس کے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں اور حضور پُر نور شافع یوم النشور کی زیارت کرتا ہے۔

۳۔ تلاش نقش کف پائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سرگرداں رہنے والے عاشق کی یہ شان بتائی ہے کہ ایسے شخص کی قبر میں حضور پرنور شافع یوم النشور خود تشریف لاتے ہیں۔ بلکہ بندہ نے یہاں تک سُنا ہے کہ ایسے بھی عاشقان رسول ہیں جنکو وقت آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاکر اُسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

بندہ کا مشاہدہ ہے کہ عشق الٰہی اور عشق رسولؐ میں گرے ہوئے آنسوؤں کی اتنی قبولیت ہے کہ جب اُسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ اسی کیفیت میں روز قیامت اُٹھے گا۔ جو لمحے عشق الٰہی اور عشق رسولؐ میں گزرے تھے۔ یہ میرا یقین محکم ہے اور یہ بات وصل سے کم نہیں۔ کیونکہ یہ وجد اصل ہے۔ اور یہ عشق کی نشاندہی کرتا ہے۔

ہے حسن محو جمال روئے دوست　　　اے نکیرین اس سے پھر لینا جواب

اور جب کوئی عشق الٰہی میں مستغرق ہوجاتا ہے تو پھر وہ اس کا ذکر حرز جان بنا لیتا ہے۔ تمام تکلفات اُس کی زندگی سے اُٹھ جاتے ہیں۔ اس کے لیے مٹی اور سونا برابر ہے اس کی رضا مقصود اور مقصود اُسکی رضا ہو جاتا ہے۔ گو تصوف کے بہت سے معنی صوفیائے کرام نے کئے ہیں۔ لیکن بندہ کے نزدیک یہ ہے کہ جب اللہ مجدہٗ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم تو ہم نے کہا قالوا بلیٰ۔ اس عہد کے مان لینے کا اور اس پر عمل کرنے کا ہی معنی من عرف نفسہٗ جب ایسا ہوگیا تو اپنے رب کو پہچان لیا۔ اور فقد عرف ربہٗ ہوگیا۔ گویا کہ اس نے اپنے مقصد حیات کو پالیا یا یوں کہئے کہ تصوف کیا ہے۔ مقصد حیات کا پانا۔ مقصد حیات کیا ہے۔ خود سے آگہی۔ آگہی کیا ہے۔ خالق کو پہچاننا۔

جب خالق کی پہچان ہوگئی تو اس کے ذکر میں مشغول ہوگا۔ اور جب تو ذکر میں مشغول ہوگا تو تو اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھے گا اور جب ایسا ہوگا تو عین عشق ہوگا۔ اور یہی مقصد حیات ہے۔ محب وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو محبوب کی رضا میں ڈھال دے۔ اور اس کا واحد علاج فرمودہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے کہ اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تجھے چاہے۔ یعنی تو قرب الٰہی چاہتا ہے تو اپنی دعاؤں میں ہر وہ چیز مانگنی چھوڑ دے جو تجھے اُس سے دور کرے اور اگر تو چاہتا ہے کہ روز قیامت میرے ساتھ ہو تو جو تجھے کہا ہے اس پر عمل کر (سہیل یمنی)

۲۔ اگر تو چاہتا ہے کہ روز قیامت عاشقان الٰہی کے گروہ میں اُٹھے تو بھی ان اعمال کو اختیار کر جو انہوں نے اختیار کئے کیونکہ یہ تقاضائے محبت ہے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تو آخرت میں اُن کے ساتھ ہوگا۔

مولانا حسنؒ نے فرمایا ۔

حسن اندر قیامت بے سروسامان نخواہی شد
کہ در حب و تولائے علی دارے تو سامانے

دارد نیاز حشر خود امید با حسینؓ
با اولیار است حشر محبان اولیار (نیاز بریلویؒ)

مورخہ ۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مبروز پنجشنبہ

بفضلہ تعالیٰ و بر طفیل سرکار دوجہاں فخر موجودات امام الاولین و آخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیتہ والثنا و علیٰ آلہ وسلم آج مورخہ ۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ اختتام پذیر شد ۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

وما علینا الا البلاغ

سگ درگاہ حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ
صوفی غلام حسین عفی عنہٗ امینی اویسی نقشبندی ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا الٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے

فضل کر مجھ پر محمد مصطفےٰ کے واسطے

عاصی و خاطی ہوں یارب بخش دے میرے گناہ

واسطے حضرت علیؓ مرتضےٰ کے واسطے

نور وحدت سے میرے دل کو منور کر الٰہ

حضرت حسن بصری اہل صفا کے واسطے

خواب غفلت میں پڑا ہوں روز و شب مجھ کو جگا

حضرت حبیب عجمی بحر سخا کے واسطے

تیرے ذکر و فکر سے غافل نہ گزرے ایک دم

حضرت داؤد طائیؒ نور ھدیٰ کے واسطے

اپنے ذوق و شوق میں یارب مجھے کیجو فنا

حضرت معروف کرخیؒ پر ضیا کے واسطے

سر وحدت نور عرفاں کردے مجھ پہ آشکار

سرّیِ سقطی امامِ اولیاء کے واسطے

مشکلیں آسان ہوں دنیا و عقبیٰ کی تمام

حضرتِ جُنیدؒ تاجِ اصفیا کے واسطے

اپنے دردِ عشق میں کیجو مجھ کو کمال

حضرتِ بوبکرِ شبلیؒ کانِ سخا کے واسطے

یاد میں تیری ہو زندہ یہ دلِ مُردہ مرا

حضرتِ علی حصریؒ پیرِ پارسا کے واسطے

بخش دے توفیقِ عبادت بُدی سے لے ہٹا

بوالفضل خطلی صاحبِ جود و غنا کے واسطے

صالحین کے زمرۂ اقدس میں داخل کر مجھے

شاہِ شاہاں علیؒ ہجویری راہنما کے واسطے

کھول دے دل پر میرے رازِ حقیقت اے خدا

حاجی و حافظ امینؒ پیشوا کے واسطے

خواجگان اویسیوں کی مجھ کو محبت کر عطا

قادری و نقشبندی چشتیا کے واسطے